فہرست مضامین بہشتی زیور نور محمدی حصہ ششم مکمل و مدلل

نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی

نور محمدی بہشتی زیور کا چھٹا حصہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسوم کے بیان میں

بُری رسموں کا بیان اور اُن میں کئی باب ہیں

پہلا باب اُن رسموں کے بیان میں جن کو کرنے والے بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ مگر ہلکا جانتے ہیں

اس میں کئی باتوں کا بیان ہے۔ بیاہ شادی میں ناچ باجے کا ہونا۔ آتشبازی چھوڑنا۔ بچوں کی بانجھی رکھانا۔ تصویر رکھنا۔ کتا پالنا۔ ہم ہر ایک رسم کو الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

ناچ کا بیان

شادیوں میں دو طرح پر ناچ ہوتا ہے۔ ایک تو رنڈی وغیرہ کا ناچ جو مردانے میں کرایا جاتا ہے۔ دوسرا وہ ناچ جو خاص عورتوں کی محفل میں ہوتا ہے کہ کوئی ڈومنی میراسن وغیرہ ناچتی ہے اور گولا کمرہ وغیرہ مٹکا چٹکا کر تماشا کرتی ہے۔ یہ دونوں حرام اور ناجائز ہیں۔ رنڈی کے ناچ میں جو جو گناہ اور خرابیاں ہیں اُن کو سب جانتے ہیں کہ نامحرم عورت کو سب مرد دیکھتے ہیں یہ آنکھ کا زنا ہے۔ اِس کے بولنے اور گانے کی آواز سُنتے ہیں یہ کان کا زنا ہے اُس سے باتیں کرتے ہیں یہ زبان کا زنا ہے۔ اُس کی طرف دل کو رغبت ہوتی ہے۔ یہ دل کا زنا ہے۔ جو زیادہ بیحیا ہیں اُس کو ہاتھ بھی لگاتے ہیں یہ ہاتھ کا زنا ہے۔ اس کی طرف چل کر جاتے ہیں یہ پاؤں کا زنا ہے بعضے بدکاری بھی کرتے ہیں۔ یہ تو اصل زنا ہے۔ حدیث شریف میں یہ مضمون صاف صاف آگیا ہے کہ جس طرح بدکاری زنا ہے اسی طرح

ملہ معلوم کرنا چاہئے کہ رسمیں تدابیر کے لئے ایسی ہیں جیسے بدن انسان کے لئے دل۔ مذاہب نے انکا بالذات اور سب سے پہلے قصد کیا ہے اور شرائع الہیہ میں انہیں کے مباحث اور اشارات ہوا کرتے ہیں رسموں کے پیدا ہونے کے بہت سے اسباب ہیں مثلاً حکما کا اُن کو مستنبط کرنا یا اُن دلوں پر خدا کا الہام جن کو انوار غیبی سے خدا نے موید کیا ہے لوگوں میں رسموں کے پھیلنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ کسی بادشاہ کی پیروی یا ولی شہادت وغیرہ۔ اور مستعمل طریقے اپنی اصلی حالت میں درست ہوتے ہیں۔ ان سے عمدہ تدابیر کی حفاظت اور کمال نظری یا عملی حاصل ہوتا ہے اور ان کے نہ ہونے سے اکثر لوگ بہائم طبیع ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان رسموں میں کبھی کبھی باطل چیزیں بھی شامل ہو جاتی ہیں جیسے کسی خاندان کو ریاست ملجائے اُن پر جنسی رائیں غالب آجائیں اور وہ کلی مصلحتوں کا خیال نہ کریں جس کی وجہ سے وہ حیوانی اور غضب وغیرہ وغیرہ کے سے کام کرنے لگیں یا م

م نفسانی خواہشوں کے موافق کام کریں یا لباس اور ولیموں میں ایسے عادات اختیار کریں جن میں فضول خرچی اور اسراف ہو یا تفریح کے لئے اپنے شوق بڑھائیں جن کے سبب سے امور معاش و معاد معطل ہو جائیں۔ اس حصہ میں اسی دوسری قسم کی رسموں کا تفصیلی بیان ہے ۱۲ ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ج ۱

ملہ یعنی سر کے درمیان کے بالوں کا منڈوا دینا ۱۲ ملہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کتب علی ابن آدم نصیبہ من الزنا فہو مدرک ذلک لا محالۃ العینان زناہما النظر والاذنان زناہما الاستماع واللسان زناہ الکلام والید زناہا البطش والرجل زناہا الخطا والقلب یہوی ویتمنی ویصدق ذلک الفرج ویکذبہ

۴ الحدیث ۱۲ رواہ مسلم ترغیب و ترہیب صفحہ ۳۳۲ ج)

آنکھ سے دیکھنا، کان سے سُننا، پاؤں سے چلنا وغیرہ۔ ان سب باتوں سے زنا کا گناہ ہوتا ہے۔ پھر گناہ کو کھلم کھلا کرنا شریعت میں اور بھی بُرا ہے۔ حدیث شریف[1] میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کبھی کسی قوم میں بے حیائی اور فحش اتنا پھیل جائے کہ لوگ کھلم کھلا کرنے لگیں تو ضرور ان میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل پڑتی ہیں کہ اُن کے بزرگوں میں کبھی نہیں ہوئیں۔ اَب سمجھو کہ جب یہ ناچ ایسی بُری چیز ہے تو بعضے آدمی جو شادی کے موقع پر اُس کا سامان کرتے ہیں یا دوسری طرف والوں پر تقاضا کرتے ہیں۔ یہ لوگ کس قدر گنہگار ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ محفل کرانے والا جتنے آدمیوں کو گناہ کی طرف بُلاتا ہے، جس قدر جُدا جُدا سب کو گناہ ہوتا ہے وہ سب ملا کر اِس اکیلے کو اتنا ہی گناہ ہوگا۔ مثلاً فرض کرو کہ مجلس میں سَو آدمی آئے تو جتنا گناہ ہر ہر آدمی کو ہوا وہ سب اِس اکیلے کو ہوا۔ یعنی مجلس کرنے والے کو پورے سَو آدمیوں کا گناہ ہوا۔ بلکہ اُس کی دیکھا دیکھی جو کوئی جب کبھی ایسا جلسہ کرے گا اُس کا گناہ بھی اُس کو ہوگا۔ بلکہ اُس کے مرنے کے بعد بھی جب تک اُس کا بنیاد ڈالا ہوا سلسلہ چلے گا۔ اُس وقت تک برابر اُس کے نامۂ اعمال میں گناہ بڑھتا رہے گا۔ پھر اُس مجلس میں باجہ گاجہ بھی بے دھڑک بجلیا جاتا ہے جیسے طبلہ سارنگی وغیرہ۔ یہ بھی ایک گناہ ہوا۔ حضرت[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ کو میرے پروردگار نے اِن باجوں کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جس کے مٹانے کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاویں۔ اُس کے رونق دینے والے کے گناہ کا کیا ٹھکانا۔ اور دنیا کا نقصان اِس میں عورتوں کے لئے یہ ہے کہ بعض دفعہ اُن کے شوہر کی یا دولہا کی طبیعت ناچنے والی پر آجاتی ہے اور اپنی بی بی سے دل ہٹ جاتا ہے یہ ساری عُمر روتی ہیں۔ پھر غضب یہ کہ اُس کو ناموری اور آبرو کا سبب جانتی ہیں۔ اور اُس کے نہ ہونے کو ذلت اور شادی کی بے رونقی جانتی ہیں۔ اور گناہ پر فخر کرنا۔ اور گناہ نہ کرنے کو بے عزتی سمجھنا۔ اس سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے تو دیکھو یہ کتنا بڑا گناہ ہوا۔ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ لڑکی والا نہیں مانتا بہت مجبور کرتا ہے۔ اِن سے پوچھنا چاہئے کہ لڑکی والا اگر یہ زور ڈالے کہ پشواز پہن کر تم خود ناچو۔ تو کیا لڑکی لینے کے واسطے تم ناچو گے یا غصہ میں درہم برہم ہو کر مرنے مارنے کو تیار ہو جاؤ گے۔ اور لڑکی نہ ملنے کی کچھ پرواہ نہ کرو گے۔ بس مسلمان کا فرض ہے کہ شریعت نے جس کو حرام کیا ہے اس سے اتنی ہی نفرت ہونی چاہئے جتنی اپنی طبیعت کے خلاف کاموں سے ہوتی ہے تو جیسے اُس میں شادی ہونے نہ ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی اسی طرح خلافِ شرع کاموں میں صاف جواب دیدینا چاہئے۔ کہ چاہے شادی کرو یا نہ کرو۔ ہم ہرگز ناچ نہ ہونے دیں گے۔ اسی طرح اُس میں شریک بھی نہ ہونا چاہئے۔ نہ دیکھنا چاہئے۔ اب رہ گیا وہ ناچ جو عورتوں میں ہوتا ہے اُس کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔ خواہ اُس میں ڈھول وغیرہ کسی قسم کا باجہ ہو یا نہ ہو ہر طرح ناجائز ہے

ــه لباس جو تہمد والی پاجامہ کی بجائے پہنتی ہے۔ یہ گھیر دار لہنگے کی طرح ہوتا ہے ٥ ✤

[1] عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال اقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا معشر المہاجرین خمس خصال اذا ابتلیتم بہن اعوذ باللہ ان تدرکوہن لم تظہر الفاحشۃ فی قوم قط حتی یعلنوا بہا الا فشا فیہم الطاعون والاوجاع التی لم تکن مضت فی اسلافہم الذین مضوا (رواہ ابن ماجۃ ترغیب وترہیب بحاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۳)

[2] عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد متفق علیہ ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاہا اللہ ورسولہ کان علیہ من الاثم مثل آثام من عمل بہا لا ینقص ذلک من اوزارہم شیئا رواہ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰)

[3] عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عز وجل بعثنی رحمۃ وہدی للعالمین وامرنی ان امحق المزامیر والکفارات یعنی البرابط والمعازف والاوثان التی کانت تعبد فی الجاہلیۃ رواہ احمد فی مسندہ بسندہ الی ابی امامہ

[5] یعنی تہمد کی جگہ

کتابوں میں بندروں کے ناچ تماشہ تک کو منع لکھا ہے تو آدمیوں کا نچانا کس طرح بُرا نہ ہوگا۔ پھر یہ کہ کبھی گھر کے مَردوں کی بھی نظر پڑتی ہے اور اُس میں وہی خرابیاں ہوتی ہیں جن کا ابھی بیان ہوا۔ کبھی یہ ناچنے والی گاتی بھی ہے اور گھر سے باہر مَردوں کے کان میں آواز پہنچتی ہے۔ جب مَردوں کو عورت کا گانا سُننا گناہ ہے تو جو عورت اُس گناہ کا باعث بنی وہ بھی گنہگار ہوگی۔ بعض عورتیں اُس ناچنے والی کے سر پر ٹوپی رکھ دیتی ہیں۔ اور مَردوں کی شکل اور وضع بنانا عورتوں کو حرام ہے تو اس گناہ کی تجویز کرنے والی بھی گنہگار ہوگی۔ اور اگر باجہ بھی اُس کے ساتھ ہو تو باجہ کی بُرائی ابھی ہم لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح گانا چونکہ اکثر گانے والی جوان، خوش آواز، عشقیہ مضمون یاد رکھنے والی تلاش کی جاتی ہے اور اکثر اُس کی آواز غیر مَردوں کے کان میں پہنچتی ہے۔ اور اس گناہ کا سبب گھر کی عورتیں ہوتی ہیں۔ اور کبھی کبھی ایسے مضمونوں کے شعروں سے بعضی عورتوں کے دل بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ پھر رات رات بھر یہ شغل رہتا ہے۔ بہت عورتوں کی نمازیں صبح کی غارت ہو جاتی ہیں۔ اس لئے یہ بھی منع ہے۔ غرضیکہ ہر قسم کا ناچ اور راگ باجہ جو آج کل ہوا کرتا ہے۔ سب گناہ ہے۔

کتّا پالنے اور تصویروں کے رکھنے کا بیان

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نہیں داخل ہوتے فرشتے رحمت کے جس گھر میں کتّا یا تصویر ہو۔ اور فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بجز ان تین غرضوں کے کسی اور طرح کتّا پالے یعنی مواشی کی حفاظت، کھیت کی حفاظت اور شکار کے سوائے اور کسی فائدہ کے لئے کتّا پالے، اُس کے ثواب میں سے ہر روز ایک ایک قیراط گھٹتا رہے گا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ میاں کے یہاں کا قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ ان حدیثوں سے تصویر بنانا، تصویر رکھنا، کتّا پالنا سب کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے اس لئے ان باتوں سے بہت بچنا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعضی لڑکیاں یا عورتیں جو تصویر دار گُڑیاں

ذریعہ معاش ہے تو دو قیراط والی حدیث کے مطابق عمل میں کمی ہوگی اور اگر کم شریر ہے تو ایک قیراط والی حدیث کے مطابق عمل میں کمی ہوگی یا تو یوں کہو کہ یہ باختلاف مکان کی نسبت سے ہے یعنی مکہ اور مدینہ میں کوئی کتّا پالے گا تو اس کے عمل میں دو قیراط کی کمی ہوگی اور اگر دوسری جگہ کوئی پالے گا تو ایک قیراط کی کمی ہوگی۔ تصویر ہی کے حکم میں فوٹو بھی داخل ہے۔ چنانچہ فوٹو کھینچنا اور کھنچوانا اور پاس رکھنا یہ سب حرام ہے۔ البتہ اگر شدید ضرورت پڑے تو مضائقہ نہیں جیسے حج کے لئے پاسپورٹ حاصل کرتے وقت اگر حکومت فوٹو کی پابندی لگا دے تو یہ مجبوری میں داخل ہے مکان یا کپڑے کی زیبائش کے لئے اگر بے جان چیزوں کا فوٹو یا تصویر استعمال کرے تو جائز ہے۔ موجودہ زمانہ میں فن لطیف کی آڑ لیکر اکثر آدمی اسے جائز قرار دیتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔ اسلام فن لطیف کو اس حد تک جائز قرار دیتا ہے جہاں تک کہ مفاسد کا باب وا نہ ہو۔ جوں ہی فتنہ کا دروازہ نظر آتا ہے اسلام وہاں بریک لگا دیتا ہے ایک صاحب فن کے لئے بے جان چیزوں میں جان ڈالنے کا میدان اتنا وسیع ہے کہ جاندار چیزوں کو بے جان کرنے کی فرصت ہی نہیں مل سکتی ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال

ابی طلحۃ قال قال ... اللہ علیہ وسلم لا تدخل ... بیتا فیہ کلب ولا تصاویر ... مشکوٰۃ ص۳۸۵ ... عبد اللہ بن مسعود ... رسول اللہ صلی ... لم یقول ان اشد ... عذابا عند اللہ ... متفق علیہ ... ۳۸۵

... یہ ہے کہ اسلام ... پرستی کی تعلیم دی ... بت پرستی کو نہیں ... ذریعہ ہے تخصیص ... اس لئے اس سے منع

... ابن عمر قال ... اللہ صلی اللہ علیہ ... من اقتنی کلبا الا کلب ... صید نقص من اجرہ ... قیراطان متفق علیہ ... (ص۳۶۰) وعن ابی ... قال قال رسول اللہ ... علیہ وسلم من اتخذ ... کلبا الا کلب ماشیۃ او صید ... نقص من اجرہ ... قیراط متفق علیہ ... ۳۶۰ ... ان دونوں روایتوں ... طرح تطبیق دی ... کہ قیراط کے عدد میں ... کتے کی نوعیت کی ... ہے اگر کتا زیادہ

۱۵

ص۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتبع جنازۃ مسلم ایمانا واحتسابا وکان معہ حتی یصلی علیہا ویفرغ من دفنہا فانہ یرجع من الاجر بقیراطین کل قیراط مثل احد

بناتی ہیں یا ایسی گڑیاں بازار سے منگاتی ہیں۔ اور کھلونے مٹی کے یا مٹھائی کے بچوں کے لئے منگا دیتی ہیں یہ سب منع ہیں۔ اپنے بچوں کو اس سے روکنا چاہئے۔ اور ایسے کھلونے توڑ دینا چاہئیں اور ایسی گڑیاں جلا دینی چاہئیں اسی طرح جو بعضے لڑکے کتے کے بچے پالا کرتے ہیں۔ ماں باپ کو چاہئے کہ ان کو روکیں۔ نہ مانیں تو سختی کریں۔

آتشبازی کا بیان

شب برات میں یا شادی میں انار، پٹاخے یا آتش بازی چھڑانے میں کئی گناہ ہیں اول مال فضول برباد جاتا ہے۔ قرآن شریف میں مال کے فضول اُڑانے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔ اور ایک آیت میں فرمایا ہے کہ مال فضول اُڑانے والوں کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے یعنی ان سے بیزار ہیں۔ دوسرے ہاتھ پاؤں کے جلنے کا اندیشہ یا مکان میں آگ لگ جانے کا خوف۔ اور اپنی جان یا مال کو ایسی ہلاکت اور خطرے میں ڈالنا خود شرع میں بُرا ہے۔ تیسرے اکثر لکھے ہوئے کاغذ آتش بازی کے کام میں لاتے ہیں۔ خود حروف بھی ادب کی چیز ہیں۔ اس طرح کے کاموں میں ان کو لانا منع ہے۔ بلکہ بعض بعض کاغذوں پر قرآن کی آیتیں یا حدیثیں یا نبیوں کے نام لکھے ہوتے ہیں۔ بتلاؤ تو سہی ان کے ساتھ بے ادبی کرنے کا کتنا بڑا وبال ہے۔ تم اپنے بچوں کو ان کاموں کے واسطے کبھی پیسے مت دو۔

شطرنج، تاش، گنجفہ، چوسر، کنکوے وغیرہ کا بیان

حدیثوں میں شطرنج کی بہت ممانعت آئی ہے۔ اور تاش، گنجفہ، چوسر وغیرہ بھی مثل شطرنج کے ہیں۔ اس لئے سب منع ہیں اور پھر ان میں دل اس قدر لگتا ہے کہ ان کا کھیلنے والا کسی اور کام کا نہیں رہتا اور ایسے شخص کے دین اور دنیا کے بہت سے کاموں میں خلل پڑتا ہے تو جو کام ایسا ہو وہ بُرا کیوں نہ ہوگا یہی حال کنکوے یعنی پتنگ کا بھی ہے یہی خرابیاں اس میں بھی ہیں۔ بلکہ بعضے لڑکے اس کے پیچھے چھتوں سے گر کر مر گئے ہیں۔ غرض تم کو خوب مضبوط رہنا چاہئے اور ہرگز اپنے بچوں کو ایسے کھیل مت کھیلنے دو، نہ ان کو پیسے دو۔

بچوں کی بابری کھانے کا یعنی بیچ میں سے سر کھلوانے کا بیان

حدیث شریف میں آیا ہے کہ منع فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے۔ اور قزع کے معنی

ح تصویر دار نہیں تھیں اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر وہ تصویر دار بھی رہی ہوں تو وہ اس حکم سے پہلے تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے کی ممانعت فرمائی ۱۲

ھ حدیث میں آیا ہے کہ من تشبہ بقوم فہو منہم چنانچہ بابری رکھانا یا انگریزی بال رکھوانا دونوں ممنوع ہیں عورتوں کا انگریزی بال رکھوانا یا پٹہ رکھوانا یا بے دین عورتوں کی طرح مانگ پٹی کرنا سب ناجائز ہے۔ اسی طرح بچوں کے بال بے دینوں کی طرح کٹوانے سے اس کا گناہ والدین پر پڑے گا۔ ہر قوم اپنی تہذیب کو لوگوں میں ← دیکھنا چاہتی ہے۔ اس لئے اپنی تہذیب کی تبلیغ و اشاعت کرنی چاہئے نہ یہ کہ بے دینوں کی تہذیب کو خود ہی اختیار کرے۔ اس سے ذہن میں ایک قسم کی پستی پیدا ہو جاتی ہے اور احساس

ا ای المبذر اخوانی الشیاطین
ب انہ لا یحب المسرفین
ج لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ ۱۲
د عن علی انہ یقول الشطرنج میسر الاعاجم وعن ابی موسیٰ الاشعری قال لا یلعب بالشطرنج الا خاطیٔ وعنہ انہ سئل عن لعب الشطرنج فقال ہی من الباطل ولا یحب اللہ الباطل روی البیہقی الثلثۃ فی شعب الایمان ۱۲ مشکوٰۃ ص ۳۸۶
ہ پتنگ بازی اسراف اور ہلاکت میں داخل ہے اور حاشیہ نمبر ۳ میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ نیز اکثر نوابوں کے خاندانوں میں رواج ہے کہ پتنگ میں بھی بازی اور شرط لگاتے ہیں۔ اس سے جوئے کی قبیل میں داخل ہو جاتی ہے ۱۲
و یعنی شیر وغیرہ کے وہ کھلونے جو جاندار کی صورت پر ہوں۔
ز حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں کا ذکر احادیث میں آتا ہے۔ مگر وہ ←

عربی میں یہ ہیں کہ کہیں سے سر منڈوائے اور کہیں سے چھوڑ دے۔

دوسرا باب اُن رسموں کے بیان میں جن کو لوگ جائز سمجھتے ہیں

جتنی رسمیں دنیا میں آنے کے وقت سے مرتے دم تک کی جاتی ہیں ان میں سے اکثر بلکہ تمام رسمیں اسی قسم سے ہیں جو بڑے بڑے سمجھدار اور عقلمند لوگوں میں طوفانِ عام کی طرح پھیل رہی ہیں۔ جن کی نسبت لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس میں گناہ کی کونسی بات ہے۔ مرد اور عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ کچھ کھانا پلانا ہوتا ہے، کچھ دینا دلانا ہوتا ہے کوئی ناچ نہیں ننگ نہیں راگ باجہ نہیں۔ پھر اس میں شرع کے خلاف ہونے کی کیا بات ہے۔ جس سے روکا جائے۔ اس غلط گمان کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ عام دستور و رواج ہو جانے کی وجہ سے عقل پر پردے پڑ گئے۔ اس لئے ان رسموں کے اندر جو خرابیاں اور باریک بُرائیاں ہیں وہاں تک عقل کو رسائی نہیں ہوئی۔ جیسے کوئی نادان بچہ مٹھائی کا مزہ اور رنگ دیکھکر سمجھتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی چیز ہے۔ اور اُس نقصان اور خرابیوں پر نظر نہیں کرتا جو اُس کے کھانے سے پیدا ہوں گی جن کو ماں باپ سمجھتے ہیں۔ اور اسی کی وجہ سے اُس کو روکتے ہیں۔ اور وہ بچہ اُن خیر خواہوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ حالانکہ اُن رسموں میں جو خرابیاں ہیں وہ ایسی زیادہ باریک اور پوشیدہ بھی نہیں۔ بلکہ ہر شخص اِن رسموں کی وجہ سے پریشان اور تنگ ہے اور ہر شخص چاہتا ہے اگر یہ رسمیں نہ ہوتیں تو بڑا اچھا ہوتا۔ لیکن دستور پڑ جانے کی وجہ سے سب خوشی خوشی کرتے ہیں اور یہ کسی کی بھی ہمت نہیں ہوتی کہ سب کو ایک دم سے چھوڑ دیں۔ بلکہ طرہ یہ کہ سمجھاؤ تو اُلٹے ناخوش ہوتے ہیں غرضیکہ ہم ہر ہر رسم کی خرابیاں تمھیں سمجھائے دیتے ہیں۔ تاکہ اِن خرافات کا گناہ ہونا سمجھ میں آجائے اور ہندوستان کی یہ بلا دُور ہو کر کافور ہو جائے۔ ہر مسلمان مرد عورت کو لازم ہے کہ ان سب بیہودہ رسموں کے مٹانے پر ہمت باندھے اور دل وجان سے کوشش کرے کہ ایک رسم بھی باقی نہ رہے۔ اور جس طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں بالکل سادگی سے سیدھے سادھے طور پر کام ہوا کرتے تھے اُس کے موافق اب پھر ہونے لگیں۔ جو بیبیاں اور جو مرد یہ کوشش کریں گے اُن کو بڑا ثواب ملے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سنت کا طریقہ مٹجانے کے بعد جو کوئی زندہ کر دیتا ہے۔ اُس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ چونکہ ساری رسمیں تمھارے ہی متعلق ہیں۔ اس لئے تم اگر ذرا بھی کوشش کروگی تو بڑی جلدی اثر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بچہ پیدا ہونے کی رسموں کا بیان

۱۔ یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جہانتک ہو سکے پہلا بچہ باپ ہی کے گھر ہونا چاہئے۔ جس سے بعض وقت قریب زمانۂ تولد میں بھیجنے کی پابندی میں یہ بھی تمیز نہیں رہتی کہ یہ سفر کے قابل ہے یا نہیں۔ جس سے

بعض اوقات کوئی بیماری ہو جاتی ہے۔ حمل کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ مزاج میں ایسا تغیر اور تکان ہو جاتا ہے کہ اُس کو اور بچے کو مدت تک بھگتنا پڑتا ہے بلکہ تجربہ کار لوگ کہتے ہیں کہ اکثر بیماریاں بچوں کو زمانہ حمل کی بے احتیاطیوں سے ہوتی ہیں۔ غرضکہ دو جانوں کا نقصان اس میں پیش آتا ہے۔ پھر یہ کہ ایک غیر ضروری بات کی اس قدر پابندی کہ کسی طرح ٹلنے ہی نہ پائے۔ اپنی طرف سے ایک نئی شریعت بنانا ہے خصوصاً جبکہ اُس کے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہو کہ اُس کے خلاف کرنے سے کوئی نحوست ہوگی یا بیماری یا بدنامی ہوگی۔ نحوست کا عقیدہ تو بالکل ہی شرک ہے۔ کیونکہ نفع نقصان پہنچانے والا فقط اللہ ہے۔ تو جب کسی چیز کو منحوس سمجھا اور یہ جانا کہ اس سے نقصان ہوگا تو یہ شرک ہو گیا۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ٹونا، ٹوٹکا شرک ہے۔ اور بدنامی کا اندیشہ کرنا تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے اور تکبر کا حرام ہونا صاف قرآن مجید اور حدیث شریف میں مذکور ہے اور اکثر خرابیاں اور پریشانیاں اسی ننگ و ناموس ہی کی بدولت گلے کا ہار ہو گئی ہیں۔

۲۔ بعض جگہ پیدا ہونے سے پہلے چھاج یعنی سوپ یا چھلنی میں کچھ اناج اور سوا پیسہ مشکل کشا کے نام کا رکھا جاتا ہے۔ یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ اور بعضی جگہ یہ دستور ہے کہ جب عورت پہلے پہل حاملہ ہوتی ہے کبھی پانچویں مہینے کبھی ساتویں مہینے کبھی نویں مہینے گود بھری جاتی ہے۔ یعنی سات قسم کے میوے ایک پوٹلی میں باندھ کر حاملہ عورت کی گود میں رکھتی ہیں۔ اور پنجیری اور گلگلے پکا کر رتجگا کرتی ہیں۔ اور جس کا پہلا بچہ ضائع ہو جاتا ہے اُس کے لئے یہ رسم نہیں ہوتی۔ یہ بھی خواہ مخواہ کی پابندی اور شگون ہے جس کی برائی جا بجا (یعنی جگہ جگہ) پڑھ چکی ہو۔ اور بعضی جگہ زچہ کے پاس تلوار یا چھری حفاظت بلیات (یعنی بلاؤں سے بچانے کے لئے ۱۲ ش) کے واسطے رکھ دیتی ہیں۔ یہ بھی محض ٹوٹکا اور شرک کی بات ہے۔

۳۔ پیدا ہونے کے بعد گھر والوں کے ساتھ کنبے کی عورتیں بطور نیوتے کے کچھ جمع کر کے دائی کو دیتی ہیں۔ اور ہاتھ میں نہیں دیتیں۔ بلکہ ٹھیکرے میں ڈالتی ہیں۔ بھلا یہ دینے کا کونسا معقول طریقہ ہے کہ ہاتھ کو چھوڑ کر ٹھیکرے میں ڈالا جائے۔ اور اگر ٹھیکرے میں نہ ڈالیں ہاتھ ہی میں دیں تب بھی غور کرنے کی بات ہے کہ اِن دینے والیوں کا مقصود اور نیت کیا ہے۔ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگی اُس وقت کی تو خبر نہیں کہ کیا مصلحت ہو شاید خوشی کی وجہ سے ہو کہ سب عزیزوں کا دل خوش ہوا، بطور انعام کے کچھ کچھ دیدیا مگر اب تو یقینی بات ہے کہ خوشی ہو نہ ہو، دل چاہے یا نہ چاہے دینا ہی پڑتا ہے۔ کنبے کی بعض عورتیں نہایت مفلس اور غریب ہوتی ہیں اُن کو بھی بلاوے پر بلاوا بھیجکر بلایا جاتا ہے۔ اگر نہ جائیں تو تمام عمر شکایت رہے۔ اگر جائیں تو اتنی چونی کا انتظام کر کے لیجائیں۔ نہیں تو بیبیوں میں سخت ذلت اور شرمندگی ہو۔

۵۱ عن ابی ہریرۃ رضی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا طیرۃ الحدیث ۱۲ مشکوٰۃ ص ۳۴۴

۵۲ عن عبد اللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الطیرۃ شرک قال ثلاثا الحدیث ۱۲ ابو داؤد والترمذی ص ۳۴۴

۵۳ انہ لا یحب المستکبرین (سورۂ نحل رکوع ۳) فلبئس مثوی المتکبرین (سورۂ نحل رکوع ۴ پارہ ۱۴) ۱۲

۵۴ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر رواہ مسلم ۱۲ مشکوٰۃ ص ۴۳۳ ❖

غرض جاؤ اور جبراً قہراً دے کر آؤ۔ یہ کیسا اندھیر ہے کہ گھر بلا کر لوٹا جاتا ہے۔ خوشی کی جگہ بعضوں کو تو پورا جبر گذرتا ہے۔ خود ہی انصاف کرو کہ یہ کیسا ہے اور اس طرح مال کا خرچ کرنا اور لینے والی کو یا گھر والوں کو اس لینے دینے کا سبب بننا کہاں جائز ہے کیونکہ دینے والی کی نیت تو محض اپنی بڑائی اور نیک نامی ہے جس کی نسبت حدیث[1] شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی شہرت کا کپڑا پہنے قیامت میں اللہ تعالیٰ اُس کو ذلت کا لباس پہنائیں گے۔ یعنی جو کپڑا خاص شہرت اور ناموری کے لئے پہنا جاوے اُس پر یہ عذاب ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ شہرت و ناموری کے لئے کوئی کام کرنا جائز نہیں یہاں تو خاص یہی نیت ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کہیں کہ فلانی نے اتنا دیا۔ ورنہ مطعون کریں گے۔ نام دھریں گے کہ فلانی ایسی کنجوس ہے جس سے ایک ٹکا بھی نہ دیا گیا خالی خولی آ کے ٹھونٹھا ایسی بیٹھ گئی ایسے آنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ دینے والی کو تو یہ گناہ ہوئے۔ اب لینے والی کو سُنیئے حدیث شریف میں آیا ہے کسی مسلمان کا مال بدون اس کی دلی خوشی کے حلال نہیں۔[2] سو جب کسی نے جبراً کراہت سے دیا تو لینے والی کو لینے کا گناہ ہوا۔ اگر دینے والی کھاتی پیتی اور مالدار ہے اور اس پر جبر بھی نہیں گذرا۔ مگر غرض تو اس کی بھی وہی شیخی اور فخر کرنا ہے جس کی نسبت حدیث شریف[3] میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جو فخر کے لئے کھانا کھلائیں۔ غرضکہ ایسے کا کھانا کھانا۔ یا اس کی چیز لینا بھی منع ہے۔ غرضکہ لینے والی بھی گناہ سے نہ بچی۔ اب گھر والوں کو دیکھو۔ وہی لوگ بلا بلا کر ان گناہوں کے سبب ہوئے تو وہ بھی گنہگار ہوئے۔ غرضکہ اچھا نیوطہ ہوا کہ سب کو گناہ میں نیوط دیا۔ اور اس نیوطہ کی رسم میں جو اکثر تقریبوں میں ادا کی جاتی ہے۔ ان خرابیوں کے سوا ایک اور بھی خرابی ہے وہ یہ کہ جو کچھ نیوط آتا ہے وہ سب اپنے ذمے قرض ہو جاتا ہے اور قرض[4] کا بلا ضرورت لینا منع ہے۔ پھر قرض کا حکم یہ ہے کہ جب کبھی اپنے پاس ہو ادا کر دینا ضروری ہے اور یہاں یہ انتظار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے یہاں بھی جب کبھی کوئی کام ہو تب ادا کیا جائے۔ اور اگر کوئی شخص نیوطے کا بدلہ ایک ہی آدھ دن کے بعد دینے لگے تو ہرگز کوئی قبول نہ کرے یہ دوسرا گناہ ہوا۔ اور قرض کا حکم یہ ہے کہ گنجائش ہو تو ادا کر دو نہ پاس ہو نہ دو۔ جب ہوگا دیدیا جاوے گا۔ یہاں یہ حال ہے کہ پاس ہو یا نہ ہو قرض دام لیکر گروی رکھ کر ہزار فکر کر کے لاؤ اور ضرور دو۔ پس تینوں حکموں میں شریعت کی مخالفت ہوئی۔ اس لئے نیوطے کی رسم جیسا آجکل دستور ہے جائز نہیں ہے۔ نہ کسی کا کچھ لو اور نہ دو۔ دیکھو تو اس میں خدا اور رسول کی خوشنودی کی ہوا راحت و آرام کتنی بڑی ہے۔ اسی طرح بچے کے کان میں اذان دینے کے وقت گڑ یا بتاشے کی تقسیم کا پابند ہو جانا بالکل شرع کی حد سے نکلنا ہے۔ بہم۔ پھر نائن گود میں کچھ اناج ڈال کر سارے کنبے میں بچے کا سلام کہنے جاتی ہے اور

راحتہ علی جبہتہ فقال سبحان اللہ ماذا انزل من التشدید فسکتنا و فزعنا فلما کان من الغد سالتہ یا رسول اللہ ما ہذا التشدید الذی نزل فقال والذی نفسی بیدہ لو ان رجلا قتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم قتل ثم احیی ثم قتل وعلیہ دین ما دخل الجنۃ ۱۲ جمع الفوائد صہ ۳۵۹ ج ۱ +

[1] عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس ثوب شہرۃ فی الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیامۃ رواہ احمد و ابو داؤد (مشکوٰۃ صہ ۳۷۳) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من لبس ثوب شہرۃ اعرض اللہ عنہ حتی یضعہ متی وضعہ وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما یرفعہ قال من لبس ثوب شہرۃ البسہ اللہ ایاہ یوم القیامۃ ثم الہب فیہ النار ومن تشبہ بقوم فہو منہم ذکرہ رزین فی جامعہ ۱۲ ترغیب و ترہیب صہ ۵۷ ج ۳

[2] لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منہ ۱۲ کنوز الحقائق صہ ۱۹۶

[3] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتباریان لا یجابان ولا اکل طعامہما قال الامام احمد یعنی المتعارضین بالضیافۃ فخرا و ریاء رواہ البیہقی ۱۲ مشکوٰۃ صہ ۲۷۹

[4] کما صرح بفرضیت الشامی صہ ۲۹۰ ج ۴ مصری ۱۲

[5] عن محمد بن جحش قال کنا جلوسا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرفع راسہ الی السماء ثم وضع

وہاں سب عورتیں اس کو اناج دیتی ہیں۔ اس میں بھی وہی خیالات اور نیتیں ہیں جو ابھی اوپر بیان ہوئیں اس لئے اسکو بھی چھوڑنا چاہیئے۔ (۵) گھر پر سب کمینوں کو حق دیا جاتا ہے جن کو چھتیس تھانہ کہتے ہیں۔ ان میں بعض لوگ خدمتگذار ہیں ان کو تو حق سمجھ کر یا انعام سمجھ کر دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ بلکہ بہتر ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ اپنے مقدور کا لحاظ رکھے۔ یہ نہ کرے کہ خواہی نخواہی قرض لے چاہے سودی ملے۔ مگر قرض ضرور لیوے۔ اپنی زمین باغ کو بیچنا پڑے۔ یا کچھ گروی رکھے۔ اگر ایسا کرے گی تو نام ونمود کی نیت ہونے یا بلاضرورت قرض لینے اور سود دینے کی وجہ سے جو کہ گناہ میں سود لینے کے برابر ہے یا تکبر اور فخر کی نیت ہونے کی وجہ سے ضرور گنہگار ہوگی۔ خیر یہ تو خدمتگذاروں کے انعام میں گفتگو تھی۔ بعضے وہ کمین ہیں جو کسی مصرف کے نہیں نہ وہ کوئی خدمت کریں نہ کسی کام آئیں نہ ان سے کوئی ضرورت پڑے مگر قرضخواہوں سے بڑھکر تقاضا کرنے کو موجود۔ اور خواہی نخواہی ان کا دینا ضرور۔ اس میں بھی جو جو خرابیاں اور جو جو گناہ دینے لینے والوں کے حق میں ہیں اُن کا بیان اُوپر آچکا ہے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر جب ان کا کوئی حق نہیں تو اُن کو دینا محض احسان اور انعام ہے اور احسان میں ایسی زبردستی کرنا حرام ہے کہ جی چاہے نہ چاہے بدنامی کے خیال سے دینا ہی پڑے اور اس رسم کو جاری رکھنے میں اس حرام بات کو قوت ہوتی ہے اور حرام بات کو قوت دینا اور رواج دینا بھی حرام ہے اس کو بھی بالکل روکنا چاہیئے۔

(۶) پھر دُھیانیوں کو دودھ دُھلائی کے نام سے کچھ دیا جاتا ہے۔ اس میں بھی وہی ضروری سمجھنا اور جبراً قہراً دینا اگر خوشی سے دیا تو ناموری اور سُرخروئی کے لئے دینا یہ سب خرابیاں موجود ہیں اور چونکہ یہ رسم ہندوؤں کی ہے اس لئے اس میں جو کافروں کی مشابہت ہے وہ جُدا۔ اس لئے یہ بھی جائز نہیں۔ غرضیکہ یہ عام قاعدہ سمجھ لو کہ جو رسم اتنی ضروری ہو جائے کہ خواہی نخواہی جبراً قہراً کرنا پڑے اور نہ دینے میں ننگ وناموس کا خیال ہو یا محض اپنی بڑائی اور فخر کی راہ سے کی جاوے وہ بات حرام ہے۔ اتنی بات سمجھ لینے سے بہت سی باتیں تم کو خود بخود معلوم ہو جائیں گی۔

(۷) اچھوانی پھر گوند پنجیری سارے کنبے اور برادری میں تقسیم ہوتی ہے۔ اس میں بھی وہی نام ونمود وغیرہ خراب نیت اور نماز روزے سے بڑھکر ضروری سمجھنے کی علت موجود ہے۔ اور پنجیری میں تو اناج کی ایسی بے قدری ہوتی ہے کہ اچھی تو بہ تقریب والے کی تو اچھی خاصی لاگت لگ جاتی ہے اور وہ کسی کے مُنہ تک بھی نہیں جاتی۔ پھر بھلا اناج کی ایسی بے قدری کہاں جائز ہے۔ (۸) پھر نائی خط لیکر بہو کے میکے یا سُسرال میں خبر کرنے جاتا ہے اور وہاں اسکو انعام دیا جاتا ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جو کام دو پیسے کے پوسٹ کارڈ میں نکل سکے اس کے لئے ایک خاص آدمی کا جانا کونسی عقل کی بات ہے۔ پھر وہاں کھانے کو میسر ہو یا نہ ہو۔ نائی صاحب کا قرض جو نعوذ باللہ خدا کے قرض سے بڑھکر سمجھا جاتا ہے ادا کرنا ضرور۔ اور وہی ناموری کی نیت جبراً قہراً دینے وغیرہ کی خرابیاں یہاں بھی ہیں اس لئے یہ بھی جائز نہیں۔

(۹) سوا مہینے کا چلّہ نہانے کے وقت پھر سب عورتیں جمع ہوتی ہیں اور کھانا دہیں کھاتی ہیں اور رات کو کنبے یا برادری میں دو دو چاول تقسیم ہوتے ہیں۔ بھلا صاحب یہ زبردستی کھانے کی پخ لگانے کی کیا وجہ۔ دو قدم پر تو گھر۔ مگر کھانا یہاں

(حاشیہ) جیسی ... ۔ اور ... ۔

ف قرض

کھائیں۔ یہاں وہی مثل ہے کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ ان کی طرف سے تو یہ زبردستی اور گھر والوں کی نیت وہی ناموری اور طعن و تشنیع سے بچنے کی۔ یہ دونوں وجہیں اس کے منع ہونے کے لئے کافی ہیں۔ اسی طرح دودھ چاول کی تقسیم یہ بھی محض لغو ہے۔ ایک بچے کے ساتھ تمام بڑے بوڑھوں کو بھی دودھ پیتا بنانا گیا ضرور ہے۔ پھر اس میں بھی نماز روزے سے زیادہ پابندی اور ناموری اور نہ کرنے سے ننگ و ناموس کا زہر ملا ہوا ہے۔ اس لئے یہ بھی درست نہیں۔ (۱۰) اس سوا مہینے تک زچہ کو ہرگز نماز کی توفیق نہیں ہوتی۔ بڑی بڑی پابند نماز بھی بے پروائی کر جاتی ہیں۔ حالانکہ شرع سے یہ حکم ہے کہ جب خون بند ہو جائے فوراً غسل کرلے۔ اگر غسل نقصان کرے تو تیمم کر کے نماز پڑھنا شروع کرے۔ بغیر عذر کے ایک وقت کی بھی فرض نماز چھوڑنا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس کسی نے جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑ دی وہ ایمان سے نکل گیا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ ایسا شخص فرعون، ہامان، قارون کے ساتھ دوزخ میں ہوگا۔ (۱۱) پھر باپ کے گھر سے سسرال آنے کے لئے چھوچھک تیار ہوتی ہے جس میں حسب مقدور بلکہ طاقت سے زیادہ سسرال والوں کے جوڑے اور برادری کے لئے پنجیری اور لڑکی کے لئے زیور، برتن، جوڑے وغیرہ ہوتے ہیں۔ جب بہو چھوچھک لیکر سسرال میں آئی وہاں سب عورتیں چھوچھک دیکھنے آتی ہیں اور ایک وقت کھانا کھا کر چلی جاتی ہیں۔ ان سب باتوں میں جو اتنی پابندی ہے کہ فرض واجب سے بڑھکر سمجھی جاتی ہے اور وہی نام و نمود و ناموری کی نیت جو کچھ ہے سب ظاہر ہے۔ بھلا جس میں تکبر اور فخر وغیرہ اتنی خرابیاں ہوں وہ کیسے جائز ہوگی۔ اسی طرح بعضی جگہ یہ دستور ہے کہ بچے کی ننھیال سے کچھ کھچڑی، مرغی اور بکری اور کپڑے وغیرہ چھٹی کے نام سے آتے ہیں۔ اس میں بھی وہی ناموری اور خواہ مخواہ کی پابندی اور کچھ شگون بھی ہے اس لئے یہ بھی منع ہے۔ (۱۲) زچہ کے کپڑے، بچھونا، جوتیاں وغیرہ سب دائی کا حق سمجھا جاتا ہے بعض وقت اس پابندی کی وجہ سے تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے کہ وہی پرانی جوتی گھسیٹتی سٹر سٹر کرتی رہو۔ اچھا آرام کا بچھونا کیسے بچھے کہ چار دن میں چھن جائے گا۔ اس میں بھی وہی خرابیاں جو بیان ہوئیں موجود ہیں۔ (۱۳) زچہ کو بالکل نجس اور چھوت سمجھنا، اس سے الگ بیٹھنا، اس کا جھوٹا کھا لینا تو کیا معنی جس برتن کو چھولے اس میں بے دھوئے مانجھے پانی نہ پینا۔ غرضکہ بالکل بھنگن کی طرح سمجھنا یہ بھی محض لغو اور بیہودہ ہے۔ (۱۴) یہ بھی ایک دستور ہے کہ پاک ہونے تک یا کم از کم چھٹی نہانے تک زچہ کے شوہر کو اس کے پاس نہیں آنے دیتیں بلکہ اس کو عیب اور نہایت برا سمجھتی ہیں۔ اس پابندی کی وجہ سے بعض وقت بہت دقت اور حرج ہوتا ہے کہ کیسی ہی ضرورت ہو مگر کیا مجال جو وہاں تک رسائی ہو جائے۔ یہ کونسی عقل کی بات ہے کبھی کوئی ضروری بات کہنے کی ہوئی اور کسی اور سے کہنے کے قابل نہ ہوئی۔ یا کچھ کام نہ سہی تب بھی شاید اس کا دل اپنے بچے کو دیکھنے کے لئے چاہتا ہو۔ سارا جہان تو دیکھے مگر وہ نہ دیکھنے پائے یہ کیا لغو حرکت ہے۔ اچھے صاحبزادے تشریف لائے کہ میاں بیوی میں

۱؎ من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر جہارا رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس ۱۲ جامع صغیر

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اس نے اتنا بڑا گناہ کیا کہ کفر کے قریب پہنچ گیا نیز احادیث میں آیا ہے کہ کفر اور اسلام کے درمیان تمیز پیدا کرنے والی نماز ہے۔ چنانچہ جب کسی نے جان بوجھ کر نماز ترک کی تو گویا اس نے اسلام کی حدود سے نکل کر ایک قدم کفر کی حد میں رکھدیا ۱۲

۳؎ عن عبداللہ بن عمرو ابن العاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ذکر الصلوۃ یوما فقال من حافظ علیہا کانت لہ نورا و برہانا و نجاۃ یوم القیامۃ ومن لم یحافظ علیہا لم یکن لہ نورا ولا برہانا ولا نجاۃ وکان یوم القیامۃ مع قارون وفرعون وہامان وابی بن خلف رواہ احمد ۱۲ المنتقی فی اخبار المصطفی ص ۳۳

جدائی پڑگئی۔ اس بے عقلی کی بھی کوئی حد ہے۔ (۱۵) بعضی جگہ بچے کو چھاج یعنی سوپ میں بٹھاتی ہیں یا زندگی کیلئے
کسی ٹوکری میں رکھ کر گھسیٹتی ہیں۔ یہ تو بالکل ہی شگون ناجائز ہے۔ (۱۶) بعضی جگہ چھٹی کے دن تارے دکھائے
جاتے ہیں یعنی زچہ کو نہلا کر عمدہ قیمتی لباس پہنا کر آنکھیں بند کر کے رات کو صحن مکان میں لاتی ہیں اور کسی تخت پر کھڑا کر کے
آنکھیں کھولدیتی ہیں کہ اول نگاہ آسمان کے ستاروں پر پڑے کسی اور کو نہ دیکھے۔ یہ بھی محض خرافات اور بیہودہ
رسمیں ہیں۔ بھلا خواہ مخواہ اچھے خاصے آدمی کو اندھا بنا دینا کیسی بے عقلی ہے۔ اور شگون لینے کا جو گناہ ہے وہ الگ
اور بعضی جگہ تارے گنولنے کے بعد زچہ کو مع سات سہاگنوں کے تھال کھلایا جاتا ہے جس میں ہر قسم کا کھانا ہوتا
ہے تاکہ کوئی کھانا بچہ کو نقصان نہ کرے یہ بھی منع ہے۔ (۱۷) چھٹی کے دن لڑکی والے زچہ کے شوہر کو ایک جوڑا کپڑا
دیتے ہیں۔ اس میں بھی اس قدر پابندی کر لینا جس کا منع ہونا اوپر بیان ہو چکا ہے برا ہے۔ (۱۸) زچہ کے تین مرتبہ
نہلانے کو ضروری جانتی ہیں۔ چھٹی کے دن اور چھوٹا چلہ اور بڑا چلہ۔ شریعت سے تو صرف یہ حکم تھا کہ جب خون بند
ہو جائے تو نہا لیوے۔ چاہے پورے چالیس دن پر خون بند ہو جائے چاہے دو ہی چار دن میں بند ہو جائے۔ اور
یہاں یہ تینوں غسل واجب سمجھے جاتے ہیں۔ یہ شریعت کا پورا مقابلہ ہوا یا نہیں۔ بعضے لوگ یہ عذر کیا کرتے ہیں
کہ بغیر نہائے ہوئے طبیعت گھن کیا کرتی ہے اس لئے زچہ کو نہلا دیتی ہیں کہ طبیعت صاف ہو جائے اور میل
کچیل صاف ہو جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عذر بالکل غلط ہے۔ اگر صرف یہی وجہ ہے تو زچہ کا جب دل
چاہے نہا لیوے۔ یہ وقتوں کی پابندی کیسی کہ پانچویں ہی دن ہو۔ اور پھر دسویں یا پندرھویں ہی دن ہو اس
کے کیا معنی۔ اب تو محض رسم ہی رسم ہے کوئی بھی وجہ نہیں۔ بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب اس کا دل چاہتا ہے اس
وقت نہیں نہلاتیں۔ یا نہلانے سے کبھی کبھی زچہ اور بچہ دونوں کو نقصان پہنچ جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر طرہ
یہ ہے کہ جب نفاس بند ہوتا ہے اس وقت ہرگز نہیں نہلاتیں۔ جبتک نہلانے کا وقت نہ ہو۔ خود بتلاؤ یہ
صریح گناہ ہے یا نہیں۔ لڑکا پیدا[۳] ہونے کے وقت یہ باتیں سنت[۴] ہیں کہ اس کو نہلا دھلا کر داہنے کان میں
اذان[۵] اور بائیں[۶] میں تکبیر کہدی جائے اور کسی دیندار بزرگ سے تھوڑا چھوارہ چبوا کر اس کے تالو میں لگا دیا جائے
اس کے سوا باقی سب رسمیں اور اذان دینے والے کی مٹھائی وغیرہ پابندی کے ساتھ یہ سب فضول
اور خلاف عقل اور منع ہیں۔

عقیقے کی رسموں کا بیان

اُس روز لڑکے کے لئے دو بکری اور لڑکی کے لئے ایک ذبح کرنا اور اُس کا گوشت کچا یا پکا کر تقسیم کر دینا

(۱) بلکہ یوں کہو کہ شرک ہے ۱۲
(۲) چھٹی عورتوں کی اصطلاح میں پیدا ہونے سے چھٹے روز کو کہتے ہیں ۱۲
(۳) یہی حکم بچیوں کیلئے بھی ہے ۱۲
(۴) عن اسماء بنت ابی بکر انها حملت بعبد الله ابن الزبير بمكة قالت فولدت بقباء ثم اتيت به رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضعته في حجره ثم دعا بتمرة فمضغها ثم تفل في فيه ثم حنكه ثم دعا له وبرك عليه وكان اول مولود ولد في الاسلام متفق عليه وعن عائشة رض ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يؤتى بالصبيان فيبرك عليهم ويحنكهم رواه مسلم ۱۲ مشكوة شريف ص ۳۶۲ ۱۲
(۵) رد المحتار میں اسکی تصریح ہے کہ بچوں کے کان میں جو اذان کہی جاتی ہے اسمیں بھی حی علی الصلوة اور حی علی الفلاح پر داہنے بائیں منہ پھیرنا چاہیے ۱۲
(۶) عن ابی رافع قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذن في اذن الحسن ابن علي حين ولدته فاطمة بالصلوة رواه الترمذي وابو داؤد وقال الترمذي هذا حديث حسن صحيح مشكوة ص ۳۶۳

۵ وفي المرقاة وفي شرح السنة عن عمر بن عبد العزيز كان يؤذن في اليمنى ويقيم في اليسرى اذا ولد الصبي قلت وقد جاء في مسند ابي يعلى الموصلي عن الحسين مرفوعا من ولد له ولد فاذن في اذنه اليمنى واقام في اذنه اليسرى لم تضره ام الصبيان كذا في الجامع الصغير للسيوطي ۱۲ (۱) عن ام كرز قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الغلام شاتان

اور بالوں[۱] کے برابر چاندی وزن کر کے خیرات کر دینا اور سر مونڈنے کے بعد زعفران[۲] سر میں لگا دینا۔ بس یہ باتیں تو ثواب کی ہیں۔ باقی جو فضولیات اس میں نکالی گئی ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہیں۔

(۱) برادری اور کنبے کے لوگ جمع ہو کر سر مونڈنے کے بعد کٹوری میں اور بعض سوپ میں جس کے اندر کچھ اناج بھی رکھا جاتا ہے کچھ نقد ڈالتے ہیں جو نائی کا حق سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ اس گھر والے کے ذمے قرض سمجھا جاتا ہے کہ اُن دینے والوں کے یہاں کوئی کام پڑے تب ادا کیا جائے اس کی خرابیاں تم اُوپر سمجھ چکی ہو۔

(۲) دھیانیاں یعنی بہن وغیرہ یہاں بھی وہی اپنا حق جو سچ پوچھو تو ناحق ہی لیتی ہیں جس میں کافروں کی مشابہت کے سوا اور کئی خرابیاں ہیں مثلاً دینے والے کی نیت خراب ہونا۔ کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ بعض وقت گنجائش نہیں ہوتی اور دینا گراں گذرتا ہے مگر صرف اس وجہ سے کہ نہ دینے میں شرمندگی ہوگی لوگ مطعون[۳] کریں گے۔ مجبور ہو کر دینا پڑتا ہے۔ اسی کو ریاء[۴] نمود کہتے ہیں اور شہرت و نمود کے لئے مال خرچ کرنا حرام ہے۔ اور خود اپنے دل میں سوچو کہ اتنا مجبور ہو جانا جس سے تکلیف پہنچے کونسی عقل کی بات ہے۔ اسی طرح لینے والے کی یہ خرابی کہ یہ دینا فقط انعام و احسان ہے اور احسان میں زبردستی کرنا حرام ہے۔ اور یہ بھی زبردستی ہے کہ اگر نہ دے تو مطعون ہو' بدنام ہو' خاندان بھر میں نکو بنے اور اگر کوئی خوشی سے دے تب بھی شہرت اور ناموری کی نیت ہونا یقینی ہے جس کی ممانعت قرآن و حدیث میں صاف صاف موجود ہے۔ (۳) پنجیری کی تقسیم کا فضیحتا یہاں بھی ہوتا ہے جس کا خلاف عقل ہونا اوپر بیان ہو چکا اور شہرت اور نام بھی مقصود ہوتا ہے جو حرام ہے۔ (۴) ان رسموں کی پابندی کی مصیبت میں کبھی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے عقیقہ موقوف رکھنا پڑتا ہے اور مستحب کے خلاف کیا جاتا ہے بلکہ بعضی جگہ تو کئی کئی برسوں کے بعد ہوتا ہے۔ (۵) ایک یہ بھی رسم ہے کہ جس وقت بچے کے سر پر اُسترہ رکھا جائے فوراً اُسی وقت بکرا ذبح ہو یہ بھی محض لغو ہے شرع سے چاہے سر مونڈنے کے کچھ دیر بعد ذبح کرے یا ذبح کر کے سر منڈائے سب درست ہے غرضکہ اُس دن یہ دونوں کام ہو جانے چاہئیں۔ (۶) سر نائی کو اور ران دائی کو دینا ضروری سمجھنا بھی لغو ہے چاہے دو یا نہ دو دونوں اختیار ہیں۔ بھلا اپنی من گھڑت جُدی شریعت بنانے سے کیا فائدہ۔ ران نہ دو اس کی جگہ گوشت دیدو تو اس میں کیا نقصان ہے۔ (۷) بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ عقیقہ کی ہڈیاں توڑنے کو بُرا جانتے ہیں' دفن کر دینے کو ضروری جانتے ہیں یہ بھی محض بے اصل بات ہے یہی خرابیاں اُس رسم میں ہیں جو دانت نکلنے کے وقت ہوتی ہے کہ کنبے میں گھونگنیاں تقسیم ہوتی ہیں اور ان کا ناغہ ہونا فرض و واجب کے ناغہ سے بڑھ کر بُرا اور عیب سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح کھیر چٹائی کی رسم کہ چھٹے مہینے بچے کو کھیر چٹاتی ہیں اور اس روز سے غذا شروع ہوتی ہے۔ یہ بھی خواہ مخواہ کی پابندی ہے جس کی بُرائی معلوم کر چکی ہو۔ اسی طرح وہ رسم جس کا دودھ چھڑانے کے وقت رواج ہے مبارکباد کے لئے عورتوں کا جمع ہونا اور خواہی نخواہی ان کی دعوت ضروری

---

[۱] (عن علیؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن بشاۃ فقال یا فاطمۃ احلقی راسہ وتصدقی بزنۃ شعرہ فضۃ فوزناہ فکان وزنہ درہما او بعض درہم ۱۲ جمع الفوائد ص ۲۱۰ ج ۱

[۲] عن بریدۃ قال کنا فی الجاہلیۃ اذا ولد لاحدنا غلام ذبح شاۃ ولطخ راسہ بدمہا فلما جاء اللہ بالاسلام کنا نذبح الشاۃ یوم السابع ونحلق راسہ ونلطخہ بزعفران رواہ ابوداؤد وزاد رزین ونسمیہ ۱۲ مشکوۃ ص ۳۶۳

[۳] یعنی طعنہ دیں گے ۱۲

[۴] یعنی دکھانے کے لئے کوئی کام کرنا جسے محاورہ میں دکھلاوا کہتے ہیں ۱۲

ہونا کھجوروں کا برادری میں تقسیم ہونا۔ غرض ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اور بعض جگہ کھجوروں کے ساتھ ایک اور طرّہ ہے کہ ایک کورے گھڑے میں پانی بھر کر اس پر بعدد طاق[1] کھجوریں رکھ کر لڑکے کے ہاتھ سے اٹھواتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ لڑکا جے کھجوریں اُٹھائے گا اتنے ہی دن ضد کرے گا۔ اس میں بھی شگون اور علم غیب کا دعویٰ ہے جس کا گناہ ہونا ظاہر ہے۔ اسی طرح سالگرہ کی رسم میں پیدائش کی تاریخ پر ہر سال جمع ہو کر کھانا پکانا اور ناڑے میں ایک چھلّا باندھنا خواہ مخواہ کی پابندی ہے۔ اسی طرح سیل کا کونڈا یعنی جب لڑکے کے سبزہ آغاز ہوتا ہے تب مونچھوں میں روپے سے صندل لگایا جاتا ہے اور سویاں پکاتی ہیں تاکہ سویوں کی طرح لمبے لمبے بال ہو جائیں۔ یہ سب شگون ہے جس کی بُرائی جان چکی ہو۔

ختنہ کی رسموں کا بیان

اس میں بھی خرافات رسمیں لوگوں نے نکال لی ہیں جو بالکل خلافِ عقل اور لغو ہیں۔

(۱) لوگوں کو آدمی اور خط بھیجکر بُلانا اور جمع کرنا سنّت کے بالکل خلاف ہے۔ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کو کسی نے ختنہ میں بُلایا۔ آپ نے تشریف لیجانے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگ نہ تو کبھی ختنہ میں جاتے تھے نہ اُس کے لئے بُلائے جاتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا مشہور کرنا ضروری نہ ہو اُس کے لئے لوگوں کو جمع کرنا بُلانا سُنّت کے خلاف ہے اس میں بہت سی رسمیں آگئیں۔ جن کے لئے بڑے لمبے چوڑے اہتمام ہوتے ہیں۔ (۲) بعض جگہ ان رسموں کی بدولت ختنہ میں اتنی دیر ہو جاتی ہے کہ لڑکا سیانا ہو جاتا ہے جس میں اتنی دیر ہو جانے کے سوا یہ بھی خرابی ہوتی ہے کہ سب لوگ اُس کا بدن دیکھتے ہیں۔ حالانکہ بجز ختنہ کرنے والے کے اوروں کو اس کا بدن دیکھنا حرام ہے اور یہ گناہ اس بُلانے ہی کی بدولت ہوا۔

(۳) کٹورے میں نیوتہ پڑنے کا یہاں بھی وہی قصہ ہے جس کی خرابیاں مذکور ہو چکیں۔ (۴) بچے کے ننھیال سے کچھ نقد اور کپڑے لائے جاتے ہیں جس کو عرفِ عام میں بھات کہتے ہیں جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے ہندو باپ کے مرجانے پر اس کے مال میں سے لڑکیوں کو کچھ حصہ نہیں دیتے تھے۔ جاہل مسلمانوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی یہی وتیرہ اختیار کر لیا۔ اور اچھا ان کی دیکھا دیکھی نہ سہی۔ ہم نے مانا کہ یہ رسم خود ہی نکالی تب بھی ہے تو بُری ہی۔ جس حقدار کا حق اللہ و رسول نے مقرر فرمایا ہے اس کو نہ دینا خود دبا بیٹھنا کہاں درست ہے۔ غرضکہ جب لڑکی کو میراث سے محروم رکھا تو اس کی تسلی کے لئے یہ تجویز کیا کہ مختلف موقعوں اور تقریبوں میں اس کو کچھ دیدیا جائے۔ اس طرح دے کر اپنی من سمجھوتی کر لی کہ بس اب اس کا کچھ حق نہیں رہا۔ غرضکہ اس رسم کے نکالنے کی وجہ یا تو کافروں کی پیروی ہے یا ظلم۔ اور یہ دونوں حرام ہیں۔ دو خرابیاں تو یہ ہوئیں۔ تیسری خرابی وہی بیجا پابندی کہ ننھیال والوں کے پاس ہو یا نہ ہو۔ ہزار جتن کر کے سودی قرض لو کوئی چیز

[1] طاق اعداد وہ عدد ہیں جو دو سے تقسیم کرنے پر ایک باقی بچے انہیں طاق یا فرد کہتے ہیں۔ اور جو دو سے پورے پورے تقسیم ہو جائیں انہیں زوج یا جفت کہتے ہیں۔ طاق اعداد یہ ہیں ایک، تین، پانچ، سات اور نو وغیرہ اور جفت اعداد یہ ہیں دو، چار، چھ، آٹھ، دس وغیرہ ۱۲ منہ

الحسن قال دعی عثمان ابن ابی العاص الی ختان فابی ان یجیب فقیل له فقال انا کنا لا ناتی الختان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ندعی له رواہ مسند امام احمد بن حنبل مصری صفحہ ۲۱۷ جلد ۴ چاہے بالغ ہونے کے قریب ہو یا بالغ ہو چکا ہو ۱۲

گروی رکھو جس میں آج کل یا تو نقد سود دینا پڑتا ہے یا نقد سود تو نہیں دینا پڑا لیکن جو جائداد رہن رکھی ہے اس کی پیداوار وہی لیوے گا جس کے پاس رہن رکھی۔ یہ بھی سود ہے۔ اور سود کا لینا دینا دونوں حرام ہیں۔ غرض کچھ ہو مگر یہاں سامان ضرور ہو۔ خود ہی بتلاؤ جب ایک غیر ضروری بلکہ گناہ کا اس زور شور سے اہتمام ہوا کہ فرض و واجب کا بھی اتنا اہتمام نہیں ہوتا تو شریعت سے باہر قدم رکھنا ہوا یا نہیں۔ چوتھی خرابی وہی شہرت اور بڑائی ناموری فخر جن کا حرام ہونا اوپر بیان ہو چکا۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے عزیزوں سے سلوک کرنا تو عبادت اور ثواب ہے پھر اس میں گناہ کیوں ہے؟ جواب یہ ہے کہ اگر سلوک اور احسان منظور ہوتا تو بغیر پابندی کے جب اپنے میں وسعت ہوتی اور ان کو حاجت ہوتی دیدیا کرتے۔ یہاں تو عزیزوں پر فاقے گذر جائیں خبر بھی نہیں لیتے۔ رسمیں کرتے وقت نام و نمود کے لئے سلوک و احسان نام رکھ لیا۔ (۵) بعض شہروں میں یہ آفت ہے کہ ختنہ میں یا غسل صحت کے روز خوب راگ باجہ، ناچ رنگ ہوتا ہے، کہیں ڈومنیاں گاتی ہیں جن کا ناجائز ہونا اوپر لکھا گیا۔ اور اس کی خرابیاں اور برائیاں اللہ نے چاہا تو آگے بیان کی جائیں گی۔ غرض ان ساری خرافات اور گناہوں کو موقوف کرنا چاہیئے۔ جب[1] بچے میں برداشت کی قوت دیکھیں چپکے سے نائی کو بلا کر ختنہ کرادیں۔ جب اچھا ہو جائے غسل کرادیں۔ اگر گنجائش ہو اور پابندی بھی نہ کرے اور شہرت و نمود اور طعن و بدنامی کا بھی خیال نہ ہو تو دو چار یار دوست یا دو چار غریبوں کو جو میسر ہو کھلادے۔ اللہ اللہ خیر صلاح۔ لیکن بار بار ایسا بھی نہ کرے ورنہ پھر وہی رسم پڑجائے گی۔

مکتب یعنی بسم اللہ کی رسموں کا بیان

اُن رسموں میں سے ایک بسم اللہ کی رسم ہے جو بڑے اہتمام اور پابندی کے ساتھ لوگوں میں جاری ہے۔ اس میں یہ خرابیاں ہیں۔ (۱) چار برس چار مہینے چار دن کا ہونا اپنی طرف سے مقرر کرلیا ہے جو محض بے اصل اور لغو ہے۔ پھر اس کی اتنی پابندی کہ چاہے جو کچھ ہو اس کے خلاف نہ ہونے پائے۔ اور آن پڑھ لوگ تو اس کو شریعت ہی کی بات سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے عقیدہ میں خرابی اور شریعت کے حکم میں ایک پچر لگانا لازم آتا ہے۔

(۲) دوسری خرابی مٹھائی بانٹنے کی بیحد پابندی کہ جہاں سے ہنے جبراً قہراً ضرور کرو۔ نہ کرو تو بدنام ہو۔ نکو بنو جس کا بیان اوپر آچکا ہے۔ پھر شہرت اور نمود اور لوگوں کے دکھانے اور واہ واہ سننے کے لئے کرنا یہ الگ رہا۔

(۳) بعض مقدور والے چاندی کے قلم دوات سے چاندی کی تختی پر لکھاکر بچے[2] کو اس میں پڑھواتے ہیں۔ چاندی کی چیزوں کو برتنا اور کام میں لانا حرام ہے اس لئے اس میں لکھوانا بھی حرام ہوا اور اس میں پڑھوانا بھی۔

(۴) بعض لوگ بچے[3] کو اس وقت خلاف شرع لباس پہناتے ہیں ریشمی یا زری یا کسم و زعفران کا رنگا ہوا یہ بھی گناہ ہے۔ (۵) کمینوں اور دھیانیوں کا اس میں بھی فرض سے بڑھ کر حق سمجھا جاتا ہے جس کی برائی اوپر بیان

[1] وینبغی ان یختن الصبی اذا بلغ تسع سنین فان ختنوہ وہو اصغر فحسن و ان کان فوق ذلک قلیلا فلا بأس بہ وابو حنیفۃ لم یقدر وقت الختان قال شمس الائمۃ الحلوانی وقت الختان من حین یحتمل الصبی ذلک ان یبلغ ۱۲ فتاوی قاضیخان ص۹۵ ج ۳

[2] ویکرہ (تحریما) ان یکتب بالقلم المتخذ من الذہب او الفضۃ او من دواۃ کذلک ویستوی الذکر والانثی کذا فی السراجیۃ ۱۲ عالمگیری ص۳۳۳ ج ۵

[3] عن ابی موسیٰ رضہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال احل الذہب والحریر لاناث من امتی وحرم علی ذکورہا رواہ احمد والنسائی والترمذی وصححہ (منتقی ص۴۷) عن عبد اللہ بن عمر قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان ہذہ ثیاب الکفار فلا تلبسہا رواہ احمد ومسلم و نسائی (منتقی ص۴۹) (عن ابن عمر رضہ) لا تلبسوا شیئا مسہ زعفران ولا ورس (جمع الفوائد ص۳۴۲ ج ۱) ولا یجوز للولی الباسہ الحریر والذہب ای الصبی ۱۲ اشباہ ص۲۷۳ مع حمویشرح دہشیرہ ۱۲ ح

ہو چکی۔ یہ بھی موقوف کرنے کے قابل ہے۔ جب لڑکا بولنے لگے اس کو کلمہ سکھاؤ، پھر کسی دیندار بزرگ متبرک کی خدمت میں لیجاکر بسم اللہ کہلا دو۔ اور اس نعمت کے شکریہ میں اگر دل چاہے بلا پابندی کے جو توفیق ہو چھپا کر خدا کی راہ میں کچھ خیر خیرات کر دو، لوگوں کو دکھلا کر ہرگز مت دو۔ باقی اور سب پھندے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جب بچے کی زبان کھلنے لگتی ہے تو گھر والے ابا اماں، بابا وغیرہ کہلاتے ہیں۔ اس کی جگہ اللہ اللہ سکھاؤ تو کیسا اچھا ہو اور اسی کے قریب قریب قرآن شریف ختم ہونے کے بعد رسمیں ہوتی ہیں اور ان میں بھی بہت سی غیر ضروری باتوں کی بہت پابندی کی جاتی ہے اور بہت سی باتیں ناموری کے لئے کی جاتی ہیں جیسے مہمانوں کو جمع کرنا، کسی کسی کو جوڑے دینا۔ ان کی برائیاں اوپر معلوم ہو چکی ہیں۔

تقریبوں میں عورتوں کے جانے اور جمع ہونے کا بیان

برادری کی عورتیں کئی تقریبوں میں جمع ہوتی ہیں۔ جن میں سے کچھ تو اوپر بیان ہو چکیں اور کچھ باقی ہیں جنکا بیان آگے آتا ہے۔ یہ سب ناجائز ہے۔ تقریبوں کے علاوہ یوں بھی جب کبھی جی چاہا کہ فلانی کو بہت دن ہوئے نہیں دیکھا بس جھٹ ڈولی منگائی اور روانہ ہو گئیں۔ یا کوئی بیمار ہوا اس کو دیکھنے گئیں۔ کہیں کوئی خوشی ہوئی وہاں مبارکباد دینے جا پہنچیں۔ بعض ایسی آزاد ہوتی ہیں کہ بے ڈولی منگائے بھی رات کو چل دیتی ہیں۔ بس رات ہوئی اور سیر کی سوجھی۔ یہ تو اور بھی برا ہے۔ اور اگر چاندنی رات ہوئی تو اور بھی بے حیائی ہے۔ غرضکہ عورتوں کو اپنے گھر سے نکلنا اور کہیں آنا جانا بوجہ بہت سی خرابیوں کے کسی طرح درست نہیں۔ بس اتنی اجازت ہے کہ کبھی کبھی اپنے ماں باپ کو دیکھنے چلی جایا کریں اسی طرح ماں باپ کے سوا اور اپنے محرم رشتہ داروں کو دیکھنے جانا بھی درست ہے مگر سال بھر میں فقط ایک آدھ دفعہ۔ بس اس کے سوا اور کہیں بے احتیاطی سے جانا جس طرح دستور ہے جائز نہیں۔ نہ رشتہ دار کے یہاں نہ کسی اور کے یہاں، نہ بیاہ شادی میں نہ غمی میں، نہ بیمار پرسی میں، نہ مبارکباد دینے کو، نہ بری برات کے موقع پر۔ بلکہ بیاہ برات وغیرہ میں جب کسی تقریب کی وجہ سے محفل اور مجمع ہو تو اپنے محرم رشتہ دار کے گھر جانا بھی درست نہیں اگر شوہر کی اجازت سے گئی تو وہ بھی گنہگار ہوا اور یہ بھی گنہگار ہوئی۔ افسوس کہ اس حکم پر ہندوستان بھر میں کہیں عمل نہیں بلکہ اس کو تو ناجائز ہی نہیں سمجھتے بلکہ جائز خیال کر رکھا ہے۔ حالانکہ اسی کی بدولت یہ ساری خرابیاں ہیں۔ غرضکہ اب معلوم ہو جانے کے بعد بالکل چھوڑ دینا چاہئے۔ اور توبہ کرنا چاہئے۔ یہ تو شریعت کا حکم تھا۔ اب اس کی برائیاں اور خرابیاں سنو۔ جب برادری میں خبر مشہور ہوئی کہ فلاں گھر فلانی تقریب ہے تو ہر ہر بی بی کو نئے اور قیمتی جوڑے کی فکر ہوتی ہے۔ کبھی خاوند سے فرمائش ہوتی ہے، کبھی خود بزاز کو دروازے پر بلا کر اس سے ادھار لیا جاتا ہے یا سودی قرض لیکر خریدا جاتا ہے۔ شوہر کو اگر وسعت نہیں ہوتی تب اس کا عذر قبول نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہ جوڑا محض فخر اور دکھلانے کے لئے بنتا ہے جس کے لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایسے شخص کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنایا جائے گا۔ ایک گناہ تو یہ ہوا۔ پھر اس غرض سے مال کا خرچ کرنا فضول خرچی ہے جس کی برائی پہلے باب

۱؎ دیکھنا من زیارۃ الاجانب و عیادتہم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین ۱۲ در مختار ص ۲۱۵ باب النفقۃ و ص ۳۹ باب المہر۔

۲؎ دیکھو حاشیہ ۲ حصہ چہارم ص ۵۱۔ عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس ثوب شہرۃ فی الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیامۃ رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجۃ ۲ مشکوۃ ص ۳۷۵

میں آچکی ہے یہ دوسرا گناہ ہوا۔ خاوند سے اس کی وسعت سے زائد بلا ضرورت فرمائش کرنا اس کو ایذا پہنچانا ہے
یہ تیسرا گناہ ہوا۔ بزاز کو بُلا کر بلا ضرورت اس نامحرم سے باتیں کرنا۔ بلکہ اکثر تھان لینے دینے کے واسطے آدھا
آدھا ہاتھ جس میں چوڑی مہندی سب ہی کچھ ہوتا ہے باہر نکال دینا کس قدر غیرت اور عفت کے خلاف ہے
یہ چوتھا گناہ ہوا۔ پھر اگر سُودی لیا تو سُود دینا پڑا۔ یہ پانچواں گناہ ہوا۔ اگر خاوند کی نیت ان بیجا فرمائشوں سے
بگڑ گئی اور حرام آمدنی پر اس کی نظر پہنچی کسی کی حق تلفی کی رشوت لی اور یہ فرمائشیں پوری کر دیں اور اکثر
یہی ہوتا بھی ہے کہ حلال آمدنی سے یہ فرمائشیں پوری نہیں ہوتیں۔ تو یہ گناہ اس بی بی کی وجہ سے ہوا اور گناہ کا
سبب بننا بھی گناہ ہے۔ یہ چھٹا گناہ ہوا۔ اکثر جوڑے کے لئے گوٹہ ٹھپہ مصالحہ بھی لیا جاتا ہے اور بے علمی یا بے
پروائی کی وجہ سے اُس کے خریدنے میں اکثر سُود لازم آجاتا ہے کیونکہ چاندی سونے اور اس کی چیزوں کے خریدنے
کے مسئلے بہت نازک اور باریک ہیں جیسا کہ اکثر خرید و فروخت کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں۔ یہ ساتواں گناہ ہوا
پھر غضب یہ ہے کہ ایک شادی کے لئے جو جوڑا بنا وہ دوسری شادی کے لئے کافی نہیں اس کے لئے پھر دوسرا
جوڑا چاہیے ورنہ عورتیں نام رکھیں گی کہ اس کے پاس بس یہی ایک جوڑا ہے اسی کو بار بار پہن کر آتی ہے اس لئے
اتنے ہی گناہ پھر دوبارہ جمع ہوں گے۔ گناہ کو بار بار کرتے رہنا بھی بُرا اور گناہ ہے۔ یہ آٹھواں گناہ ہوا۔ یہ تو
پوشاک کی تیاری تھی۔ اب زیور کی فکر ہوئی۔ اگر اپنے پاس نہیں ہوتا تو مانگا تانگا پہنا جاتا ہے اور اس کا
مانگے کا ہونا ظاہر نہیں کیا جاتا بلکہ چھپاتی ہیں اور اپنی ہی ملکیت ظاہر کرتی ہیں۔ یہ ایک قسم کا فریب اور جھوٹ
ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی ایسی چیز کا اپنا ہونا ظاہر کرے جو سچ مچ اس کی نہیں۔ اس کی ایسی مثال
ہے جیسے کسی نے دو کپڑے جھوٹ اور فریب کے پہن لئے یعنی سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا۔ یہ
نواں گناہ ہوا۔ پھر اکثر زیور بھی ایسا پہنا جاتا ہے جس کی جھنکار دُور تک جائے تاکہ محفل میں جاتے ہی سب کی نگاہیں
انہیں کے نظارے میں مشغول ہو جائیں۔ بجتا زیور پہننا خود ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر باجے کے ساتھ
شیطان ہے۔ یہ دسواں گناہ ہوا۔ اب سواری کا وقت آیا تو نوکر کو ڈولی لانے کا حکم ہوا یا جس کے گھر کام تھا اس
کے یہاں سے ڈولی آگئی تو بی بی کو غسل کی فکر پڑی۔ کچھ کھلی پانی کی تیاری میں دیر ہوئی کچھ غسل کی نیّت باندھنے
میں دیر لگی۔ غرض اس دیر دیر میں نماز جاتی رہی تب کچھ پروا نہیں۔ یا اور کوئی ضروری کام میں حرج ہو جائے
تب کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اکثر ان بھلی مانسوں کے غسل کے روز یہی مصیبت پیش آتی ہے۔ بہرحال اگر نماز
قضا ہو گئی یا مکروہ وقت ہو گیا تو یہ گیارھواں گناہ ہوا۔ اب کہار دروازے پر پکار رہے ہیں اور بی بی اندر سے
اُن کو گالیاں اور کوسنے سُنا رہی ہیں۔ بلاوجہ کسی غریب کو دق کرنا یا گالی کوسنے دینا ظلم اور گناہ ہے۔ یہ
بارھواں گناہ ہوا۔ اب خدا خدا کر کے بی بی تیار ہوئیں اور کہاروں کو ہٹا کر سوار ہوئیں۔ بعضی ایسی بے احتیاط

لے (عن عائشة) ان امرأة قالت یا رسول الله صلى الله عليه وسلم اقول ان زوجی اعطانی مالم یعطنی فقال المتشبع بمالم یعط کلابس ثوبی زور لمسلم والنسائی ۱۲ جمع الفوائد ص ج ۲

سلے قال الفقیہ روی عن ابن عمر رض عن ام حبیبة عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال العیر التی فیها الجرس لا تصحبها الملائکة وروی خالد بن معدان ان النبی صلی الله علیه وسلم رای راحلة علیها جرس فقال تلک مطیة الشیطان وروی عن عائشة رض ان امرأة دخلت علیها ومعها صبی علیه جلاجل فقالت اخرجوا منفرا لملائکة فاخرجوه وروی عامر بن عبدالله عن امرأة یقال لها ریحانة قالت دخلت علی عمر رض ومعی صبی فی رجله اجراس فقال عمر اخبری مولاک بان ہذا الشیطان ۱۲ بستان العارفین ص۱۹۱

ہوتی ہیں کہ ڈولی کے اندر سے پلّو یعنی آنچل لٹک رہا ہے یا کسی طرف سے پردہ کھل رہا ہے، یا عطر پھلیل اس قدر بھرا ہے کہ راستے میں خوشبو مہکتی جاتی ہے۔ یہ نامحرموں کے سامنے اپنا سنگار ظاہر کرنا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو عورت گھر سے عطر لگا کر نکلے یعنی اس طرح کہ دوسروں کو بھی خوشبو پہنچے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی بڑی بُری ہے۔ یہ تیرھواں گناہ ہوا۔ اب منزلِ مقصود پر پہنچیں، کہار ڈولی رکھکر الگ ہوئے اور یہ بیدھڑک اُتر گھر میں داخل ہوئیں۔ یہ خیال ہی نہیں کہ شاید کوئی نامحرم مرد گھر میں ہو اور بارہا ایسا اتفاق ہوتا بھی ہے کہ ایسے موقع پر نامحرم کا سامنا اور چار آنکھیں ہو جاتی ہیں۔ مگر عورتوں کو تمیز ہی نہیں کہ اول گھر میں تحقیق کر لیا کریں۔ قوی شبہ کے موقع پر تحقیق نہ کرنا۔ یہ چودھواں گناہ ہوا۔ اب گھر میں پہنچیں تو وہاں کی بیبیوں کو سلام کیا۔ خوب ہوا بعضوں نے تو زبان کو تکلیف ہی نہیں دی فقط ماتھے پر ہاتھ رکھدیا بس سلام ہو گیا۔ اس طرح سلام کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ بعض نے سلام کا لفظ کہا بھی تو صرف سلام۔ یہ بھی سنت کے خلاف ہے السّلام علیکم کہنا چاہیئے۔ اب جواب ملاحظہ فرمائیے۔ ٹھنڈی رہو، جیتی رہو، سہاگن رہو، عمر دراز، دودھوں نہاؤ، پوتوں پھلو، بھائی جئے، بچہ جئے، میاں جئے، غرض کنبہ بھر کے نام گنانا آسان اور وعلیکم السّلام جس کے اندر سب دعائیں آجاتی ہیں مشکل۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ سُنّت کی مخالفت کرنا پندرھواں گناہ ہوا۔ اب مجلس جمی تو بڑا شغل یہ ہوا کہ گپیں شروع ہوئیں اس کی شکایت، اُس کی غیبت، اس کی چغلی، اس پر بہتان جو بالکل حرام اور سخت گناہ ہے۔ یہ سولھواں گناہ ہوا۔ باتوں کے درمیان میں ہر بی بی اس کوشش میں ہے کہ میری پوشاک اور زیور پر سب کی نظر پڑنا چاہیئے۔ ہاتھ سے، پاؤں سے، زبان سے غرض تمام بدن سے اس کا اظہار ہوتا ہے یہ صاف ریا ہے جس کا حرام ہونا قرآن و حدیث میں صاف صاف آیا ہے یہ سترھواں گناہ ہوا۔ اور جس طرح ہر بی بی دوسری کو اپنا سامان فخر دکھلاتی ہے اسی طرح ہر ایک دوسروں کے کل حالات دیکھنے کی بھی کوشش کرتی ہے پھر اگر کسی کو اپنے سے کم پایا تو اُس کو حقیر اور ذلیل اور اپنے کو بڑا سمجھا۔ بعضی غرور پیٹی تو ایسی ہوتی ہیں کہ سیدھی طرح مُنھ سے بات بھی نہیں کرتیں یہ صریح تکبّر اور گناہ ہے۔ یہ اٹھارھواں گناہ ہوا۔ اور اگر دوسروں کو اپنے سے بڑھا ہوا دیکھا تو حسد اور ناشکری اور حرص اختیار کی۔ یہ انیسواں، بیسواں، اکیسواں گناہ ہوا۔ اکثر اس طوفان اور بیہودہ مشغولی میں نمازیں اُڑ جاتی ہیں ورنہ وقت تو ضرور ہی تنگ ہو جاتا ہے یہ بائیسواں گناہ ہوا۔ پھر اکثر ایک دوسری کو دیکھکر یا ایک دوسری سے سُنکر یہ خرافات رسمیں بھی سیکھتی ہیں گناہ کا سیکھنا سکھانا دونوں گناہ ہیں۔ یہ تئیسواں گناہ ہوا۔ یہ بھی ایک دستور ہے کہ ایسے وقت جو سقا پانی لاتا ہے اس سے پردہ کرنے کے لئے بند مکانوں میں نہیں جاتیں بلکہ اس کو حکم ہوتا ہے کہ تو مُنھ پر نقاب ڈال کر چلا آ۔ اور کسی کو دیکھنا مت۔ اب آگے اُس کا دین و ایمان جانے۔ چاہے کن انکھیوں سے تمام مجمع کو دیکھ لے تو بھی کسی کو غیرت اور حیا نہیں۔ اور

۵۱ عن ابی موسی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل عین زانیۃ والمرأۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا یعنی زانیۃ رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن صحیح ۱۲ ترغیب و ترہیب صفحہ ۳۵۹

۵۲ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس منا من تشبہ بغیرنا لا تشبہوا بالیہود ولا النصاری فان تسلیم الیہود الاشارۃ بالاصابع و تسلیم النصاری الاشارۃ بالکف رواہ الترمذی وقال اسنادہ ضعیف ۱۲ مشکوۃ صفحہ ۳۴۰

۵۳ حسد کے یہ معنے ہیں کہ کسی کو اپنے سے بڑھا ہوا دیکھ کر جلنا اور یہ چاہنا کہ اس کو کسی طرح ذلت نصیب ہو اس کے مقابلہ میں غبطہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے سے بڑھے ہوئے انسان کو دیکھ کر بغیر اسے نقصان پہنچائے ہوئے اس کے مرتبہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا غبطہ محمود ہے اور حسد مردود ۱۲

ایسا ہوتا بھی ہے کیونکہ جو کپڑا منہ پر ڈالتا ہے اس سے سب دکھائی دیتا ہے ورنہ سیدھا گھڑے مٹکے کے پاس جاکر پانی کیسے بھرتا ہے۔ ایسی جگہ قصداً بیٹھے رہنا کہ نامحرم دیکھ سکے حرام ہے۔ یہ چوبیسواں گناہ ہوا۔ بعضی بیبیوں کے سیانے لڑکے دس دس بارہ بارہ برس کی عمر کے اندر گھسے چلے آتے ہیں اور مروت میں ان سے کچھ نہیں کہا جاتا سامنے آنا پڑتا ہے۔ یہ پچیسواں گناہ ہوا۔ کیونکہ شریعت کے مقابلہ میں کسی کی مروت کرنا گناہ ہے۔ اور لڑکا جب سیانا ہو جایا کرے تو اس سے پردہ کرنے کا حکم ہے۔ اب کھانے کے وقت اس قدر طوفان مچتا ہے کہ ایک ایک بی بی چار چار طفیلیوں کو ساتھ لاتی ہے اور ان کو خوب بھر بھر دیتی ہے اور گھر والے کے مال یا آبرو کی کچھ پرواہ نہیں کرتیں۔ یہ چھبیسواں گناہ ہوا۔ اب فراغت کرنے کے بعد جب گھر جانے کو ہوتی ہے کہاروں کی آواز سنکر یاجوج ماجوج کی طرح دوڑتی ہیں کہ ایک پر دوسری دوسری پر تیسری۔ غرض سب دروازے میں جالپٹتی ہیں کہ پہلے میں ہی سوار ہوں۔ اکثر اوقات کہار ابھی ہٹنے بھی نہیں پاتے اچھی طرح سامنا ہو جاتا ہے۔ یہ ستائیسواں گناہ ہوا کبھی کبھی ایک ایک ڈولی پر دو دو لد گئیں اور کہاروں کو نہیں بتایا کہ کہ ایک پیسہ کہیں اور نہ دینا پڑے۔ یہ اٹھائیسواں گناہ ہوا۔ پھر کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو بلادلیل کسی کو تہمت لگانا بلکہ کبھی کبھی اس پر سختی کرنا کہ اکثر شادیوں میں ہوتا ہے۔ یہ انتیسواں گناہ ہوا پھر اکثر تقریب والے گھر کے مرد بے احتیاطی اور جلدی میں محض جھانکنے اور تاکنے کے لئے بالکل دروازے میں گھر کے روبرو آکھڑے ہوتے ہیں اور بہتوں پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر کسی نے منہ پھیر لیا کوئی کسی کی آڑ میں ہو گئی کسی نے ذرا سر نیچا کر لیا بس یہ پردہ ہو گیا۔ اچھی خاصی سامنے بیٹھی رہتی ہیں۔ یہ تیسواں گناہ ہوا پھر دولہا کی زیارت اور بارات کے تماشے کو دیکھنا فرض اور نبرک سمجھتی ہیں۔ جس طرح عورت کو اپنا بدن غیر مرد کو دکھلانا جائز نہیں اسی طرح بلا ضرورت غیر مرد کو دیکھنا بھی منع ہے یہ اکتیسواں گناہ ہوا۔ پھر گھر لوٹ آنے کے بعد کئی روز تک آنے والی بیبیوں میں اور تقریب والے کی کارروائیوں میں جو جو عیب نکالے جاتے ہیں اور کیڑے ڈالے جاتے ہیں۔ یہ بتیسواں گناہ ہوا۔ اسی طرح اور بھی بہت سی خرابیاں اور گناہ کی باتیں عورتوں کے جمع ہونے میں ہیں۔ خود خیال کرو کہ جس میں اتنی بے انتہا خرابیاں ہوں وہ امر کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس رسم کا بند کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔

منگنی کی رسموں کا بیان

منگنی میں بھی طوفان بے تمیزی کی طرح بہت سی رسمیں کی جاتی ہیں اس میں سے بعض ہم بیان کرتے ہیں (۱) جب منگنی ہوتی ہے تو خط لیکر نائی آتا ہے تو لڑکی والے کی طرف سے شکرانہ بنا کر نائی کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ اس میں بھی وہی بیحد پابندی کہ فرض و واجب چاہے ٹل جائے مگر یہ نہ ٹلے۔ ممکن ہے کہ کسی گھر میں اس وقت دال ہی روٹی ہو مگر جہاں سے بنے شکرانہ کرو ورنہ منگنی ہی نہ ہوگی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ایک خرابی تو یہ ہوئی۔ پھر اس بیہودہ بات کے لئے اگر سامان موجود

نہ ہو تو قرض لینا پڑتا ہے حالانکہ بغیر ضرورت قرض لینا منع ہے۔ حدیث شریف میں ایسے قرض لینے پر بڑی دھمکی آئی ہے دوسرا گناہ یہ ہوا (۲) وہ نائی کھانا کھا کر سَو روپے یا جس قدر لڑکی والے نے دیئے ہوں خوان میں ڈال دیتا ہے لڑکے والا اس میں سے ایک یا دو اُٹھا کر باقی پھیر دیتا ہے اور یہ روپے اپنے کمینوں کو تقسیم کر دیتا ہے۔ بھلا سوچنے کی بات ہے کہ جب ایک ہی دو روپے کا لینا دینا منظور ہے تو خواہ مخواہ سَو روپے کو کیوں تکلیف دی۔ اور اس رسم کے پورا کرنے کے واسطے بعض وقت بلکہ اکثر سودی قرض لینا پڑتا ہے جس کے لئے حدیث شریف میں لعنت آئی ہے۔ اور اگر قرض بھی نہ لیا تو بجز فخر اور اپنی بڑائی جتلانے کے اس میں اور کونسی عقلی مصلحت ہے اور جب سب کو معلوم ہے کہ ایک دو سے زیادہ نہ لیا جائے گا تو سَو کیا ہزار روپے میں بھی کوئی بڑائی اور شان نہیں رہی۔ بڑائی تو جب ہوتی جب دیکھنے والے سمجھتے کہ تمام روپیہ نذر کر دیا۔ اب تو فقط مسخرا پن اور بچوں کیسا کھیل ہی کھیل رہ گیا اور کچھ نہیں مگر لوگ کرتے ہیں اسی فخر اور شان و شوکت کے لئے اور افسوس کہ بڑے بڑے عقلمند جو اوروں کو عقل سکھاتے ہیں وہ بھی اس خلافِ عقل رسم میں مبتلا ہیں۔ غرض اس میں بھی اصل ایجاد کے اعتبار سے تو ریا کا گناہ ہے اور اب چونکہ محض لغو اور بیہودہ فعل ہوگیا جیسا کہ ابھی بیان ہوا لہٰذا یہ بھی بُرا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔ غرض لایعنی اور لغویات بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہے اور اگر سودی روپیہ لیا گیا تو اس کا گناہ ہونا تو سب ہی جانتے ہیں۔ غرض اتنی خرابیاں اس رسم میں موجود ہیں۔ (۳) پھر لڑکی والا نائی کو ایک جوڑا مع کچھ نقد روپے کے دیتا ہے اور یہاں بھی وہی دل لگی ہوتی ہے کہ دینا منظور ہے ایک دو اور دکھلائے جاتے ہیں سَو۔ واقعی رواج بھی عجیب چیز ہے کہ کیسی ہی عقل کے خلاف کوئی بات ہو مگر عقلمند بھی اس کے کرنے میں نہیں شرماتے اسکی خرابیاں ابھی بیان ہو چکیں۔ (۴) نائی کے لَوٹنے سے پہلے سب عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ڈومنیاں گاتی ہیں۔ عورتوں کے جمع ہونے کی خرابیاں بیان ہو چکیں اور گانے کی خرابیاں بیاہ کی رسموں میں بیان ہوں گی غرضیکہ یہ بھی ناجائز ہے۔ (۵) جب نائی پہنچتا ہے اپنا جوڑا روپیوں سمیت گھر میں بھیج دیتا ہے وہ جوڑا تمام برادری میں گھر گھر دکھلا کر نائی کو دیدیا جاتا ہے خود غور کرو جہاں ہر ہر بات کے دکھلانے کی دُھن لگی ہو کہاں تک نیت درست رہ سکتی ہے۔ یقیناً جوڑا بنانے کے وقت یہی نیت ہوتی ہے کہ ایسا بناؤ کہ کوئی نام نہ رکھے۔ غرض ریا بھی ہوئی اور لغو خرچ بھی۔ جس کا حرام ہونا قرآن وحدیث میں صاف صاف آگیا ہے۔ اور مصیبت یہ ہے کہ بعض مرتبہ اس اہتمام پر بھی دیکھنے والوں کو پسند نہیں آتا۔ وہی مثل ہے چڑیا اپنی جان سے گئی کھانیوالی

م علیہ وسلم آکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ہم سواء رواہ مسلم ۱۲ مشکوۃ ص۲۴۴ ۵۳ عن علی بن الحسین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ رواہ مالک واحمد ورواہ ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ والترمذی والبیہقی عنہما ۱۲ مشکوۃ ص۳۵۲ +

۵۱ عن محمد بن عبد اللہ ابن جحش قال کنا جلوسا بفناء المسجد حیث یوضع الجنائز ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس بین ظہرینا فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصرہ قبل السماء فنظر ثم طأطأ بصرہ ووضع یدہ علی جبہتہ قال سبحان اللہ سبحان اللہ ماذا انزلت من التشدید قال فسکتنا یومنا ولیلتنا فلم نرالا خیراً حتی اصبحنا قال محمد فسألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما التشدید الذی نزل قال فی الدین والذی نفسی محمد بیدہ لو ان رجلا قتل فی سبیل اللہ ثم عاش ثم قتل فی سبیل اللہ ثم عاش ثم قتل فی سبیل اللہ ثم عاش وعلیہ دین ما دخل الجنۃ حتی یقضی دینہ رواہ احمد وفی شرح السنۃ نحوہ (مشکوۃ ص۲۵۳) عن عبد اللہ ابن جعفر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ مع الدائن حتے یقضی دینہ مالم یکن فیما یکرہ اللہ ۱۲ سنن الدارمی ص۳۴۲

۵۲ عن جابر رض لعن رسول اللہ صلی اللہ

کو مزہ نہ ملا بعض غرور پیٹی اس میں خوب عیب نکالنے لگتی ہیں اور بدنام کرتی ہیں۔ غرض ریا، فضول خرچی، غیبت سب ہی کچھ اس رسم کی بدولت ہوتا ہے۔ (۶) کچھ عرصے کے بعد لڑکی والے کی طرف سے کچھ مٹھائی اور انگوٹھی اور رومال اور کسی قدر روپے جس کو نشانی کہتے ہیں بھیجی جاتی ہے اور یہ روپیہ بطور نیوتے کے جمع کر کے بھیجا جاتا ہے یہاں بھی ریا اور بیہودہ اور لغو خرچ کی علت موجود ہے اور نیوتے کی خرابیاں اوپر آچکیں۔ (۷) جو نائی اور کہار یہ مٹھائی لیکر آتے ہیں نائی کو جوڑا اور کہاروں کو پگڑیاں اور کچھ نقد دیکر رخصت کر دیا جاتا ہے۔ اس مٹھائی کو کنبے کی بڑی بوڑھی عورتیں برادری میں گھر گھر تقسیم کرتی ہیں اور اسی کے گھر کھاتی ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ ان کہاروں کی کچھ مزدوری مقرر نہیں کی جاتی نہ اس کا لحاظ ہوتا ہے کہ یہ خوشی سے جاتے ہیں یا ان پر جبر ہو رہا ہے۔ اکثر اوقات وہ لوگ اپنے کسی کاروبار یا اپنی بیماری یا کسی بیوی بچے کی بیماری کا عذر پیش کرتے ہیں مگر یہ بھیجنے والے اگر کچھ قابو دار ہوئے تو خود ورنہ کسی دوسرے قابو دار بھائی سے جوتے لگوا کر خوب گندی کرا کے جبراً قہراً بھیجتے ہیں اور اس موقع پر کیا اکثر ان لوگوں سے جبراً کام لیا جاتا ہے جو بالکل ظلم اور گناہ ہے۔ اور ظلم کا وبال دنیا میں بھی اکثر پڑتا ہے اور آخرت کا گناہ تو ہے ہی۔ پھر مزدوری کاٹ نہ کرنا یہ دوسری بات خلاف شرع ہوئی۔ یہ تو ان کی روانگی کے پھل پھول ہیں اور تقسیم کرنے میں ریا کا ہونا کس کو نہیں معلوم پھر تقسیم میں اتنی مشغولی ہوتی ہے کہ اکثر بانٹنے والیوں کی نمازیں اڑ جاتی ہیں اور وقت کا تنگ ہو جانا ضروری بات ہے۔ ایک بات خلاف شرع یہ ہوئی۔ جن کے گھر حصے جاتے ہیں ان کے نخرے بات بات پر حصہ پھیر دینا الگ اٹھانا پڑتا ہے بلکہ قبول کرنا بھی اس رسم ریائی کو رونق دینا اور رواج ڈالنا ہے اس لئے شرع سے یہ بھی ٹھیک نہیں۔ غرض ان سب خرافات کو چھوڑ دینا واجب ہے۔ بس ایک پوسٹ کارڈ یا زبانی گفتگو سے پیغام نکاح ادا ہو سکتا ہے۔ جانب ثانی اپنے طور پر ضروری باتوں کی تحقیق کر کے ایک پوسٹ کارڈ سے یا فقط زبانی وعدہ کر لے۔ لیجئے منگنی ہو گئی۔ اگر پکی پوری بات کرنے کے لئے یہ رسمیں برتی جاتی ہیں تو اول تو کسی مصلحت کے لئے گناہ کرنا درست نہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ان فضولیات کے بھی جہاں مرضی نہیں ہوتی جواب دیدیتے ہیں کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ (۸) بعضی جگہ منگنی کے وقت یہ رسوم ہوتی ہیں کہ سسرال والے چند لوگ آتے ہیں اور دلہن کی گود بھری جاتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ لڑکے کا سرپرست اندر بلایا جاتا ہے وہ دلہن کی گود میں میوہ اور پیڑے بتاشے وغیرہ رکھتا ہے اور ہاتھ پر ایک روپیہ روپ کا رکھتا ہے۔ اس کے بعد اب لڑکی والے ان کو اس کا بدلہ اور جتنی توفیق ہو اتنے روپے دیدیتے ہیں۔ اس میں بھی کئی برائیاں ہیں۔ ایک تو اجنبی مرد کو گھر میں بلانا اور اس سے گود بھروانا اگرچہ پردہ کی آڑ سے ہو۔ لیکن پھر بھی برا ہے۔ دوسرے گود بھرنے میں وہی شگون جو شرعاً ناجائز ہے۔ تیسرے ناریل کے سڑا اور اچھا نکلنے سے لڑکی کی بھلائی یا برائی کی فال لیتے ہیں اس کا شرک اور قبیح ہونا بیان ہو چکا ہے۔ چوتھے اس میں اس قدر پابندی جس کا برا ہونا تم سمجھ چکی ہو اور شہرت اور ناموری بھی ضرور ہے۔ غرض کوئی رسم ایسی نہیں جس میں گناہ نہ ہوتا ہو +

بیاہ کی رسموں کا بیان

سب سے بڑی تقریب جس میں خوب دل کھول کر حوصلے نکالے جاتے ہیں اور بے انتہا رسمیں ادا کی جاتی ہیں وہ یہی شادی کی تقریب ہے جس کو واقع میں بربادی کہنا لائق ہے۔ اور بربادی بھی کیسی دین کی بھی اور دنیا کی بھی۔ اس میں جو رسمیں کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) سب سے پہلے برادری کے مرد جمع ہو کر لڑکی والے کی طرف سے تعین تاریخ کا خط لکھ کر نائی کو دیکر رخصت کرتے ہیں۔ یہ رسم ایسی ضروری ہے کہ چاہے برسات ہو راہ میں ندی نالے پڑتے ہوں جس میں نائی صاحب کے بالکل ہی رخصت ہو جانے کا احتمال ہو۔ غرض کچھ ہی ہو مگر یہ ممکن نہیں کہ ڈاک کے خط پر کفایت کریں یا نائی سے زیادہ معتبر کوئی آدمی جاتا ہو اس کے ہاتھ بھیجدیں۔ شریعت نے جس چیز کو ضروری نہیں ٹھیرایا اس کو اس قدر ضروری سمجھنا کہ شریعت کے ضروری بتلائے ہوئے کاموں سے زیادہ اس کا اہتمام کرنا۔ خود انصاف کرو کہ شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں اور جب مقابلہ ہے تو چھوڑ دینا واجب ہے یا نہیں اسی طرح مردوں کے اجتماع کا ضروری ہونا اس میں بھی خرابی ہے اگر کہو کہ مشورے کے لئے جمع ہوتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے وہ بیچارے تو خود پوچھتے ہیں کہ کون تاریخ لکھیں جو پہلے سے گھر میں خاص مشورہ کر کے مقرر کر چکے ہیں وہی بتلادیتے ہیں اور وہ لوگ لکھ دیتے ہیں اور اگر مشورہ ہی کرنا ہے تو جس طرح اَور کاموں میں مشورہ ہوتا ہے کہ ایک دو عقلمند لوگوں سے رائے لے لی۔ بس کفایت ہوئی۔ گھر گھر کے آدمیوں کو ٹورنا کیا ضرور۔ پھر اکثر لوگ جو نہیں آسکتے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنی جگہ بھیجدیتے ہیں۔ بھلا وہ مشورہ میں کیا تیر چلائیں گے کچھ بھی نہیں۔ یہ سب من سمجھوتیاں ہیں۔ سیدھی بات کیوں نہیں کہتے کہ صاحب یوں ہی رواج چلا آتا ہے۔ بس اسی رواج کی برائی اور اس کے چھوڑنے کا واجب ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ غرض اس رسم کے سب اجزا رخلاف شرع ہیں۔ پھر اس میں یہ بھی ایک ضروری بات ہے کہ سرخ ہی خط ہو اور اس پر گوٹہ بھی لپٹا ہو۔ یہ بھی اسی بیجا پابندی کے اندر داخل ہے جس کی برائی اور خلاف شرع ہونا اوپر کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے (۲) گھر میں برادری کنبے کی عورتیں جمع ہو کر لڑکی کو ایک کونہ میں قید کر دیتی ہیں جس کو مائیوں بٹھلانا اور مانجھے بٹھلانا کہتے ہیں۔ اس کے آداب یہ ہیں کہ اس کو چوکی پر بٹھلا کر اس کے داہنے ہاتھ پر کچھ بٹنا رکھتی ہیں اور گود میں کچھ کھیل بتاشے بھرتی ہیں اور کچھ کھیل بتاشے حاضرین میں تقسیم ہوتے ہیں اور اسی تاریخ سے برابر لڑکی کے بٹنا ملا جاتا ہے اور بہت سی پینڈیاں برادری میں تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ رسم بھی چند خرافات باتیں ملا کر بنائی گئی ہے۔ اول اس کے علیحدہ بٹھانے کو ضروری سمجھنا خواہ گرمی ہو، حبس ہو، دنیا بھر کے طبیب بھی کہیں کہ اس کو کوئی بیماری ہو جائے گی کچھ ہی ہو مگر یہ فرض قضا نہ ہونے پائے۔ اس میں بھی وہی بیجا پابندی کی برائی موجود ہے۔ اور اگر اس کے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو دوسرا گناہ۔ ایک مسلمان کو ضرر پہنچانے کا ہوگا۔ جس میں ماشاء اللہ ساری برادری بھی شریک ہے۔ دوسری بلا ضرورت چوکی پر بٹھلانا اس کی کیا ضرورت ہے۔ کیا فرش پر اگر بٹنا ملا جائے گا تو بدن میں صفائی نہ آئے گی۔ اس میں بھی وہی بیجا پابندی جس کا خلاف شرع ہونا کئی دفعہ معلوم ہو چکا ہے

تیسری۔ داہنے ہاتھ پر بٹنار کھنا اور گود میں کھیل بتاشے بھرنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ٹوٹکا اور شگون ہے اگر ایسا ہے تب تو شرک ہے اور شرک کا خلافِ شرع ہونا کون مسلمان نہیں جانتا۔ ورنہ وہی پابندی تو ضرور ہے اسی طرح کھیل بتاشوں کی تقسیم کی پابندی یہ سب بیجا پابندی اور ریا و افتخار ہے جیساکہ ظاہر ہے۔ چوتھی عورتوں کا جمع ہونا جو ان سارے فسادوں کی جڑ ہے جن کا اوپر بیان ہو چکا ہے بعض جگہ یہ بھی قید ہے کہ سات سہاگنیں جمع ہو کر اس کے ہاتھ پر بٹنا رکھتی ہیں یہ ایک شگون ہے جس کا شرک ہونا اوپر سن چکی ہو۔ اگر بدن کی صفائی اور نرمی کی مصلحت سے بٹنا ملا جائے تو اس کا مضائقہ نہیں مگر معمولی طور سے بلا قید کسی رسم کے مل دو بس فراغت ہوئی۔ اس کا اس قدر طومار کیوں باندھا جائے۔ بعضی عورتیں اس رسم کی پیچ میں کچھ وجہیں تراشتی ہیں۔ بعضی یہ کہتی ہیں کہ سسرال جاکر کچھ دن لڑکی کو سر جھکائے ایک ہی جگہ بیٹھنا ہوگا اس لئے عادت ڈالنے کی مصلحت سے مانجھے بٹھاتے ہیں کہ وہاں زیادہ تکلیف نہ ہو۔ اور بعضی صاحبہ یہ فرماتی ہیں کہ بٹنا ملنے سے بدن صاف اور خوشبودار رہتا ہے اس لئے ادھر ادھر نکلنے میں کچھ آسیب کے خلل ہونے کا ڈر ہے۔ یہ سب شیطانی خیالات اور من سمجھوتیاں ہیں۔ اگر صرف یہی بات ہے تو برادری کی عورتوں کا جمع ہونا، ہاتھ پر بٹنا رکھنا، گود بھرنا وغیرہ اور خرافات کیوں ہوتی ہیں۔ اتنا مطلب تو بغیر ان بکھیڑوں کے بھی ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہاں جاکر بالکل مردہ ہو کر رہنا بھی تو برا ہے جیساکہ آگے آتا ہے لہٰذا اس کی مدد اور برقرار رکھنے کے واسطے جو کام کیا جائے وہ بھی ناجائز ہوگا اور یہ بھی نہ سہی تو ہم کہتے ہیں کہ آدمی پر جیسی پڑتی ہے سب جھیل لیتا ہے۔ خود سمجھو کہ پہلے گھر بھر میں چلتی پھرتی تھی اب دفعۃً ایک کونے میں کیسے بیٹھ گئی۔ ایسے ہی وہاں بھی ایک دو دن بیٹھ لے گی۔ بلکہ وہاں کی تو ایک آدھ دن کی مصیبت ہے اور یہاں تو دس دس بارہ بارہ دن قید کی مصیبت ڈالی جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر آسیب کے ڈر سے نہیں نکلنے پاتی تو بہت سے بہت صحن میں اور کوٹھے پر نہ جانے دو۔ یہ کیا کہ ایک ہی کونے میں پڑی گھٹا کرے۔ کھانے پانی کے لئے بھی وہاں سے نہ ٹلے۔ اس لئے یہ سب من گھڑت بہانے اور واہیات باتیں ہیں۔ (۳) جب نائی خط لیکر دولہا کے گھر گیا تو وہاں برادری کی عورتیں جمع ہو کر دو خوان شکرانے کے بناتی ہیں جس میں ایک نائی کا ہوتا ہے، دوسرا ڈومنیوں کا نائی کا خوان باہر بھیجا جاتا ہے اور ساری برادری کے مرد جمع ہو کر نائی کو شکرانہ کھلاتے ہیں یعنی اس کھاتے کا منھ تکا کرتے ہیں۔ اور ڈومنیاں دروازے میں بیٹھ کر گالیاں گاتی ہیں۔ اس میں بھی وہی۔ بیجا پابندی کی برائی، دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ ڈومنیوں کو گانے کی اجرت دینا حرام ہے پھر گانا بھی گالیاں جو خود گناہ ہیں۔ اور حدیث شریف میں اس کو منافق ہونے کی نشانی فرمایا ہے۔ یہ تیسرا گناہ ہوا جس میں سب سننے والے شریک ہیں۔ کیونکہ جو شخص گناہ کے مجمع میں شریک ہو وہ بھی گنہگار رہتا ہے چوتھے مردوں کے اجتماع کو ضروری سمجھنا جو بیجا پابندی میں داخل ہے۔ معلوم نہیں نائی کے شکرانہ کھانے میں اتنے بزرگوں کو کیا مدد کرنی پڑتی ہے۔ پانچویں عورتوں کا جمع ہونا جس کا گناہ ہونا معلوم ہو چکا۔ (۴) نائی شکرانہ کھاکر مطابق ہدایت اپنے آقا کے ایک یا دو روپے خوان میں ڈال دیتا ہے اور یہ روپے دولہا کے نائی اور ڈومنیوں میں آدھوں آدھ تقسیم ہوتے ہیں۔ دوسرا خوان شکرانہ کا بجنسہٖ ڈومنیاں اپنے گھر لے جاتی ہیں۔ پھر برادری کی عورتوں کے لئے شکرانہ بناکر تقسیم کیا جاتا ہے۔

سلہ عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ صـ۱۷

اس میں بھی وہی ریا و شہرت و بیجا پابندی موجود ہے اس لئے بالکل شرع کے خلاف ہے۔ (۵) صبح کو برادری کے مرد جمع ہو کر خط کا جواب لکھتے ہیں اور ایک جوڑا نائی کو نہایت عمدہ بیش قیمت مع ایک بڑی رقم یعنی سو یا دو سو روپے کے دیتے ہیں۔ وہی مسخراپن جو اول ہوا تھا وہ یہاں بھی ہوتا ہے کہ دکھلائے جاتے ہیں سو۔ اور لئے جاتے ہیں ایک یا دو۔ پھر اس ریا اور لایعنی حرکت کے علاوہ بعض وقت اس رسم کے پورا کرنے کو سودی قرض کی ضرورت پڑنا یہ جدا گناہ ہے جس کا ذکر اچھی طرح اوپر آچکا ہے۔ (۶) اب نائی رخصت ہو کر دلہن والوں کے گھر پہنچتا ہے۔ وہاں برادری کی عورتیں پہلے سے جمع ہوتی ہیں۔ نائی اپنا جوڑا گھر میں دکھلانے کے لئے دیتا ہے اور پھر ساری برادری میں گھر گھر دکھایا جاتا ہے اس میں بھی وہی عورتوں کی جمعیت اور جوڑا دکھانے میں ریا و نمود کی خرابی ظاہر ہے۔ (۷) اس تاریخ سے دولہا کے بٹنا ملا جاتا ہے اور شادی کی تاریخ تک گننے کی عورتیں جمع ہو کر دولہا کے گھر بری کی تیاری اور دلہن کے گھر جہیز کی تیاری کرتی ہیں اور اس درمیان میں جو مہمان دونوں میں سے کسی کے گھر آتے ہیں اگرچہ ان کو بلایا نہ ہو ان کے آنے کا کرایہ دیا جاتا ہے۔ اس میں وہی عورتوں کی جمعیت اور بیجا پابندی تو ہے ہی اور کرایہ کا اپنے پاس سے دینا خواہ دل چاہے یا نہ چاہے محض نمود اور شان و شوکت کے لئے یہ اور طرہ۔ اسی طرح آنے والوں کا یہ سمجھنا کہ یہ ان کے ذمے واجب ہے۔ یہ ایک قسم کا جبر ہے ریا و جبر دونوں کا خلاف شرع ہونا ظاہر ہے اور اس سے بڑھکر قصہ بری و جہیز کا ہے جو شادی کے بڑے بھاری رکن ہیں اور ہر چند یہ دونوں امر اصل میں جائز بلکہ بہتر و مستحسن تھے کیونکہ بری یا ساچق حقیقت میں دولہا یا دولہا والوں کی طرف سے دلہن یا دلہن والوں کو ہدیہ ہے اور جہیز حقیقت میں اپنی اولاد کے ساتھ سلوک و احسان ہے مگر جس طور سے اس کا رواج ہے اس میں طرح طرح کی خرابیاں ہو گئی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اب نہ ہدیہ مقصود رہا نہ سلوک و احسان محض ناموری و شہرت اور پابندی رسم کی نیت سے کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بری اور جہیز دونوں کا اعلان ہوتا ہے۔ یعنی دکھلا کر شہرت دیکر دیتے ہیں۔ بری بھی بڑی دھوم دھام اور تکلف سے جاتی ہے اور اس کی چیزیں بھی خاص مقرر ہیں، برتن بھی خاص طرح کے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ اس کا عام طور پر نظارہ بھی ہوتا ہے موقع بھی معین ہوتا ہے۔ اگر ہدیہ مقصود ہوتا تو معمولی طور پر جب میسر آتا اور جو میسر آتا بلا پابندی کسی رسم کے اور بلا اعلان کے محض محبت سے بھیجدیا کرتے۔ اسی طرح جہیز کا اسباب بھی خاص خاص مقرر ہے کہ فلاں فلاں چیز ضرور ہو اور تمام برادری اور بعض جگہ صرف اپنا کنبہ اور گھر والے اس کو دیکھیں اور دن بھی وہی خاص ہو۔ اگر صلہ رحمی یعنی سلوک و احسان مقصود ہوتا تو معمولی طور پر جو میسر آتا اور جب میسر آتا دیدیتے۔ اسی طرح ہدیہ اور صلہ رحمی کے لئے کوئی شخص قرض کا بار نہیں اٹھاتا۔ لیکن ان دونوں رسموں کے پورا کرنے کو اکثر اوقات قرضدار بھی ہوتے ہیں گو سود ہی دینا پڑے اور گو حویلی اور باغ فروخت یا گروی ہو جائے۔ پس اس میں بھی وہی بے حد پابندی اور نمائش و شہرت اور فضول خرچی وغیرہ سب خرابیاں موجود ہیں اس لئے یہ بھی ناجائز باتوں میں شامل ہو گیا۔ (۸) برات سے ایک دن قبل دولہا والوں کا نائی مہندی لے کر اور دولہن والوں کا نائی نوشہ کا جوڑا لیکر اپنے اپنے مقام سے چلتے ہیں اور یہ منڈھے کا دن کہلاتا ہے۔ دولہا کے

یہاں اس تاریخ پر برادری کی عورتیں جمع ہوکر دولہن کا جوڑا تیار کرتی ہیں اور ان کو سِلائی میں کھیلیں اور بتاشے دیئے جاتے ہیں اور تمام کمینوں کو ایک ایک کام پر ایک ایک پروت دیا جاتا ہے۔ اس میں بھی وہی بیجا پابندی اور عورتوں کی جمعیت ہے۔ جس سے بیشمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ (۹) جوڑا لانے والے نائی کو جوڑا پہنچانے کے وقت کچھ انعام دیتے ہیں اور پھر یہ جوڑا نائن لے کر ساری برادری میں گھر گھر دکھلانے جاتی ہے اور اس رات کو برادری کی عورتیں جمع ہوکر کھانا کھاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جوڑا دِکھلانے کا منشا بجز ریا کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور عورتوں کے جمع ہونے کے برکات معلوم ہی ہوچکے۔ غرض اس موقع پر بھی گناہوں کا خوب اجتماع ہوتا ہے۔ (۱۰) صبح تڑکے دُولہا کو غسل دیکر شاہانہ جوڑا پہناتے ہیں اور پُرانا جوڑا مع جوتے کے حجام کو دیا جاتا ہے اور چوٹی سہرے کا حق کمینوں کو دیا جاتا ہے اکثر اس جوڑے میں خلافِ شرع لباس بھی ہوتا ہے۔ اور سہرا چونکہ کافروں کی رسم ہے اس لئے اس حق کا نام چوٹی سہرے سے مقرر کرنا بیشک بُرا اور کافروں کی رسم کی موافقت ہے اسلئے یہ بھی خلافِ شرع ہوا۔ (۱۱) اب نوشہ کو گھر میں بُلاکر چوکی پر کھڑا کرکے دھیانیاں سہرا باندھ کر اپنا حق لیتی ہیں۔ اور کُنبے کی عورتیں کچھ ٹکے نوشہ کے سر پر پھیر کر کمینوں کو دیتی ہیں۔ نوشہ کے گھر میں جانے کے وقت بالکل احتیاط نہیں رہتی بڑے بڑے گہرے پردے والیاں بناؤ سنگار کئے ہوئے اس کے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو اس کی شرم کا وقت ہے یہ کسی کو نہ دیکھے گا۔ بھلا یہ غضب کی بات ہے یا نہیں۔ اوّل یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ نہ دیکھے گا مختلف طبیعت کے لڑکے ہوتے ہیں جس میں آج کل تو اکثر شریر ہی ہیں۔ پھر اگر اس نے نہ دیکھا تو تم کیوں[1] اس کو دیکھ رہی ہو۔ حدیث[2] شریف میں ہے لعنت کرے اللہ دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھے اس پر بھی۔ غرض اس موقع پر دولہا اور عورتیں سب گناہ میں مبتلا ہوتی ہیں۔ پھر سہرا باندھنا۔ یہ دوسری بات خلافِ شرع ہوئی۔ کیونکہ یہ کافروں کی رسم ہے۔ حدیث[3] شریف میں ہے جو مشابہت کرے کسی قوم کے ساتھ وہ اُنھیں میں سے ہے۔ پھر لڑ جھگڑ کر اپنا حق لینا۔ اوّل تو ویسے بھی کسی پر جبر کرنا حرام ہے خاص کر ایک گناہ کر کے اُس پر کچھ لینا بالکل گند در گند ہے اور نوشہ کے سر پر سے پیسوں کا اُتارنا یہ بھی ایک ٹوٹکا ہے جس کی نسبت حدیث[4] شریف میں ہے کہ ٹوٹکا شرک ہے۔ غرض یہ بھی سرتاسر خلافِ شرع باتوں کا مجموعہ ہے۔ (۱۲) اب برات روانہ ہوتی ہے۔ یہ برات بھی شادی کا بہت بڑا رُکن سمجھا جاتا ہے اور اس کے لئے کبھی دُولہا والے کبھی دُلہن والے بڑے بڑے اصرار اور تکرار کرتے ہیں۔ غرض اصلی اس سے محض ناموری و تفاخر ہے اور کچھ نہیں۔ عجب نہیں کہ کسی وقت جبکہ راہوں میں امن نہ تھا اکثر قزاقوں[5] اور ڈاکوؤں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ دولہا دولہن اور اسباب زیور وغیرہ کی حفاظت کے لئے اُس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگی اسی وجہ سے گھر پیچھے ایک ایک آدمی ضرور جاتا تھا۔ مگر اب تو نہ وہ ضرورت باقی رہی نہ کوئی مصلحت صرف افتخار و اشتہار باقی رہ گیا ہے پھر اکثر اس میں ایسا بھی کرتے ہیں کہ بُلائے پچاس اور جا پہنچے سَو۔ اوّل تو بے بلائے اس طرح کسی

[1] عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ہو اعمی لایبصرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد ۱۲ مشکوٰۃ ص ۲۶۹

[2] عن الحسن مرسلا قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۱۲ مشکوٰۃ ص ۲۷۰

[3] عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فہو منہم رواہ احمد وابوداؤد ۱۲ مشکوٰۃ ص ۳۷۵

[4] عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الطیرۃ شرک قالہ ثلاثا الخ ۱۲ مشکوٰۃ ص ۳۹۲

[5] قزاق کے معنی ہیں لُٹیرا رہزن۔ ڈاکو ۱۲ +

کے گھر جانا حرام ہے۔ حدیث[1] شریف میں ہے کہ جو شخص دعوت میں بے بلائے جائے وہ گیا تو چور ہو کر اور نکلا وہاں سے لٹیرا ہو کر یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے جیسے چوری اور لوٹ مار کا۔ پھر دوسرے شخص کی بے آبروئی بھی ہو جاتی ہے کسی کو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہے پھر ان باتوں کی وجہ سے اکثر جانبین سے ایسی ضد اضدی اور بے لطفی ہوتی ہے کہ عمر بھر اس کا اثر دلوں میں باقی رہتا ہے۔ چونکہ نا اتفاقی حرام ہے اس لئے جن باتوں سے نا اتفاقی پڑے وہ بھی حرام ہوں گی اس لئے یہ فضول رسوم ہرگز جائز نہیں۔ راہ میں جو گاڑیبانوں پر جہالت سوار ہوتی ہے اور گاڑیوں کو بے سُدھ بلاضرورت بھگانا شروع کرتے ہیں اس میں سینکڑوں خطرناک واردات ہو جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے خطرہ میں پھنسنا بلاضرورت کسی طرح جائز نہیں۔ (۱۳) دولہا اس شہر کے کسی مشہور متبرک مزار پر جا کر کچھ نقد چڑھا کر برات میں شامل ہو جاتا ہے اس میں جو عقیدہ جاہلوں کا ہے وہ یقینی شرک تک پہنچا ہوا ہے۔ اگر کوئی سمجھدار اس بُرے عقیدے سے پاک بھی ہو تب بھی اس سے چونکہ جاہلوں کے فعل کو قوت اور رواج ہوتا ہے اس لئے سب کو بچنا چاہئے۔ (۱۴) مہندی لانے والے نائی کو اتنی مقدار انعام دیا جاتا ہے جس سے دولہا والا اس خرچ کا اندازہ کر لیتا ہے جو کمینوں کو دینا پڑے گا یعنی کمینوں کا خرچ اس انعام سے آٹھ حصّے زیادہ ہوتا ہے یہ بھی زبردستی جرمانہ ہے کہ پہلے ہی سے خبر کر دی کہ ہم تم سے اتنا روپیہ دلوائیں گے۔ چونکہ اس طرح جبراً دلوانا حرام ہے لہٰذا اس کا یہ ذریعہ بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ گناہ کا قصد بھی گناہ ہے (۱۵) کچھ مہندی دولہن کے لگائی جاتی ہے اور باقی تقسیم ہو جاتی ہے۔ یہ دونوں باتیں بھی بے حد پابندی میں داخل ہیں کیونکہ اس کے خلاف کو عیب سمجھتی ہیں اس لئے یہ بھی شرع کی حد سے آگے بڑھنا ہے۔ (۱۶) برات آنے کے دن دلہن کے گھر عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ اس مجمع کی قباحتیں و نحوستیں اوپر معلوم ہو چکیں۔ (۱۷) ہر کام پر پروت یعنی نیگ تقسیم ہوتے ہیں مثلاً نائی نے دیگ کے لئے چولھا کھود کر پروت مانگا تو اس کو ایک خوان میں اناج اس پر ایک بھیلی گُڑ کی رکھ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر ہر ذرا ذرا سے کام پر یہی جرمانہ۔ گو خدمتگذاروں کو دینا بہت اچھی بات ہے مگر اس ڈھونگ کی کون ضرورت ہے اس کا جو کچھ حق الخدمت سمجھو ایک دفعہ دیدو۔ اس بار بار دینے کی بنا بھی وہی شہرت ہے علاوہ اس کے یہ دینا یا تو انعام ہے یا مزدوری۔ اگر انعام و احسان ہے تو اس کو اس طرح زبردستی کر کے لینا حرام ہے اور جس کا لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے۔ اور اگر اسکو مزدوری کہو تو مزدوری کاٹھے کرنا پہلے سے مقدار بتلا دینا ضروری ہے اس کے مجہول رکھنے سے (معلوم ۱۲) اجارۂ فاسد ہوا اور اجارۂ فاسد بھی حرام ہے (۱۸) برات پہنچنے پر گاڑیوں کو گھاس دانہ اور رانگے کی گاڑیوں کو گھی اور گُڑ بھی دیا جاتا ہے۔ اس موقع پر اکثر گاڑیبان ایسا طوفان برپا کرتے ہیں کہ گھر والا بے آبرو ہو جاتا ہے اور اس بے آبروئی کا سبب وہی برات لانے والا ہوا۔ ظاہر ہے کہ بُری بات کا سبب بننا بھی بُرا ہے۔ (۱۹) برات ایک جگہ ٹھہرتی ہے دونوں طرف کی برادری کے سامنے بَری کھولی جاتی ہے۔ اب وقت آیا ریا و افتخار کے ظہور کا جو اصلی مقصود ہے اور اسی سبب سے یہ رسم منع ہے۔ (۲۰) اس بَری میں بعض چیزیں بہت ضروری ہیں۔ شاہانہ جوڑا، انگوٹھی پاؤں کا زیور، سُہاگ پُوڑا، عطر، تیل، مسّی، سُرمہ دانی، کنگھی، پان، کھیلیں۔ اور باقی غیر ضروری جس قدر جوڑے بَری میں ہوتے ہیں اُتنی ہی ٹکلیاں ہوتی ہیں۔ ان سب مہملات کا بے حد پابندی میں داخل ہونا ظاہر ہے جس کا خلافِ شرع ہونا کئی مرتبہ

[1] عن عبداللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ و رسولہ و من دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقا و خرج مغیرا رواہ ابو داؤد ۱۲ مشکوۃ ص۲۷۸

بیان ہو چکا۔ اور اب رِیا و نمود تو سب رسموں کی جان ہے اس کو تو گننے کی حاجت ہی کیا ہے۔ (۲۱) اس بَری کو لیجانے کے واسطے دُولہن کی طرف سے کمین خوان لے کر آتے ہیں اور ایک ایک آدمی کے ایک ایک چیز سر پر لے جاتے ہیں۔ دیکھو اس رِیا کا اور اچھی طرح ظہور ہوا اگرچہ وہ ایک ہی آدمی کے لیجانے کا بوجھ ہو مگر لیجائے اس کو ایک قافلہ۔ تاکہ دُور تک سلسلہ معلوم ہو۔ یہ کھلا ہوا تکبر اور شیخی بگھارنا ہے۔ (۲۲) کنبے کے تمام مرد بَری کے ساتھ جاتے ہیں اور بَری زنانے مکان میں پہنچادی جاتی ہے۔ اس موقع پر اکثر بے احتیاطی ہوتی ہے کہ مرد بھی گھر میں چلے جاتے ہیں اور عورتوں کا بے حجاب سامنا ہوتا ہے۔ نہیں معلوم اس روز تمام گناہ اور بے غیرتی کس طرح حلال اور تمیزداری ہو جاتی ہے۔ (۲۳) اس بَری میں سے شاہانہ جوڑا اور بعض چیزیں رکھ کر باقی سب چیزیں پھیر دی جاتی ہیں جس کو دُولہا والا بجنسہٖ صندوق میں رکھ لیتا ہے جب واپس لینا تھا تو خواہ مخواہ بھیجنے کی کیوں تکلیف کی بس وہی نمود و شہرت۔ پھر جب واپس آنا یقینی ہے تب تو عقلمندوں کے نزدیک کوئی شان و شوکت کی بات بھی نہیں کہ شاید کسی کی مانگ لایا ہو پھر گھر آکر واپس کردے گا اور اکثر ایسا ہوتا بھی ہے۔ غرض تمام لغویات شرع کے بھی خلاف اور عقل کے بھی خلاف۔ پھر بھی لوگ ان پر غش ہیں (۲۴) بَری کے خوان میں دولہن والوں کی طرف سے ایک یا سوا روپیہ ڈالا جاتا ہے جس کو بَری کی چنگیر کہتے ہیں اور وہ دُولہا کے نائی کا حق ہوتا ہے اس کے بعد ایک ڈومنی ایک ڈوری لیکر دولہا کے پاس جاتی ہے اور ایک ہلکا انعام دو آنے یا چار آنے دیا جاتا ہے۔ اس میں بھی وہی بے حد پابندی اور انعام کا زبردستی لینا اور معلوم نہیں کہ ڈومنی صاحبہ کا کیا استحقاق ہے اور یہ ڈوری کیا واہیات ہے۔ (۲۵) برات والے نکاح کے لئے گھر بُلائے جاتے ہیں خیر غنیمت ہے خطا تو معاف ہوئی۔ ان خرافات میں اکثر اس قدر دیر لگتی ہے کہ اکثر تو تمام رات اس کی نذر ہو جاتی ہے پھر بدخوابی سے کوئی بیمار ہو گیا، کسی کو بدہضمی ہوگئی، کوئی نیند کے غلبہ میں ایسا سویا کہ صبح کی نماز ندارد ہوگئی۔ ایک رونا ہو تو رویا جائے۔ یہاں تو سر سے پاؤں تک نور ہی نور بھرا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔ (۲۶) سب سے پہلے سقہ پانی لے کر آتا ہے اس کو سوا روپیہ بیر گھڑی کے نام سے دیا جاتا ہے۔ اگرچہ دل چاہے نہ چاہے مگر زکوٰۃ سے بڑھ کر فرض ہے کیسے نہ دیا جائے۔ غضب ہے اوّل تو انعام میں جبر جو محض حرام ہے اور جبر کے یہی معنی نہیں کہ لاٹھی ڈنڈا مار کر کسی سے کچھ لے لیا جائے بلکہ یہ بھی جبر ہے کہ اگر نہ دیں گے تو بدنام ہوں گے پھر لینے والے خوب مانگ مانگ کر جھگڑ جھگڑ کر لیتے ہیں اور وہ بیچارہ اپنے ننگ و ناموس کے لئے دیتا ہے۔ یہ سب جبر حرام ہے۔ پھر یہ بیر گھڑی تو ہندوانہ لفظ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کافروں سے یہ رسم سیکھی ہے۔ یہ دوسری ظلمت ہوئی۔ (۲۷) اس کے بعد ڈوم شربت گھولنے کے واسطے آتا ہے۔ جس کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے اور شکر شربت کی دولہن کے یہاں سے آتی ہے۔ یہاں بھی وہی انعام میں زبردستی کی علت لگی ہوئی ہے۔ پھر یہ ڈوم صاحب کس مصرف کے ہیں۔ بیشک شربت گھولنے کے لئے بہت ہی موزوں و مناسب ہیں کیونکہ باجا بجاتے بجاتے ہاتھوں میں سرور کا مادّہ پیدا ہو گیا ہے تو شربت پینے والوں کو زیادہ سرور ہوگا۔ پھر طرّہ یہ کہ کیسی ہی سردی پڑتی ہو چاہے زکام ہو جائے مگر شربت ضرور پلایا جائے۔ اس بے عقلی کی بھی کوئی حد ہے۔ (۲۸) پھر قاضی صاحب کو بُلاکر نکاح پڑھواتے ہیں

بس یہ ایک بات ہے جو تمام خرافات میں اچھی اور شریعت کے موافق ہے۔ مگر اس میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر جگہ حضرات قاضی صاحبان نکاح کے مسائل سے محض ناواقف ہوتے ہیں کہ بعض جگہ یقیناً نکاح بھی درست نہیں ہوتا۔ تمام عمر بدکاری ہوا کرتی ہے۔ اور بعض تو ایسے حریص اور لالچی ہیں کہ روپیہ سوا روپیہ کے لالچ سے جس طرح فرمائش کی جائے کر گذرتے ہیں۔ خواہ نکاح ہو یا نہ ہو۔ مُردہ بہشت میں جائے چاہے دوزخ میں۔ اپنے حلوے مانڈے سے کام۔ اس لئے اس میں بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ نکاح پڑھنے والا خود عالم ہو یا کسی عالم سے خوب تحقیق کرکے نکاح پڑھے اور بعضی جگہ نکاح کے قبل دُولہا کو گھر میں بُلا کر دولہن کا ہاتھ پردے سے نکال کر اس کی ہتھیلی پر کچھ تِل وغیرہ رکھ کر دولہا کو کھلاتے ہیں۔ خیال کرنا چاہئے کہ ابھی نکاح نہیں ہوا۔ اور لڑکی کا ہاتھ دولہا کے سامنے بلا ضرورت کر دیا کتنی بڑی بے حیائی ہے اللہ بچائے۔ (۲۹) اس کے بعد اگر دولہا والے چھوارے لے گئے ہوں تو وہ لُٹا دیتے ہیں یا تقسیم کر دیتے ہیں ورنہ وہی شربت خواہ گرمی ہو یا سردی۔ اس شربت میں علاوہ بے حد پابندی کے بیمار ڈالنے کا سامان کرنا ہے جیسا کہ بعض فصلوں میں واقع ہوتا ہے۔ یہ کہاں جائز ہے۔ (۳۰) اب دُولہن کی طرف کا نائی ہاتھ دُھلاتا ہے۔ اس کو سوا روپیہ ہاتھ دُھلائی دیا جاتا ہے۔ یہ دینا اصل میں انعام واحسان ہے مگر اب اس کو دینے والے اور لینے والے حق واجب اور نیگ سمجھتے ہیں۔ اس طرح سے دینا لینا حرام ہے کیونکہ احسان میں زبردستی کرنا حرام ہے جیسا کہ اُوپر گذر چکا۔ اور اگر اسے خدمتگذاری کا حق کہو تو خدمتگذار تو دُولہن والوں کا ہے اُن کے ذمّے ہونا چاہئے دُولہا والوں سے کیا واسطہ۔ یہ تو مہمان ہیں۔ علاوہ خلافِ شرع ہونے کے خلافِ عقل بھی کس قدر ہے کہ مہمانوں سے اپنے نوکروں کی تنخواہ مزدوری دلائی جائے۔ (۳۱) دُولہا کے لئے گھر سے شکرانہ بن کر آتا ہے جو خالی رکابیوں میں سب براتیوں کو تقسیم کیا جاتا ہے اس میں اس بے حد پابندی کے علاوہ عقیدے کی بھی خرابی ہے یعنی اگر شکرانہ نہ بنایا جائے تو نامُبارکی کا باعث سمجھتی ہیں بلکہ اکثر رسوم میں یہی عقیدہ ہے یہ خود شرک کی بات ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بدشگونی اور نامبارکی کچھ اصل نہیں۔ شریعت جس کو بے اصل بتائے اور لوگ اُس پر پُل بنا کر کھڑا کریں یہ شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں۔ (۳۲) اس کے بعد سب براتی کھانا کھا کر چلے جاتے ہیں۔ لڑکی والے کے گھر سے نوشہ کے لئے پلنگ سجا کر بھیجا جاتا ہے۔ اور کیسے اچھے وقت بھیجا جاتا ہے جب تمام رات زمین پر پڑے پڑے چُور ہو چکے اب مرہم آیا ہے۔ واقعی حقدار تو ابھی ہوا۔ اس سے پہلے تو اجنبی اور غیر تھا۔ بھلے مانسو! اگر وہ داماد نہ تھا تو بُلایا ہوا مہمان تو تھا۔ آخر مہمان کی خاطر مدارات کا بھی شرع اور عقل میں حکم ہے یا نہیں۔ اور دوسرے براتی اَب بھی فضول رہے، اُن کی اب بھی کسی نے بات نہ پوچھی۔ صاحبو! وہ بھی تو مہمان ہیں۔ (۳۳) پلنگ لانے والے نائی کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا یہ چارپائی اس علت کے لئے آئی تھی۔ استغفر اللہ اس میں بھی وہی انعام میں جبر ہونا ظاہر ہے۔ (۳۴) پچھلی رات کو ایک خوان میں شکرانہ بھیجا جاتا ہے اس کو برات کے سب لڑکے مل کر کھاتے ہیں چاہے ان کمبختی ماروں کو بدہضمی ہو جائے مگر شادی والوں کو اپنی رسمیں پوری کرنے سے کام۔ پہلے جہاں شکرانہ بنانے کا ذکر آیا ہے وہاں بیان ہو چکا ہے کہ یہ بھی خلافِ شرع ہے۔ (۳۵) اس خوان لانے والے

سلہ عن ابی ہریرۃ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ولا ہامۃ ولا صفر رواہ البخاری ۱۲ مشکوۃ صـ ۳۹۱

نائی کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے۔ کیوں نہ دیا جائے ان نائی صاحب کے بزرگوں نے اس بیچارے براتی کے باپ دادا کو قرض روپیہ دے رکھا تھا وہ بیچارہ اس کو ادا کر رہا ہے ورنہ اس کے باپ دادا جنّت میں جانے سے اٹکے رہیں گے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ (۳۶) صبح کو برات کے بھنگی دولہن والوں کے گھر دف بجاتے ہیں۔ یہ دف برات کے ساتھ آئے تھے۔ اور دف اصل میں جائز بھی تھے مگر اس میں شریعت نے یہ مصلحت رکھی ہے کہ ان سے نکاح کی خوب شہرت ہو جائے لیکن اب یقینی بات ہے کہ شان و شوکت دکھانے اور تفاخر کے لئے بجایا جاتا ہے۔ اس لئے ناجائز اور موقوف کرنے کے قابل ہے اعلان و شہرت کے اور ہزاروں طریقے ہیں اور اب تو ہر کام میں مجمع ہو جاتا ہے خود ہی ساری بستی میں چرچا ہو جاتا ہے۔ بس یہی شہرت کافی ہے۔ اور اگر دف کے ساتھ شہنائی بھی ہو تو کسی حال میں جائز نہیں۔ حدیث شریف میں صاف برائی اور ممانعت آئی ہے[1] (۳۷) دولہن والوں کی طرف کا بھنگی برات کے گھوڑوں کی لید اٹھاتا ہے اور دونوں طرف کے بھنگیوں کو لید اٹھائی اور صفائی کا نیگ برابر ملتا ہے بھلا اس ٹھہرے بدلائی سے کیا فائدہ۔ دونوں کو جب برابر ملتا ہے تو اپنے اپنے کمینوں کو دیدیا ہوتا خواہ مخواہ دوسرے سے دلا کر جبر کا گناہ لازم کرایا۔ (۳۸) دلہن والوں کی ڈومنی دولہا کو پان کھلانے کے واسطے آتی ہے اور دستور کے موافق اپنا پردت لے کر جاتی ہے اس کو بھی انعام دینا پڑتا ہے۔ بیچارے کو آج ہی لوٹ لو۔ کچھ بچا کر لیجانے نہ پائے بلکہ اور قرضدار ہو کر جائے یہاں بھی اسی جبر کو یاد کر لو (۳۹) اس کے بعد نائن دولہن کا سر گھوندھ کر کے کنگھی کو ایک کٹورے میں رکھ کر لے جاتی ہے اور اس کو سر بندھائی اور پوڑے پسائی کے نام سے کچھ دیا جاتا ہے۔ کیوں نہ دیا جائے یہ بیچارہ سب کا قرضدار بھی ہے یہاں بھی وہی جبر ہے۔ (۴۰) اس کے بعد کمینوں کے انعام کی فرد دولہن والوں کی طرف سے تیار ہو کر دولہا والوں کو دی جاتی ہے وہ خواہ اس کو تقسیم کر دے یا یکمشت دلہن والوں کو دیدے اس میں بھی وہی جبر لازم آتا ہے جس کا حرام ہونا کئی بار بیان ہو چکا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں صاحب یہ لوگ ایسے ہی موقع کی امید پر عمر بھر خدمت کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس کی خدمت کی ہے اسی سے خدمت کا بدلہ بھی لینا چاہئے۔ یہ کیا لغو حرکت ہے کہ خدمت کریں ان کی اور بدلہ دے وہ۔ (۴۱) نوشہ گھر میں بلایا جاتا ہے اور اس وقت پوری بے پردگی ہوتی ہے اور بعضی باتیں بے حیائی کی اس سے پوچھی جاتی ہیں جس کا گناہ اور بے غیرتی ہونا ظاہر ہے بیان کی حاجت نہیں۔ بعضی جگہ دولہا سے فرمائش ہوتی ہے کہ دلہن سے کہے کہ میں تمہارا غلام ہوں اور تم شیر ہو اور میں بھیڑ ہوں۔ الٰہی توبہ۔ اللہ تعالیٰ تو خاوند کو سردار فرمائیں اور یہ اسکو غلام اور تابعدار بنائیں۔ بتلاؤ قرآن کے خلاف یہ رسم ہے یا نہیں۔ (۴۲) اگر بہت غیرت سے کام لیا گیا تو اسکا رومال گھر میں منگایا جاتا ہے اور اس وقت سلامی کا روپیہ جو نیوتے میں آتا ہے جمع کر کے دولہا کو دیا جاتا ہے۔ اس نیوتے کا گناہ ہونا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ (۴۳) اس سے ڈومنی اور نائن کا حق بقدر آٹھ آنے نکالا جاتا ہے۔ اللہ میاں کی زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ اتنا فرض نہیں کھیت کا دسواں حصہ واجب نہیں مگر ان کا حصّہ نکالنا سب فرضوں سے بڑھکر فرض ہے۔ یہ بے حد پابندی کس قدر لغو ہے۔ پھر یہ کہ نائن تو خدمتی بھی ہے۔ بھلا یہ ڈومنی کس مصرف کی ہے جو ہر جگہ اس کا ساجھا اور

[1] عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونہا بغیر اسمہا یعزف علی رؤسہم بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بہم الارض ویجعل منہم القردۃ والخنازیر ۱۲ سنن ابن ماجۃ باب العقوبات ص ۳۰۰

حق رکھا ہوا ہے۔ بقول شخصے بیاہ میں بیچ کا لیکھا۔ شاید گانے بجانے کا حق الخدمت ہو گا۔ سو جب گانا بجانا حرام ہے جیسا کہ پہلے باب میں بیان ہو چکا ہے تو اس پر کچھ مزدوری اور انعام دینا دلانا کس طرح جائز ہو گا۔ اور مزدوری بھی کس طرح کی کہ گھر والا تو اس لئے دیتا ہے کہ اس نے بلایا، اس کے یہاں تقریب ہے۔ بھلا اور آنے والوں کی کیا کمبختی کہ ان سے بھی جبراً وصول کیا جاتا ہے اور جو نہ دے اس کی ذلت و تحقیر اور اس پر طعن و ملامت کی جاتی ہے بس ایسے گانے اور ایسے حق کو کیونکر حرام نہ کہا جاوے گا۔ گانے بجانے میں بعضوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ بیاہ شادی میں گیت درست ہے لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اب جو خرابیاں اس میں مل گئی ہیں ان سے درست نہیں رہا۔ وہ خرابیاں یہ ہیں کہ ڈومنیاں لے سے گاتی ہیں ہمارے مذہب میں یہ منع ہے اور ان کی آواز غیر مردوں کے کان میں پہنچتی ہے۔ نامحرم کو ایسی آواز سنانا بھی گناہ ہے اور اکثر ڈومنیاں جوان بھی ہوتی ہیں۔ اُن کی آواز سے اور بھی خرابی کا ڈر ہے۔ کیونکہ سننے والوں کے دل پاک نہیں رہے۔ گانا سننے سے اور ناپاکی بڑھ جاتی ہے کہیں کہیں ڈھولک بھی ہوتی ہے یہ کھلا ہوا گناہ ہے۔ پھر زیادہ رات اسی دھندے میں گذرتی ہے صبح کی نمازیں اکثر قضا ہو جاتی ہیں۔ مضمون بھی بعض دفعہ خلافِ شرع ہوتا ہے ایسا گانا گوانا کب درست ہو گا۔ (۴۴) کھانے سے فراغت کے بعد جہیز کی تمام چیزیں مجمع عام میں لائی جاتی ہیں اور ایک ایک چیز سب کو دکھلائی جاتی ہے اور زیور کی فہرست پڑھ کر سب کو سنائی جاتی ہے۔ خود کہو کہ پوری پوری ریا و نمائش ہے یا نہیں۔ علاوہ اس کے زنانے کپڑوں کا مردوں کو دکھلانا کس قدر غیرت کے خلاف ہے اور بعضے لوگ اپنے نزدیک بڑی دینداری کرتے ہیں جہیز دکھلاتے نہیں مقفل صندوق اور اسباب کی فہرست دیدیتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی دکھلاوا ضرور ہے۔ براتی وغیرہ صندوق لاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ بعضے فہرست بھی مانگ کر پڑھنے لگتے ہیں۔ دوسرے دولہا کے گھر جو مہمان جمع ہیں انہیں کھول کر بھی دکھلایا جاتا ہے۔ اس کا بچاؤ تو یہی ہے کہ جہیز ہمراہ نہ بھیجا جائے۔ پھر اطمینان کے وقت سب چیزیں اپنی لڑکی کو دکھلا کر سپرد کر دی جائیں وہ جب چاہے لے جائے۔ چاہے ایک دفعہ چاہے کئی دفعہ کر کے۔ (۴۵) سوا روپیہ کمینوں کا نیگ جہیز کے خوان میں ڈالا جاتا ہے۔ وہی انعام میں زبردستی یہاں بھی یاد کر لو۔ (۴۶) اب لڑکی کے رخصت ہونے کا دن آیا۔ میانہ یا پالکی دروازے میں رکھ کر دولہن کے باپ بھائی وغیرہ اس کے سر پر ہاتھ دھرنے کو گھر میں بلائے جاتے ہیں۔ اُس وقت بھی اکثر مردوں عورتوں کا آمنا سامنا ہو جاتا ہے۔ جس کا برا ہونا ظاہر ہے۔ (۴۷) پھر لڑکی کو رخصت کر کے ڈولے میں بٹھاتے ہیں اور عقل کے خلاف سب میں رونا پیٹنا مچتا ہے ممکن ہے کہ بعض کو جدائی کا قلق ہو مگر اکثر تو رسم ہی پورا کرنے کو روتی ہیں کہ کوئی یوں کہے گا کہ ان پر لڑکی بھاری تھی اس کو دفع کر کے خوش ہوئے اور یہ جھوٹا رونا ناحق کا فریب ہے جو کہ عقل اور شرع دونوں کے خلاف اور گناہ ہے۔ (۴۸) بعض جگہ دولہا کو حکم ہوتا ہے کہ گود میں لیکر ڈولے میں رکھدے۔ ان کی یہ فرمائش سب کے روبرو پوری کی جاتی ہے۔ اگر کمزور ہوا تو بہنیں وغیرہ سہارا لگاتی ہیں۔ اس میں علاوہ بے غیرتی اور بے حیائی کے اکثر عورتوں کا بالکل سامنا ہو جاتا ہے کیونکہ یہی تماشہ دیکھنے کے لئے تو یہ فرمائش ہوئی ہے۔ پھر کبھی دولہن زیادہ بھاری ہوئی نہ سنبھل سکی تو چھوٹ پڑتی ہے اور چوٹ لگتی ہے اس لئے

یہ بھی ناجائز ہے۔ (۴۹) دولہن کے دوپٹے کے ایک پلّو میں کچھ نقد، دوسرے میں ہلدی کی گرہ، تیسرے میں جائفل، چوتھے میں چاول اور گھاس کی پتی باندھتی ہیں۔ یہ شگون اور ٹوٹکا ہے جو علاوہ خلافِ عقل ہونے کے شرک کی بات ہے۔ (۵۰) اور ڈولے میں مٹھائی کی چنگیر رکھ دیتی ہیں جس کے خرچ کا موقع آگے چل کر معلوم ہوگا۔ اسی سے اس کا بیہودہ اور منع ہونا بھی ظاہر ہو جائے گا۔ (۵۱) اوّل ڈولہ دولہن کی طرف کے کہار اٹھاتے ہیں اور دولہا والے اُس پر سے بکھیر شروع کرتے ہیں اگر اس میں کوئی اثر شگونی بھی سمجھتے ہیں کہ اس کے سر سے آفتیں اتر گئیں تب تو عقیدے کی خرابی ہے ورنہ نام و نمود و شہرت کی نیّت ہونا ظاہر ہے۔ غرض ہر حال میں بُرا ہے۔ پھر لینے والے اس بکھیر کے بھنگی ہوتے ہیں جس سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ صدقہ خیرات کرنا مقصود ہے۔ ورنہ غریبوں، محتاجوں کو دیتے۔ پس یہ ایک طرح کا فضول و بیجا خرچ بھی ہے کہ مستحقین کو چھوڑ کر غیر مستحقین کو دیا۔ پھر اس میں بعض کے چوٹ لگ جاتی ہے کسی کے بھیڑ کی وجہ سے اور کسی کے خود روپیہ پیسہ لگ جاتا ہے یہ خرابی الگ رہی۔ (۵۲) اس بکھیر میں ایک مٹھی ان کہاروں کو دی جاتی ہے اور وہ سب کمینوں کا حق ہوتا ہے۔ وہی جبر کا ناجائز ہونا یہاں بھی یاد کر لو۔ (۵۳) جب بکھیر کرتے ہوئے شہر کے باہر پہنچتے ہیں۔ تو یہ کہار ڈولہ کسی باغ میں رکھ کر اپنا نیگ سوا روپیہ لیکر چلے جاتے ہیں وہی انعام لینے میں زبردستی یہاں بھی ہے۔ (۵۴) اور دولہن کے عزیز و اقارب جو اس وقت تک ڈولے کیساتھ ہوتے ہیں رخصت ہو کے چلے جاتے ہیں اور وہاں پر وہ چنگیر مٹھائی کی نکال کر براتیوں میں بھاگ دوڑ چھینا جھپٹی شروع ہوتی ہے اس میں علاوہ اسی بے حد پابندی کے اکثر یہ بے احتیاطی ہوتی ہے کہ اجنبی مرد ڈولے میں اندھا دھند ہاتھ ڈال کر وہ چنگیر لے لیتے ہیں اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ پردہ کھل جائے گا۔ نائن یا دولہن کو ہاتھ لگ جائے گا اور بعض غیرت مند دولہا یا دولہن کے رشتہ دار اس پر جوش میں آکر بُرا بھلا کہتے ہیں جس میں بعض وقت بات بہت بڑھ جاتی ہے مگر اس منحوس رسم کو کوئی نہیں چھوڑتا۔ تمام تھکا فضیحتی منظور مگر اس کا ترک کرنا منظور نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (۵۵) راستے میں جو اوّل ندی ملتی ہے تو کہار لوگ اُس ندی پر پہنچکر ڈولہ رکھدیتے ہیں کہ ہمارا حق دو تب ہم پار جائیں۔ اور یہ حق کم از کم ایک روپیہ ہوتا ہے جس کو دریا اترائی کہتے ہیں۔ یہ وہی انعام میں زبردستی ہے۔ (۵۶) جب مکان پر ڈولہ پہنچتا ہے تو کہار ڈولہ نہیں رکھتے جب تک اُن کو سوا روپیہ انعام نہ دیا جائے۔ اگر یہ انعام ہے تو یہ جبر کیسا۔ اور اگر مزدوری ہے تو مزدوری کی طرح ہونا چاہئے کہ جبؔلہ کسی کے پاس ہوا دیدیا اس کا وقت مقرر کر کے مجبور کرنا بجز رسم ادا کرنے کے اور کچھ نہیں جس کو بے حد پابندی کہنا چاہئے۔ (۵۷) بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ دولہا کا کوئی رشتہ دار لڑکا آکر ڈولہ روک لیتا ہے کہ جب تک ہمارا حق نہ ملے ڈولے کو گھر میں نہ جانے دیں گے۔ اس کو بھی اسی بے حد پابندی میں داخل سمجھو۔ (۵۸) ڈولہ آنے سے پہلے ہی بیچ صحن میں تھوڑی جگہ لیپ رکھتی ہیں اور اس میں آٹے سے گھروندے یعنی چلتے کی طرح بنا دیتی ہیں۔ ڈولہ اوّل اوّل وہیں رکھا جاتا ہے۔ دولہن کا انگوٹھا اس میں ٹکا لیتی ہیں تب اندر لے جاتی ہیں۔ اس میں علاوہ بے حد پابندی کے سراسر شگون بھرا ہوا ہے اور کافروں کی موافقت، پھر اناج کی بیقدری اس لئے یہ بھی ناجائز ہے۔ (۵۹) جب کہار ڈولہ رکھکر چلے جاتے

لہ اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ انعام ہے یا مزدوری اگر انعام ہے تو اسکی ادائیگی میں تشدد نہ ہونا چاہئے چاہے دے یا نہ دے اور اگر مزدوری ہے تو مقدار معین ہونی چاہئے اور اگر ادا کرنے والا اسوقت معذور ہو تو اسے مہلت ملنی چاہئے ۱۲

ہیں تو دھیانیاں بہو کو ڈولے میں سے نہیں اُتارنے دیتیں جب تک اُن کو ان کا حق نہ دیا جائے بلکہ اکثر دروازہ بند کر لیتی ہیں جس کے معنی یہ ہوئے کہ جب تک ہم کو فیس یا جُرمانہ نہ دیا جائے تب تک ہم دولہن کو گھر میں نہ گھسنے دیں گے یہ بھی انعام میں زبردستی ہے۔ (۶۰) اس کے بعد نوشہ کو بُلا کر ڈولے کے پاس کھڑا کیا جاتا ہے اس کی نہایت پابندی ہے اور یہ ایک قسم کا شگون ہے جس سے عقیدے کی خرابی معلوم ہوتی ہے اور اکثر اس وقت پردہ دار عورتیں بھی بے تمیزی سے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں۔ (۶۱) عورتیں صندل اور مہندی پیس کر لے جاتی ہیں اور دولہن کے داہنے پاؤں اور کوکھ کو ایک ایک ٹیکہ لگاتی ہیں۔ یہ کھُلا ہوا ٹوٹکا اور شرک ہے۔ (۶۲) تیل اور ماش صدقہ کر کے بھنگن کو دیا جاتا ہے اور میانے کے چاروں پایوں پر تیل چھڑکا جاتا ہے۔ وہی عقیدے کی خرابی کا روگ اس لغو حرکت کا بھی منشا ہے۔ (۶۳) اور اُس وقت ایک بکرا گڈریہ سے منگا کر نوشہ اور دولہن کے اوپر سے صدقہ کر کے اسی گڈریہ کو مع کچھ نیگ کے جس کی مقدار دو آنے یا چار آنے قیمت ہے دیدیا جاتا ہے۔ دیکھو یہ کیا لغو حرکت ہے۔ اگر بکرا خریدا ہے تو اس کی قیمت کہاں دی۔ اگر یہی ہے تو بھلا ویسے تو اتنے کو خرید لو۔ اور اگر خریدا نہیں تو وہ اس گڈریہ کی مِلک ہے تو یہ پرائے مال کے صدقہ کرنے کے کیا معنی۔ یہ تو وہی مثل ہے حلوائی کی دوکان پر نانا جی کی فاتحہ۔ پھر صدقہ کا مصرف گڈریہ بہت موزوں ہے۔ غرض سرتاپا لغو حرکت ہے اور بالکل اصولِ شریعت کے خلاف۔ (۶۴) اس کے بعد بہو کو اُتار کر گھر میں لاتی ہیں اور ایک بوریئے پر قبلہ رُخ بٹھاتی ہیں اور سات سُہاگنیں مِل کر تھوڑی کھیر بہو کے داہنے ہاتھ پر رکھتی ہیں۔ پھر اس کھیر کو ان میں سے ایک سُہاگن مُنہ سے چاٹ لیتی ہے۔ یہ رسم بالکل شگون اور فالوں سے مِل کر بنی ہے جس کا منشا عقیدے کی خرابی ہے اور قبلہ رُخ ہونا بہت برکت کی بات ہے لیکن یہ مسئلہ بس ان ہی خرافات پر عمل کرنے کے لئے رہ گیا اور کبھی عمر بھر چاہے نماز کی بھی توفیق نہ ہوئی ہو۔ اور جب اس کی پابندی فرض سے بھی بڑھ کر ہونے لگے اور ایسا نہ کرنے کو بدشگونی سمجھا جائے تو یہ بھی شرع کی حد سے بڑھ جانا ہے اس لئے یہ بھی جائز نہیں۔ بعض جگہ یہاں بھی نوشہ گود میں لے کر دولہن کو اُتارتا ہے اس کی قباحتیں اُوپر بیان ہو چکیں۔ (۶۵) یہ کھیر دو طباقوں میں اُتاری جاتی ہے۔ ایک اُن میں سے ڈومنی کو (شاباش ری ڈومنی تیرا تو سب جگہ ظہورا ہے) اور ایک نائن کو مع کچھ انعام کے جس کی مقدار کم سے کم پانچ ٹکے ہیں دیا جاتا ہے یہ محض رسوم کی پابندی اور خرافات ہے۔ (۶۶) اس کے بعد ایک یا دو من کی کھیر برادری میں تقسیم کی جاتی ہے جس میں علاوہ پابندی کے بجز ریا و تفاخر اور کچھ نہیں۔ (۶۷) اس کے بعد بہو کا مُنہ کھولا جاتا ہے اور سب سے پہلے ساس یا سب سے بڑی عورت خاندان کی بہو کا مُنہ دیکھتی ہے اور کچھ مُنہ دکھلائی دیتی ہے جو ساتھ والی کے پاس جمع ہوتا رہتا ہے۔ اس کی ایسی سخت پابندی ہے کہ جس کے پاس مُنہ دکھلائی نہ ہو وہ ہرگز ہرگز مُنہ نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ لعنت و ملامت کا اتنا بھاری بوجھ اس پر رکھا جائے جس کو کسی طرح اُٹھا ہی نہ سکے۔ غرض اس کو واجبات سے قرار دیا ہے جو صاف شرعی حد سے بڑھ جانا ہے پھر اس کی کوئی معقول وجہ نہیں سمجھ میں آتی کہ اس کے ذمہ مُنہ پر ہاتھ رکھنا بلکہ ہاتھوں پر مُنہ رکھنا یہ کیوں فرض کیا گیا ہے اور فرض بھی ایسا کہ اگر کوئی نہ کرے تو تمام برادری میں بے حیا، بے شرم، بے غیرت مشہور ہو جائے بلکہ ایسا تعجب کریں

کہ جیسے کوئی مسلمان کافر بن جائے پھر خود ہی کہو اس میں بھی شریعت کی حد سے باہر ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اس شرم میں اکثر بلکہ ساری دولہنیں نماز قضا کر ڈالتی ہیں۔ اگر ساتھ والی نے موقع پا کر پڑھوا دی تو خیر ورنہ عورتوں کے مذہب میں اس کو اجازت نہیں کہ خود اُٹھ کر یا کسی سے کہہ سن کر نماز کا بندوبست کرے اس کو ذرا ادھر اُدھر ہلنا، بولنا چالنا، کھانا پینا، اگر کھجلی بدن میں اُٹھے تو کھجلانا۔ اگر جمائی یا انگڑائی کا غلبہ ہو جمائی انگڑائی لینا، یا نیند آنے لگے تو لیٹ رہنا۔ پیشاب پاخانہ خطا ہونے لگے تو اس کی اطلاع تک کرنا بھی ان عورتوں کے مذہب میں حرام بلکہ کفر ہے۔ اس خیال کی وجہ سے دولہن دو چار دن پہلے سے بالکل دانہ پانی چھوڑ دیتی ہے کہ کہیں پیشاب پاخانہ کی حاجت نہ ہو جو سب میں بدنامی ہو جائے۔ خدا جانے اس بیچاری نے کیا جرم کیا تھا جو ایسی سخت کال کوٹھڑی میں یہ مظلومہ قید کی گئی۔ خود سوچو کہ اس میں بلا وجہ ایک مسلمان کو تکلیف دینا ہے یا نہیں۔ پھر کیونکر اجازت ہو سکتی ہے اور یاد رہے کہ نمازوں کے قضا ہونے کا گناہ اس کو تو ہوتا ہی ہے لیکن اور سب عورتوں کو بھی اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جن کی بدولت یہ رسمیں قائم ہیں اس لئے ان سب خرافات کو موقوف کرنا چاہئے۔ اور بعض شہروں میں یہ بیہودگی ہے کہ کنبے کے سارے مرد بھی دولہن کا منہ دیکھتے ہیں استغفر اللہ ونعوذ باللہ۔ (۶۸) یہ سب عورتیں منہ دیکھتی ہیں۔ اس کے بعد کسی کا بچہ بہو کی گود میں بٹھاتی ہیں اور کچھ مٹھائی دے کر اُٹھا لیتی ہیں وہی خرافات شگون۔ مگر کیا ہوتا ہے اس پر بھی بعضوں کے تمام عمر اولاد نہیں ہوتی۔ توبہ توبہ کیا بُرے خیالات ہیں۔ (۶۹) اس کے بعد بہو کو اُٹھا کر چارپائی پر بٹھاتی ہیں پھر نائن دولہن کے داہنے پیر کا انگوٹھا دھوتی ہے اور وہ روپیہ یا اٹھنی وغیرہ جو بہو کے ایک پلو میں بندھا ہوتا ہے انگوٹھا دھلائی میں نائن کو دیا جاتا ہے (یعنی دلاتے ہیں)۔ معلوم ہوتا ہے یہ بھی کوئی شگون ہے۔ (۷۰) بعد آنے دولہن کے شکرانہ کے دو طباق ایک اس کے لئے دوسرا نائن کے لئے جو بہو کے ساتھ آتی ہے بنائے جاتے ہیں اس وقت بھی وہی سہاگنیں مل کر کچھ دانے بہو کے منہ کو اس بیچاری کے للچانے کے لئے لگا کر آپس میں سب مل کر کھا لیتی ہیں (شاباش شاباش) یہ سب شگون معلوم ہوتا ہے۔ (۷۱) پھر دولہا والوں کی نائن دولہن والوں کی نائن کا ہاتھ دھلواتی ہے اور یہ نائن موافق تعلیم اپنے آقا کے کچھ نقد ہاتھ دھلوائی دیتی ہے اور کھانا شروع کر دیتی ہے اس میں بھی وہی بے حد پابندی اور انعام میں جبر کی خرابی ہے۔ (۷۲) کھانا کھاتے وقت ڈومنیاں گالیاں گاتی ہیں (کمبختوں پر خدا کی مار) اور اس نائن سے نیگ لیتی ہیں۔ ماشاء اللہ گالیاں کی گالیاں کھاؤ اور اوپر سے انعام دو۔ اس جہالت کی بھی کوئی حد ہے۔ خدا کی پناہ۔ (۷۳) جب جہیز کھولا جاتا ہے تو ایک جوڑا ساتھ والی نائن کو دیا جاتا ہے اور ایک ایک جوڑا سب دھیانیاں آپس میں تقسیم کر لیتی ہیں۔ واہ کیا اچھی زبردستی ہے۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ اگر کوئی کہے یہ زبردستی نہیں اس کو تو سب مانے ہوئے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ جب جانتی ہیں کہ نہ ماننے سے نکو بنائی جائیں گی تو اس زبردستی کے ماننے کا کیا اعتبار ہے۔ زبردستی کا ماننا تو وہ بھی مان لیتا ہے جس کی چوری ہو جاتی ہے اور چپ ہو کر بیٹھ رہتا ہے یا کوئی ظالم مال چھین لیتا ہے اور یہ ڈر کے مارے نہیں بولتا۔ ایسے ماننے سے کسی کا مال حلال نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح بعضی جگہ یہ بھی دستور ہے کہ جہیز میں جو بٹوے اور کمر بند اور تلیدانیاں ہوتی ہیں وہ سب دھیانیاں آپس میں تقسیم کر لیتی ہیں اور حصے رسد بہو کو بھی دیتی ہیں۔ (۷۴) رات کا وقت

تنہائی کے لئے ہوتا ہے جس میں بعض بے حیا عورتیں جھانکتی تاکتی ہیں اور موافق مضمون حدیث[1] کے لعنت میں داخل ہوتی ہیں۔ (۷۵) صبح کو یہ بے حیائی ہوتی ہے کہ رات کا بستر چادر وغیرہ دیکھی جاتی ہے اس سے بڑھکر بعض جگہ یہ غضب ہے کہ تمام گھر میں نائن کے ہاتھ پھرایا جاتا ہے کسی کا راز معلوم کرنا مطلقاً حرام ہے۔ خصوصاً ایسی حیا کی بات کی شہرت سب جانتے ہیں کہ کس قدر بے غیرتی کی بات ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عین وقت پر کسی کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا۔ اللہ بچائے (۷۶) عصر مغرب کے درمیان میں بہو کا سر کھولا جاتا ہے اور اُس وقت ڈومنیاں گاتی جاتی ہیں اور ان کو سوا روپیہ پانچ ٹکے مانگ بھرائی اور سر کھلائی کے نام سے دیئے جاتے ہیں اس میں بھی وہی بے حد پابندی اور مزدوری دینے کی خرابی موجود ہے۔ (۷۷) بہو کے آنے سے اگلے دن اُس کے عزیز قریب دو چار گاڑیاں اور مٹھائی وغیرہ لے کر آتے ہیں اس آمد کا نام چوتھی ہے۔ اس میں بھی وہی بے حد پابندی کی علت لگی ہوئی ہے۔ علاوہ اس کے یہ رسم کافروں کی ہے اور کافروں کی موافقت منع ہے۔ (۷۸) بہو کے بھائی وغیرہ گھر میں بلائے جاتے ہیں اور بہو کے پاس علیحدہ مکان میں بیٹھتے ہیں۔ اکثر اوقات یہ لوگ شرعاً نامحرم بھی ہوتے ہیں مگر اس کی کچھ تمیز نہیں ہوتی کہ نامحرم کے پاس تنہا مکان میں بیٹھنا خصوصاً زیب و زینت کے ساتھ کس قدر گناہ اور بے غیرتی ہے۔ اور وہ بہو کو کچھ نقد دیتے ہیں اور کچھ مٹھائی کھلاتے ہیں۔ اور چوتھی کا جوڑا مع تیل و عطر اور کمینوں کے خرچ کے گھر میں بھیجدیتے ہیں یہ سب اسی بے حد پابندی میں داخل ہے۔ (۷۹) جب نائی ہاتھ دُھلانے آتا ہے تو وہ اپنا نیگ جو زیادہ سے زیادہ سوا روپیہ اور کم سے کم چار آنے ہیں لے کر ہاتھ دُھلواتا ہے۔ اس فرضیت کا بھی کچھ ٹھکانا ہے۔ جتنے حقوق خدا کے اور بندوں کے ہیں سب میں توقف ہو جائے مگر اس مَن گھڑت حق میں جو سچ پوچھو تو ناحق ہے کیا مجال کہ ذرا فرق آجائے بلکہ پیشگی وصول کیا جائے پہلے اس کا قرض ادا کر دو تب کھانا نصیب ہو۔ استغفر اللہ مہمانوں سے دام لے کر کھانا کھلانا یہ ان ہی عقل کے دشمنوں کا کام ہے۔ یہ بھی بے حد پابندی اور شرعی حد سے آگے بڑھنا اور انعام میں جبر کرنا ہے۔ (۸۰) کھانا کھانے کے وقت چوتھی والوں کی ڈومنیاں دروازے پر بیٹھ کر اور گالیاں گا کر اپنا نیگ لیتی ہیں۔ خدا تم کو سمجھے۔ ایسے ہی لینے والے اور ایسے ہی دینے والے۔ حاجتمندوں کو خوشامد اور دعاؤں پر بھی پھوٹی کوڑی نہ دیں۔ اور ان بدذاتوں کو گالیاں کھا کھا کر روپے بخشیں۔ واہ رے رواج تو بھی کیسا زبردست ہے۔ خدا تجھے ہمارے مُلک سے غارت کرے۔ (۸۱) دوسرے روز چوتھی کا جوڑا پہنا کر مع اُس مٹھائی کے جو بہو کے گھر سے آئی تھی رخصت کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ بھلا اس مٹھائی کے بھیجنے سے اور پھر واپس لیجانے سے کیا حاصل ہوا۔ شاید اُس مبارک گھر سے مٹھائی میں برکت آجانے کے لئے بھیجی ہوگی۔ خیال تو کرو رسم کی پابندی میں عقل بھی جاتی رہتی ہے اور بے حد پابندی کا گناہ اور الزام الگ رہا۔ (۸۲) اور بہو کے ساتھ نوشہ بھی جاتا ہے اور رخصت کرتے وقت وہی چاروں چیزیں پلوؤں میں باندھی جاتی ہیں جو رخصت کے وقت وہاں سے بندھ کر آئی تھیں۔ یہ

[1] عن الحسن مرسلا قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۱۲ مشکوٰۃ ص ۲۷۰ +

بھی خرافات و شگون ہے۔ (۸۳) وہاں جا کر جب دولہن اُتاری جاتی ہے تو اُس کا داہنا انگوٹھا وہاں کی نائن دھوکر وہ اٹھنی یا روپیہ جو بہو کے پلو میں بندھا ہوتا ہے لیتی ہے وہی شگون یہاں بھی ہے۔ (۸۴) جب دولہا گھر میں جاتا ہے تو سالیاں اس کا جوتا چھپا کر جوتہ چھپائی کے نام سے کم از کم ایک روپیہ لیتی ہیں۔ شاباش ایک تو چوری کریں اور اُلٹا انعام پائیں۔ اول تو ایسی مہمل ہنسی کہ کسی کی چیز اُٹھائی چھپادی۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ پھر یہ کہ ہنسی دل لگی کا خاصہ ہے کہ اس سے بے تکلفی بڑھتی ہے' اجنبی اور غیر مرد سے ایسا علاقہ اور ربط پیدا کرنا یہ خود شرع کے خلاف ہے۔ پھر اس انعام کو حق لازمی سمجھنا یہ بھی زبردستی کر کے لینا اور شرعی حد سے نکل جانا ہے۔ بعض جگہ جوتہ چھپائی کی رسم نہیں مگر اس کا انعام باقی ہے کیا واہیات بات ہے۔ (۸۵) اس سے بدتر چوتھی کھیلنا ہے جو بعض شہروں میں رائج ہے۔ اس میں اس درجہ کی بے حیائی اور بے غیرتی ہوتی ہے اس کا کچھ پوچھنا نہیں۔ پھر جن کی عورتیں اس چوتھی کھیلنے میں شریک ہوتی ہیں اُن کے شوہر باوجود معلوم ہونے کے اس کا انتظام اور منع نہ کرنے کی وجہ سے دیُّوث بنتے ہیں۔ اور کافروں کی مشابہت۔ ان سب کے علاوہ۔ اور بعض وقت ایسی ایسی چوٹیں لگ جاتی ہیں کہ آدمی تلملا جاتا ہے۔ اس کا گناہ الگ۔ (۸۶) جب دولہا آتا ہے تو وہاں کا نائی اس کے داہنے پیر کا انگوٹھا دھوکر اپنا حق لیتا ہے جو ایک روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔ اور باقی کمینوں کا خرچ گھر میں دیتے ہیں۔ یہ سب شگون اور بے حد پابندی میں داخل ہے۔ ان سب موقعوں میں نائی کا حق سب سے زیادہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ ہندوؤں کی رسم ہے اُن کے رواج میں نائی کے اختیارات چونکہ بہت زیادہ ہیں اِس لئے اس کی بڑی قدر ہے بے علم مسلمانوں نے اختیارات تو اُن سے لے لئے مگر تنخواہ وہی رکھی۔ جو اکثر جگہ محض ناحق کا لینا دینا ہے۔ جہاں کوئی شرعی وجہ بھی نہیں نکل سکتی (۸۷) اب کھانے کا وقت آیا تو نائی صاحب رُوٹھے بیٹھے ہیں ہزاروں منّتیں کرو' خوشامد کرو مگر اُن کا ہاتھ ہی نہیں اُٹھتا کہ جب تک ہم کو نہ دوگے ہم نہ کھائیں گے۔ جب حق مل جائے گا تب کھائیں گے۔ سبحان اللہ کیا عقل کی بات ہے کہ کھانے کا کھانا کھائیں اور اوپر سے دانت گھسائی مانگیں۔ اس طوفانِ بے تمیزی میں حیا' شرم' عقل' تہذیب سب طاق پر رکھدیئے جاتے ہیں۔ اس میں بھی احسان میں زبردستی کی اور دینے میں ریا و نمائش کی علت موجود اس لئے یہ بھی ناجائز ہے۔ (۸۸) دو چار دن کے بعد پھر دولھا والے دُولھا دولہن کو لیجاتے ہیں اس کو بہوڑہ کہتے ہیں اور اس میں بھی وہی سب رسمیں ہوتی ہیں جو چوتھی میں ہوئی تھیں جو بُرائیاں اور گناہ اُس میں تھے وہی یہاں بھی سمجھ لو۔ (۸۹) اس کے بعد بہو کے میکے سے کچھ عورتیں اس کو لینے آتی ہیں اور اپنے ساتھ کھجوریں لاتی ہیں۔ وہی بے حد پابندی۔ (۹۰) یہ کھجوریں ساری برادری میں تقسیم ہوتی ہیں' وہی ریا و نمود۔ (۹۱) پھر جب یہاں سے رخصت ہوتی ہے تو نئی کھجوریں ساتھ کی جاتی ہیں۔ وہی بے حد پابندی۔ (۹۲) اور وہ باپ کے گھر جاکر برادری میں تقسیم ہوتی ہیں۔ وہی فخر و ریا یہاں بھی۔ (۹۳) اس کے بعد اگر شب برات یا

لـه عن السائب بن یزید عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یاخذ احدکم عصا اخیہ لاعبا جادا فمن اخذ عصا اخیہ فلیردھا الیہ رواہ الترمذی (مشکوۃ ص۲۵۵) عن ابن عباس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمار اخاک ولا تمازحہ ولا تعدہ موعدا فتخلفہ رواہ الترمذی (مشکوۃ ص۴۱۷ ۲)

محرم ہو تو باپ کے گھر ہوگا۔ یہ پابندی کونسی آیت یا حدیث سے ثابت ہے۔ وجہ اس کی صرف جاہلیت کا ایک خیال ہے کہ
محرم اور شب برات کو نعوذ باللہ نامبارک سمجھتی ہیں۔ اس لئے دُولہا کے گھر ہونا نامناسب جانتی ہیں۔ (۹۴) اور رمضان بھی
وہیں ہوتا ہے۔ قریب عید سواری بھیجکر بہو کو بُلاتی ہیں۔ غرض یہ کہ جو تہوار غم اور بھوک اور سوزش کے ہیں جیسے محرم کہ یہ غم
و رنج کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ رمضان میں بھی بھوک پیاس کا ہونا ظاہر ہے۔ شب برات کو عام لوگ جلتا بلتا کہتے ہیں
غرض یہ سب باپ کے حصہ میں اور عید جو خوشی کا تہوار ہے وہ گھر ہونا چاہئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ (۹۵) اور
وہاں سے دو تین من جنس مثل سویاں، آٹا، میوہ وغیرہ بھیجا جاتا ہے۔ اور دُولہا دُولہن کو جوڑا مع کچھ نقدی گھی کے
نام سے اور کچھ شیرینی دی جاتی ہے۔ یہ ایسا ضروری فرض ہے کہ گو سُودی قرض لینا پڑے مگر یہ قضا نہ ہو۔ ظاہر ہے
کہ شرعی حد سے بڑھ جانا ہے۔ (۹۶) بعد نکاح کے سال دو سال تک بہو کی روانگی کے وقت کچھ مٹھائی اور نقد
اور جوڑے وغیرہ دونوں طرف سے بہو کے ہمراہ کردیئے جاتے ہیں اور عزیزوں میں بھی خوب دعوتیں ہوتی ہیں
مگر وہی جُرمانہ کی دعوت کہ بدنامی سے بچنے کو یا ناموری و سُرخروئی حاصل کرنے کو سارا بکھیڑا ہوتا ہے۔ پھر اس
کے بدلے اور برابری کا بھی پورا لحاظ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات خود شکایت و تقاضا کرکے دعوت کھاتے ہیں۔
غرض تھوڑے دنوں تک یہ آؤ بھگت سچی یا جھوٹی ہوتی رہتی ہے۔ پھر اس کے بعد کوئی کسی کو نہیں پوچھتا سب
خوشیاں منانے والے اور جھوٹی خاطر داری کرنے والے الگ ہوئے اب جو مصیبت پڑے بھگتو۔ کاش جس
قدر روپیہ بیہودہ اُڑایا ہے اگر ان دونوں کے لئے اس سے کوئی جائداد خریدی جاتی، یا تجارت کا سلسلہ شروع
کردیا جاتا تو کس قدر راحت ہوتی۔ ساری خرابی ان رسوم کی پابندی سے ہے۔ (۹۷) دونوں طرف کی شیرینی دونوں
کی برادری میں تقسیم ہوجاتی ہے جس کا منشا وہی ریا ہے اور اگر وہ شیرینی سب کو نہ پہنچے تو اپنے گھر سے منگا کر ملاؤ۔
یہ بھی جُرمانہ ہے۔ (۹۸) بعض جگہ کنگنا باندھنے کا بھی دستور ہے۔ جو کافروں کی رسم ہونے کی وجہ سے منع ہے۔
(۹۹) بعض جگہ آرسی مصحف کی بھی رسم ہے۔ اس میں بھی طرح طرح کی رسوائیاں اور فضیحتیاں ہیں جو بالکل عقل
اور شرع کے خلاف ہیں۔ (۱۰۰) بعض جگہ آرائش اور آتش بازی کا سامان ہوتا ہے جو سراسر افتخار اور مال کا
بیہودہ اُڑانا ہے جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (۱۰۱) بعضی جگہ ہندوستانی یا انگریزی باجے
ہوتے ہیں اُن کا حرام ہونا حدیث[1] میں موجود ہے۔ اور کہیں ناچ بھی ہوتا ہے جس کا حرام ہونا پہلے باب میں بیان
کردیا گیا ہے۔ (۱۰۲) بعض تاریخوں اور مہینوں اور سالوں کو مثلاً اٹھارہ[5] سال کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس
میں شادی نہیں کرتے۔ یہ اعتقاد بھی بالکل عقل اور شرع کے خلاف ہے۔ (۱۰۳) بعض جگہ جہیز کے پلنگ
میں چاندی کے پائے، چاندی کی سُرمہ دانی، سلائی، کٹورے وغیرہ دیئے جاتے ہیں جس کا استعمال کرنا حرام
ہے۔ حدیث[2] شریف میں صاف صاف ممانعت آئی ہے لہذا اس کا دینا بھی حرام ہے کیونکہ ایک حرام بات

[1] عن ابی امامۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی بعثنی رحمۃ للعالمین وہدی للعالمین وامرنی ربی عزوجل بمحق المعازف والمزامیر والاوثان والصلب وامر الجاہلیۃ الخ رواہ احمد ۱۲ مشکوۃ ص ۳۱۸

[2] عن حذیفۃ قال نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نشرب فی آنیۃ الذہب والفضۃ و ان ناکل فیہا و عن لبس الحریر والدیباج و ان نجلس علیہ رواہ البخاری ۱۲ المنتقی

[5] یعنی عمر کے اٹھارہویں سال کو ۱۲ +

میں مدد دینا اور اس کی موافقت کرنا ہے۔ یہ سب واقعے سَو سے اوپر ہیں جن میں سے کسی میں ایک گناہ کسی میں دو کسی میں چار پانچ اور بعض میں بتیس ۳۲ تک جمع ہیں اگر ہر واقعہ پیچھے تین تین گناہ کا اوسط رکھو تو یہ شادی تین سو سے کچھ زائد گناہوں کا مجموعہ ہے جس نکاح میں تین سو سے زائد حکم شرعی کی مخالفت ہوئی ہو اس میں بھلا خیر و برکت کا کیا ذکر۔ غرض یہ سب واقعے ان گناہوں سے بھرے پڑے ہیں۔

(۱) مال کا بیہودہ اُڑانا۔ (۲) بے حد ریا و افتخار یعنی نمود اور شان۔ (۳) بے حد پابندی۔ (۴) کافروں کی مشابہت۔ (۵) سُودی قرض یا بلا ضرورت قرض لینا۔ (۶) انعام و احسان کو زبردستی سے لینا۔ (۷) بے پردگی۔ (۸) شرک اور عقیدے کی خرابی۔ (۹) نمازوں کا قضا ہونا یا مکروہ وقت میں پڑھنا (۱۰) گناہ میں مدد دینا۔ (۱۱) گناہ پر قائم و برقرار رہنا اور اُس کو اچھا جاننا جن کی مذمت قرآن و حدیث میں صاف صاف مذکور ہے چنانچہ کچھ تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ بیہودہ مت اُڑاؤ۔ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے بیہودہ اُڑانے والوں کو۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے بیہودہ اُڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دکھانے کے لئے کوئی کام کرے دکھائے گا اللہ تعالیٰ اس کو یعنی اس کی رُسوائی کو۔ اور جو شخص سُنانے کے لئے کوئی کام کرے سُنائے گا اللہ تعالیٰ اُس کے عیب قیامت کے روز۔ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے مت بڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شے شرع میں ضرور نہیں اس کو ضرور سمجھنا اور اُس کی بے حد پابندی کرنا بُرا ہے۔ کیونکہ اس میں خدائی حد سے آگے بڑھنا ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُود لینے والے اور سُود دینے والے کو۔ اور فرمایا ہے کہ گناہ میں دونوں برابر ہیں۔ اور قرض لینے کے بارے میں بھی حدیثوں میں بہت دھمکیاں اور ممانعت آئی ہے۔ اس لئے بے ضرورت وہ بھی گناہ ہے اور حدیث شریف میں ہے کسی شخص کا مال حلال نہیں ہے۔ بغیر اس کی خوش دلی کے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی قسم زبردستی کر کے مجبور کر کے دباؤ ڈال کر لینا حرام ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ دیکھنے والے کو اور جس کی طرف دیکھا جائے۔ اس سے بے پردگی کی بُرائی اور اُس کا حرام ہونا ثابت ہوا۔ کہ دیکھنے والے پر بھی لعنت ہے اور جو سامنے آجائے احتیاط سے پردہ نہ کرے اس پر بھی لعنت ہے اور مرد کا غیر عورت کو دیکھنا اور عورت کا غیر مرد کو دیکھنا بھی دونوں گناہ ہیں۔ شرک کی بُرائی کون نہیں جانتا۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کسی عمل کے چھوڑنے کو کفر نہ سمجھتے تھے بجز نماز کے۔ دیکھو اس سے نماز قضا

م مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ (د) ۱۲ کنوز الحقائق صفحہ ۱۹۴ ف۹ عن الحسن مرسلا قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۰ ف۱۰ عن عبد اللہ بن شقیق قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوٰۃ رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۵۹ +

ف۱ واسروا واستکبروا استکبارًا الآیۃ سورۃ نوح رکوع ۱ پارہ ۲۹ ایاکم والمعصیۃ فان بالمعصیۃ حل سخط اللہ (مشکوٰۃ صفحہ ...)
... اذنب وہو یضحک دخل النار وہو یبکی (جامع الصغیر ...)
ف۲ ۱۲ کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین الآیۃ ۱۲ سورۃ اعراف ع ۳ پ ۸
ف۳ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورًا الآیۃ سورۃ بنی اسرائیل ع ...
ف۴ من سمع سمع اللہ بہ ومن رایا رایا اللہ بہ ۱۲ جامع الصغیر صفحہ ۳۲۸ ج ۳
ف۵ تلک حدود اللہ فلا تعتدوہا الآیۃ ۱۲ سورۃ بقرہ پ ...
ف۶ عن جابر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ہم سواء رواہ مسلم ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ...
ف۷ الدین رایۃ اللہ فی الارض فاذا اراد ان یذل عبدا وضعہا فی عنقہ (ک) عن ابن عمر (صح) الدین شین الدین ہم باللیل ومذلۃ بالنہار (فر) عن عائشۃ (رض) الدین ینقص من الدین والحسب (فر) عن عائشۃ (رض) الجامع الصغیر صفحہ ۱۷ ج ۲
ف۸ لا یحل م

کرنے کی کتنی بُرائی نکلی کہ آدمی کا ایمان ہی صحیح اور ٹھیک نہیں رہتا۔ فرمایا[1] اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کی مدد
ست کرو گناہ اور ظلم میں۔ اور حدیث[2] میں ہے کہ جب نیکی کرنے سے تیرا جی خوش ہوا اور بُرا کام کرنے سے جی بُرا ہوا
پس تو مؤمن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کو اچھا جاننا اور اُس پر قائم و برقرار رہنا ایمان کا ویران کرنے والا ہے
اور حدیث میں خاصکر ان رسوم جہالت کے بارے میں بہت سخت دھمکیاں آئی ہیں۔ فرمایا[3] رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ بغض اللہ تعالیٰ کو تین شخصوں کے ساتھ ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی
فرمایا کہ جو شخص اسلام میں آکر جاہلیت کی رسمیں برتنا چاہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ ہم
زیادہ بیان نہیں کرتے۔ پس مسلمان پر فرض و واجب اور ایمان و عقل کی بات یہ ہے کہ ان رسموں کی بُرائی
جب عقل و شرع سے معلوم ہوگئی تو ہمت کر کے سب کو خیر باد[4] کہے اور نام و بدنامی پر نظر نہ کرے۔ بلکہ
اس کا تجربہ ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ عزت و نیک نامی ہوتی ہے اور ان رسموں کی
موقوفی کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ سب برادری متفق ہو کر یہ سب بکھیڑے موقوف کرے۔ دوسرا طریقہ
یہ ہے کہ اگر کوئی اس کا ساتھ نہ دے تو خود ہی شروع کرے۔ دیکھا دیکھی اور لوگ بھی ایسا کرنے لگیں گے کیونکہ ان
خرافات[5] سے سب کو تکلیف ہے۔ اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں عام اثر پھیل جائے گا اور ابتدا
کرنے کا ثواب قیامت تک ملتا رہے گا۔ مرنے کے بعد بھی ملے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب جس کو
گنجائش ہو وہ کرے، جس کو نہ ہو وہ نہ کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو گنجائش والوں کو بھی گناہ کرنا
جائز نہیں۔ جب ان رسموں کا گناہ ہونا ثابت ہو گیا پھر گنجائش سے اجازت کب ہو سکتی ہے۔ دوسرے
یہ کہ جب گنجائش والے کریں گے تو ان کی برادری کے غریب آدمی بھی اپنی حفظ آبرو کے لئے ضرور کریں گے۔ اس
لئے ضروری اور انتظام کی بات یہی ہے کہ سب ہی چھوڑ دیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ رسوم موقوف
ہو جائیں پھر میل ملاپ کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو میل ملاپ کی مصلحت سے گناہ
کی بات کسی طرح جائز نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ کہ میل ملاپ اس پر موقوف نہیں۔ بلا پابندی رسوم اگر ایک
دوسرے کے گھر جائے یا اس کو بلائے اس کو کھلائے پلائے کچھ امداد و سلوک کرے جیسا یار دوستوں
میں راہ و رسم جاری ہے تو کیا یہ ممکن نہیں بلکہ اب تو ان رسموں کی بدولت بجائے محبت و الفت کے
جو کہ میل ملاپ سے اصلی مقصود ہے اکثر رنج و تکرار و شکایت اور پُرانے کینوں کا تازہ کرنا اور تقریب
والے کی عیب جوئی، اس کو ذلیل کرنے کے درپے ہونا، اسی طرح کی اور دوسری خرابیاں دیکھی جاتی
ہیں۔ اور چونکہ ایسا لینا دینا کھلانا پلانا دستور کی وجہ سے لازم ہو گیا ہے۔ اس لئے کچھ خوشی و مسرت
بھی نہیں ہوتی۔ نہ دینے والے کو کہ وہ ایک بیگار سی اُتارتا ہے نہ لینے والے کو کہ وہ اپنا حق ضروری

[1] تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الایۃ ۱۲ سورۂ مائدہ رکوع ۱ پارہ ۶

[2] عن ابی امامۃ ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الایمان قال اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک فانت مؤمن قال یا رسول اللہ فما الاثم قال اذا حاک فی نفسک شیٔ فدعہ رواہ احمد ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ

[3] عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابغض الناس الی اللہ ثلثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاہلیۃ ومطلب دم امرئ مسلم بغیر حق لیہریق دمہ رواہ البخاری ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۲۷

[4] خیر باد کہے یعنی ترک کر دے چھوڑ دے۔ رخصت کر دے ۱۲

[5] خرافات یعنی بیہودہ اور لغو چیزوں ۱۲ +

سمجھتا ہے پھر لطف کہاں رہا۔ اس لئے ان ساری خرافات کا موقوف کر دینا واجب ہے منگنی میں زبانی وعدہ کافی ہے۔ نہ حجام کی ضرورت نہ جوڑا اور نشانی اور شیرینی کی حاجت۔ جب دونوں نکاح کے قابل ہو جائیں زبانی یا بذریعہ خط وکتابت کوئی وقت ٹھیرا کر دولھا کو بلائیں۔ ایک اس کا سرپرست[1] اور ایک اس کا خدمتگذار اس کے ساتھ آنا کافی ہے۔ نہ بری کی ضرورت نہ برات کی ضرورت۔ نکاح کر کے فوراً یا ایک آدھ روز مہمان رکھ کر اس کو رخصت کر دیں۔ اور اپنی گنجائش کے موافق جو ضروری اور کام کی چیزیں جہیز میں دینا منظور ہوں بلا اوروں دکھلائے اور شہرت دیئے اس کے گھر بھیجدیں یا اپنے ہی گھر اس کے سپرد کر دیں۔ نہ سسرال کے جوڑے کی ضرورت نہ چوتھی بھوڑے کی حاجت پھر جب چاہیں دولہن والے بلالیں اور جب موقع ہو دولھا والے بلالیں۔ اپنے اپنے کمینوں کو گنجائش کے موافق خود ہی دیدیں۔ نہ یہ اُن سے دلائیں نہ وہ اُن سے۔ منھ پر ہاتھ رکھنا بھی کچھ ضرور نہیں۔ کھیر بھی فضول ہے اگر توفیق ہو شکریہ میں حاجتمندوں کو دیدو کسی کام کے لئے قرض مت لو۔ البتہ ولیمہ مسنون ہے وہ بھی خلوص نیت واختصار کے ساتھ نہ کہ فخر واشتہار[2] کے ساتھ۔ ورنہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں۔ حدیث[3] میں ایسے ولیمہ کو شر الطعام فرمایا گیا ہے۔ یعنی بڑا ہی برا کھانا ہے اس لئے نہ ایسا ولیمہ جائز نہ اس کا قبول کرنا جائز۔ اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اکثر کھانے جو برادری کو کھلائے جاتے ہیں اس کا کھانا اور کھلانا کچھ بھی جائز نہیں۔ دیندار کو چاہئے کہ نہ خود ان رسموں کو کرے اور جس تقریب میں یہ رسمیں ہوں ہرگز وہاں شریک نہ ہو بلکہ صاف انکار کر دے۔ برادری کنبے کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے روبرو کچھ کام نہ آوے گی۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسی توفیق عطا فرمائے۔

مہر زیادہ بڑھانے کا بیان

انہی رسوم میں سے مہر[4] زیادہ ٹھیرانے کی رسم ہے جو خلاف سنت ہے۔ حدیث[5] میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خبردار مہر بڑھا کر مت ٹھیراؤ۔ اس لئے کہ اگر یہ عزت کی بات ہوتی دنیا میں اور تقویٰ کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے مجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بی بی سے نکاح کیا ہو یا کسی صاحبزادی کا نکاح کیا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اور بعضی روایتوں میں ساڑھے بارہ اوقیہ آئے ہیں۔ یہ ہمارے حساب سے تقریباً ایک سو سینتیس روپے ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بڑا مہر اس لئے مقرر کرتے ہیں۔ تاکہ شوہر چھوڑ نہ سکے۔ یہ عذر بالکل لغو ہے۔ اول تو جن کو چھوڑنا ہوتا ہے چھوڑ ہی دیتے ہیں پھر جو کچھ بھی ہو۔ اور جو مہر کے تقاضے کے خوف سے

[1] یہاں سرپرست سے مراد ولی ہے ۱۲

[2] اشتہار بمعنی تشہیر یعنی مشہور کرنا ۱۲

[3] عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتباریان لا یجابان ولا یوکل طعامہما قال الامام احمد یعنی المتعارضین بالضیافۃ فخرا وریاء ۱۲ مشکوۃ ص ۲۷۹

[4] مہر وہ روپیہ ہے جو مرد عورت کو جنسی منافع کے عوض میں دیتا ہے ۱۲

[5] عن عمر رض ابن خطاب قال الا لا تغالوا صدقۃ النساء فانہا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان اولاکم بہا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئا من نسائہ ولا انکح شیئا من بناتہ علی اکثر من ثنتی عشرۃ اوقیۃ رواہ احمد والترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجۃ والدارمی ۱۲ مشکوۃ ۲۷۷

نہیں چھوڑتے وہ چھوڑنے سے بدتر کر دیتے ہیں یعنی نہ طلاق دیتے ہیں نہ پاس رکھتے ہیں بیچ ادھر میں ڈال رکھا۔ نہ ادھر کی نہ اُدھر کی۔ اُن کا کوئی کیا کر لیتا ہے۔ یہ سب فضول عذر ہیں۔ اصل یہ ہے کہ افتخار کے لئے ایسا کرتے ہیں کہ خوب شان ظاہر ہو۔ سو فخر کے لئے کوئی کام کرنا گو اصل میں جائز ہو حرام ہو جاتا ہے تو بھلا اس کا کیا کہنا جو خود بھی سُنّت کے خلاف اور مکروہ ہو وہ تو اور بھی منع اور بُرا ہو جائے گا سُنّت تو یہی ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں اور صاحبزادیوں کیسا ٹھہرائے اور خیر اگر ایسا ہی زیادہ باندھنے کا شوق ہے تو ہر شخص کی حیثیت کے موافق مقرر کریں۔ اس سے زیادہ نہ کریں +

نبی علیہ السلام کی بیبیوں اور بیٹیوں کے نکاح کا بیان

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح

اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دولت عظمیٰ کی درخواست کی۔ آپ نے کم عمر ہونے کا عذر فرما دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرماتے ہوئے خود حاضر ہو کر زبانی عرض کیا۔ آپ پر فوراً حکم الٰہی آیا اور آپ نے ان کی عرض کو قبول کر لیا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ منگنی میں یہ تمام بکھیڑے جن کا آجکل رواج ہے سب لغو اور سُنّت کے خلاف ہیں بس زبانی پیغام اور زبانی جواب کافی ہے) اسوقت عمر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ساڑھے پندرہ سال اور حضرت علیؓ کی اکیس برس کی تھی (اس سے معلوم ہوا کہ اس عمر کے بعد نکاح میں توقف کرنا اچھا نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دولہا دولھن کی عمر میں جوڑ ہونے کا لحاظ بھی رکھنا مناسب ہے اور بہتر یہ ہے کہ دولہا عمر میں کسی قدر دولھن سے بڑا ہو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے انسؓ جاؤ اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و طلحہؓ و زبیرؓ اور ایک جماعت انصار کو بلا لاؤ (تو اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کی مجلس میں اپنے خاص لوگوں کو بلانا کچھ مضائقہ نہیں۔ اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نکاح کی شہرت ہو جائے۔ جو کہ مقصود ہے مگر اس اجتماع میں اہتمام و کوشش نہ ہو۔ وقت پر بلا تکلف دو چار آدمی قریب نزدیک کے ہوں جمع ہو جائیں) یہ سب صاحب حاضر ہو گئے اور آپ نے ایک خطبہ پڑھکر نکاح کر دیا (اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا چھپے چھپے پھرنا یہ بھی خلافِ سنّت ہے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ باپ خود اپنی لڑکی کا نکاح پڑھ دے) اور چار سو مثقال چاندی مہر مقرر ہوا جس کی مقدار کا تخمینہ اوپر آچکا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہر لنبا چوڑا مقرر کرنا بھی خلافِ سُنّت ہے۔ بس مہر فاطمی کافی اور برکت کا باعث ہے (اور اگر کسی کو وسعت نہ ہو تو اس سے بھی کم مناسب ہے)

ك۱ روی ان ابا بکر خطب فاطمة فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر انتظر بہا القضاء ثم خطبہا عمر فقال لہ مثل ما قال لابی بکر ثم اہل علی فقالوا یا علی اخطب فاطمة قال اخطب بعد ابی بکر و عمر و قد منعہا و فی روایة کیف والنبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یعطہا اشراف قریش فذکروا لہ قرابة من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فخطبہا فزوجہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اربعمائة و ثمانین درہما ۱۲ تاریخ الخمیس صفحہ ۳۶۱ جلد ۱

ك۲ یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عقد کرنے کی دولت ۱۲

ك۳ وتزوجہا علی وہی ابنة خمس عشرة سنة و خمسة اشہر او ستة اشہر و نصفا وقیل بنت ثمانی عشرة سنة و سن علی یومئذ احدی وعشرون سنة و خمسة اشہر ۱۲ تاریخ الخمیس صفحہ ۳۶۱ جلد ۱

ك۴ وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب حین النکاح ہذہ الخطبة الحمد للہ المعبود بنعمتہ الخ ۱۲ تاریخ الخمیس صفحہ ۳۶۲ جلد ۱

ك۵ ثم ان اللہ تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمة من علی وقد زوجتہ علی اربعمائة مثقال فضة ۱۲ تاریخ الخمیس صفحہ ۳۶۲ جلد ۱

ك۶ مقدار کے لئے زکوٰۃ کا بیان دیکھو ۱۲ +

پھر آپ نے ایک طبق[1] میں خرمے لیکر حاضرین کو پہنچا دیئے (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت اُمّ ایمن[2] کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بھیجدیا)۔ بہنو! دیکھو یہ دونوں جہان کی شہزادی کی رخصتی ہے۔ جس میں نہ دھوم نہ میانہ' نہ پالکی' نہ بکھیر' نہ آپ نے حضرت علیؓ سے کمینوں کا خرچ دلوایا نہ کنبہ برادری کا کھانا کیا۔ ہم لوگوں کو بھی لازم ہے کہ اپنے پیغمبر دونوں جہان کے سردار کی پیروی کریں اور اپنی عزّت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت سے بڑھ کر نہ سمجھیں (نعوذ باللہ منہ) پھر حضور پُر نور اُن کے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پانی منگایا وہ ایک لکڑی کے پیالے میں پانی لائیں (اس سے معلوم ہوا کہ نئی دولہنوں کو شرم میں اس قدر زیادتی کرنا کہ چلنا پھرنا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا عیب سمجھا جائے۔ یہ بھی سُنّت کے خلاف ہے) حضرت نے اپنی کُلّی اس میں ڈالدی اور حضرت فاطمہؓ کو فرمایا کہ اِدھر مُنھ کرو۔ اور اُنکے سینۂ مبارک اور سر مبارک پر تھوڑا پانی چھڑکا اور دعا کی کہ الٰہی اِن دونوں کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ ادھر پیٹھ کرو اور آپ نے اُن کے شانوں[5] کے درمیان پانی چھڑکا اور پھر وہی دعا کی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانی منگایا اور یہی عمل اُن کے ساتھ بھی کیا مگر پیٹھ کی طرف پانی نہیں چھڑکا (مناسب ہے کہ دولھا دولہن کو جمع کر کے یہ عمل کیا کریں کہ برکت کا سبب ہے) ہندوستان میں ایسی بُری رسم ہے کہ باوجود نکاح ہوجانے کے بھی دولھا دولہن میں پردہ رہتا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ بسم اللہ برکت کے ساتھ اپنے گھر جاؤ۔ اور ایک روایت[3] میں ہے کہ نکاح کے دِن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد عشاء حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے اور برتن میں پانی لے کر اس میں اپنا لعاب مُبارک ڈالا اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر دعا کی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آگے پیچھے حکم فرمایا کہ اس کو پئیں اور وضو کریں۔ پھر دونوں صاحبوں کے لئے طہارت اور آپس میں محبت رہنے کی اور اولاد میں برکت ہونے کی اور خوش نصیبی کی دُعا فرمائی اور فرمایا جاؤ آرام کرو (اگر داماد کا گھر قریب ہو تو یہ عمل کرنا بھی باعث

[3] ولما کان لیلۃ النساء قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی لاتحدث شیئا حتی تلقانی فدعا صلے اللہ علیہ وسلم بانا، فتوضأ فیہ ثم افرغہ علی علی ثم قال اللہم بارک فیہما وفی روایۃ عن علی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین زوجہ دعا بماء فمجہ ثم جبہ فی فیہ ثم رشہ فی جنبیہ و بین کتفیہ وعوذہ بقل ہو اللہ احد والمعوذتین ثم قال انی زوجتک خیر اہل بیتی کذا فی المنتقی ۱۲ تاریخ الخمیس ص۱۱۱ ج۱

[5] شانہ بمعنی کندھا ۱۲ +

[1] فلما تم النکاح دعا بطبق من تمرۃ فوضعہ بین یدیہم ثم قال انتہبوا ۱۲ تاریخ الخمیس ص۳۶۳ ج۱

[2] فی ذخائر العقبی قال لعلی اذا اتیتک لاتحدث شیئا حتی آتیک فجاءت فاطمۃ مع ام ایمن حتی قعدت فی جانب البیت وعلی فی جانب وجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ہہنا اخی فقالت ام ایمن اخوک وقد زوجتہ ابنتک قال نعم ودخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لفاطمۃ ائتینی بماء فقامت الی قعب فی البیت فاتت فیہ بماء فاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومج فیہ ثم قال لہا تقدمی فتقدمت فنضح بین ثدییہا وعلی رأسہا وقال اللہم انی اعیذہا بک وذریتہا من الشیطان الرجیم ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائتونی بماء فقال علی فعلمت الذی یرید فقمت فملأت القعب ماء فاتیتہ فاخذہ فمج فیہ وصنع بعلی کما صنع بفاطمۃ ودعا لہ بما دعا بہ لہا ثم قال ادخل باہلک بسم اللہ والبرکۃ اخرجہ ابو حاتم ۱۲ تاریخ الخمیس ص۴۱۱ ج۱

برکت ہے۔ اور جہیز حضرتؓ سیدۃ النساء کا یہ تھا۔ دو چادر یمانی جو سوسی کے طور پر ہوتی تھیں۔ دو نہالی جن میں السی کی چھال بھری تھی اور چار گدّے' دو بازو بند چاندی کے اور ایک کملی اور ایک تکیہ اور ایک پیالہ اور ایک چکّی اور ایک مشکیزہ اور پانی رکھنے کا برتن یعنی گھڑا۔ اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ بھی آیا ہے (۱)۔ بیبیو جہیز میں تین باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اوّل اختصار کہ گنجائش سے زیادہ تردد نہ کرو۔ دوسرے ضرورت کا لحاظ کہ جن چیزوں کی سردست ضرورت ہو وہ دینا چاہیئے تیسرے اعلان و اظہار نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ سلوک و احسان ہے دوسروں کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے جو ابھی بیان ہوا تینوں باتیں ثابت ہیں (۲) اور حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے کام اس طرح تقسیم فرمایا کہ باہر کا کام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ اور گھر کا کام حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذمہ) نہیں معلوم ہندوستان کی شریف زادیوں میں گھر کے کاروبار سے کیوں عار کی جاتی ہے۔ پھر حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولیمہ کیا جس میں یہ سامان تھا۔ کئی صاع جو کی روٹی پکی ہوئی اور کچھ خرمے کچھ مالیدہ (ایک صاع نمبری سیر سے ایک چھٹانک اوپر ساڑھے تین سیر ہوتا ہے) پس ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلا تکلّف و بلا تفاخر اختصار کے ساتھ جس قدر میسّر ہو اپنے خاص لوگوں کو کھلاوے۔

حضرت کی بیبیوں کا نکاح

حضرت خدیجہؓ کا مہر پانسو درہم یا اس قیمت کے اونٹ تھے جو ابو طالب نے اپنے ذمہ رکھے۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر کوئی برتنے کی چیز تھی جو دس درم کی تھی۔ اور حضرت جویریہؓ رض کا مہر چار سو درہم تھے اور حضرت ام حبیبہؓ کا مہر چار سو دینار تھے جو حبشہ کے بادشاہ نے اپنے ذمہ رکھے اور حضرتؓ سودہ رض کا مہر

فحکم علی علی رض بالخدمۃ الظاہرۃ ۱۲ زاد المعاد ص۲۳ ج ۲ (۳) فلما زوج قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انہ لابد للعرس من ولیمۃ فقال سعد عندی کبش وجمع لہ رہط من الانصار آصعا من ذرۃ وکان ذلک ولیمۃ عرسہ ۱۲ تاریخ الخمیس ص۳۶۲ ج ۱ (۴) خدیجۃ بنت خویلد وہی اول من تزوج زوجہا ایاہا ابوہا خویلد بن اسد ویقال اخوہا عمرو بن خویلد واصدقہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرین بکرۃ (سیرۃ ابن ہشام ص۲۲۳ ج ۲) النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصدق خدیجۃ اثنتی عشرۃ اوقیۃ ذہب ۱۲ تاریخ الخمیس ص۲۶۵ ج ۱ (۵) (عن انس) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوج ام سلمۃ علی متاع قیمتہ عشرۃ دراہم ۱۲ جمع الفوائد ص۲۱۹ ج ۱ (۶) وتزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جویریۃ واصدقہا اربعمائۃ درہم ۱۲ سیرۃ ابن ہشام ص۲۲۵ ج ۲ (۷) ثم تزوج ام حبیبۃ وہی ببلاد الحبشۃ مہاجرۃ واصدقہا عنہ النجاشی اربعمائۃ دینار وبعثت الیہ من ہناک ۱۲ زاد المعاد ص۲۷ ج ۱ (۸) وتزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سودۃ بنت زمعۃ زوجہا ایاہا سلیط بن عمرو ویقال ابو حاطب بن عمرو واصدقہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعمائۃ درہم ۱۲ سیرۃ ابن ہشام ص۲۴۲ ج ۲ (۹) نہالی توشک کو کہتے ہیں ۱۲ (۱۰) یعنی فکر سعی بجا ۱۲

(۱) (عن عائشۃ وام سلمۃ) قالتا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نجہز فاطمۃ رض حتی ندخلہا علی علی رض فعمدنا الی البیت ففرشناہ ترابا لینا من اعراض البطحاء ثم حشونا مرفقتین لیفا فنفشناہ بایدینا ثم اطعمنا تمرا و زبیبا وسقینا ماء عذبا وعمدنا الی عود فعرضناہ فی جانب البیت یلقی علیہ الثوب ویعلق علیہ السقاء فما رأینا عرسا احسن من عرس فاطمۃ (جمع الفوائد ص۲۲۲ ج ۱) والذی کان لہا من الجہاز برد اللہ علیہا و نلجان من فضۃ وکانت معہا خمیلۃ و وسادۃ ادم حشوہا لیف و منخل وقدح ورحی وسقایۃ و جرتان وفی ذخائر العقبی امرہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یجہزوہا فجعل لہا سریر مشرط و وسادۃ من ادم حشوہا من لیف ۱۲ تاریخ الخمیس ص۳۶۱ ج ۱

(۲) حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین علی بن ابی طالب وبین زوجتہ فاطمۃ رض حین اشتکیا الیہ الخدمۃ فحکم علی فاطمۃ رض بالخدمۃ الباطنۃ خدمۃ البیت ۱۲

چار سو درہم تھے اور ولیمہ حضرت[1] ام سلمہ کا کچھ جَو کا کھانا تھا اور حضرت[2] زینب رضؓ بنت جحش کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح ہوئی تھی اور گوشت روٹی لوگوں کو کھلایا گیا۔ اور حضرت[3] صفیہؓ کی دفعہ جو کچھ صحابہؓ کے پاس حاضر تھا سب جمع کر لیا گیا، یہی ولیمہ تھا حضرت[4] عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ۔ وہ خود فرماتی ہیں نہ اونٹ ذبح ہوا، نہ بکری۔ سعد بن عبادہ کے گھر سے ایک پیالہ دودھ کا آیا تھا بس وہی ولیمہ تھا

شرع کے موافق شادی کا ایک نیا قصہ

یہ قصہ اس غرض سے لکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگ رسموں کی بُرائی سُن کر پوچھتے ہیں کہ جب یہ رسمیں نہ ہوں تو پھر کس طریقہ سے شادی کریں۔ اس کا جواب مہر زیادہ بڑھانے کے بیان سے ذرا پہلے گذر چکا ہے کہ کس طرح شادی کریں۔ اور پھر ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور بیبیوں کی شادی کا قصہ بھی ابھی لکھ دیا ہے۔ سمجھدار آدمی کے واسطے کافی ہے۔ مگر پھر بھی بعضے کہنے لگتے ہیں کہ صاحب اُس زمانہ کی اور بات تھی آجکل کر کے دکھلاؤ تو دیکھیں اور زبانی طریقے بتلانے سے کیا ہوتا ہے۔ اس قصے سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ آجکل بھی اس طرح شادی ہو سکتی ہے۔ پھر یہ کہ یہ قصہ نہ مولویوں اور درویشوں کے خاندان کا ہے اور نہ کسی غریب آدمی کا ہے نہ کسی چھوٹی قوم کا ہے۔ دونوں طرف ماشاء اللہ خوب کھاتے پیتے، دنیاداری برتنے والے شریف آبرودار گھروں کا ہے اس واسطے کوئی یوں بھی نہیں کہہ سکتا کہ مولوی درویش لوگوں کی اور بات ہے۔ یا یہ کہ اُن کے پاس کچھ تھا ہی نہیں اس مجبوری کو شرع کے موافق کر لیا۔ اِس قصے سے سارے شبہے جاتے رہیں گے۔ اسی سال کی بات ہے کہ ضلع مظفر نگر کے دو قصبوں میں، ایک قصبے میں دولہا والے، ایک میں دولہن والے ہیں۔ مدتوں سے دونوں طرف دِلوں میں بڑے بڑے حوصلے تھے لیکن عین وقت پر خدائے تعالیٰ نے دونوں کو ہدایت کی کہ شرع کا حکم سُن کر اپنے سب خیالات کو دل سے نکال کر خدا اور رسولؐ کے حکم موافق تیار ہو گئے۔ نہ شادی کی تاریخ مقرر کرنے کو یا مہندی لیجانے کو یا جوڑا لیجانے کو نائی بھیجا گیا، نہ اس کے متعلق کوئی رسم برتی گئی، نہ دولہن کے بٹنا ملنے کے واسطے بیبیاں جمع کی گئیں۔ خود ہی گھر والیوں نے مَل دَل دیا۔ نہ دولہا یا دولہن والے گھروں میں کسی کو مہمان بلایا، نہ کسی عزیز[5] و قریب کو اطلاع کی۔ شادی سے پانچ چھ روز پہلے خط کے ذریعہ سے شادی کا دن ٹھیر گیا اور دولہا اور دولہا کے ساتھ ایک اس کا بڑا بھائی تھا۔ دُولہن کے ولی شرعی نے اس بڑے بھائی کو رقعہ کے ذریعہ سے نکاح کی اجازت دی تھی۔ اور ایک ملازم کار و خدمت کے لئے تھا اور ایک کم عمر بھتیجا اس مصلحت سے ساتھ لے لیا تھا کہ شاید کوئی ضروری بات گھر میں کہلا بھیجنے کی ضرورت ہو تو یہ بچہ پردے کے

[1] عن صفیۃ بنت شیبۃ قالت اولم النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بعض نسائہ بمدین من شعیر رواہ البخاری ۱۲ فتح الباری ص۲۰۶ ج۹

[2] عن انس رضؓ قال ما اولم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی احد من نسائہ ما اولم علی زینب اولم بشاۃ متفق علیہ وعنہ قال اولم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین بنی بزینب بنت جحش فاشبع الناس خبزا ولحما رواہ البخاری ۱۲ مشکوۃ ص۲۷۸

[3] عن انس قال قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین خیبر والمدینۃ ثلث لیال یبنی علیہ بصفیۃ فدعوت المسلمین الی ولیمۃ وما کان فیہا من خبز ولا لحم وما کان فیہا الا ان امر بالانطاع فبسطت فالقی علیہا التمر والاقط والسمن رواہ البخاری ۱۲ مشکوۃ ص۲۷۸

[4] روی انہ علیہ السلام ما اولم علی عائشۃ بشئی غیر ان قدحا من لبن اہدی الیہ من بیت سعد بن عبادۃ فشرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہ وشربت عائشۃ منہ ۱۲ تاریخ الخمیس ص۳۵۸ ج۱

[5] عزیز و قریب کے معنی ہیں رشتہ دار ۱۲

قابل نہیں ہے۔ بے تکلف گھر میں جاکر کہدے گا۔ بس کُل اتنے آدمی تھے جو کرایہ کی ایک بہل میں بیٹھ کر جمعہ کے دن دولہن کے گھر پہنچ گئے۔ دولہن کا جوڑا ان ہی لوگوں کے ساتھ تھا اور دولھا اپنے گھر کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ وہاں پہنچکر ملنے والوں کو کہلا بھیجا گیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد نکاح ہوگا نماز جمعہ کے قریب دولھا کا جوڑا گھر میں سے آگیا اس کو پہن کر جامع مسجد میں چلے گئے۔ بعد نماز جمعہ اوّل مختصر سا وعظ ہوا جس میں رسموں کی خرابیاں کا بیان تھا۔ اس وعظ میں جتنے آدمی تھے خوب سمجھ گئے۔ بعد وعظ کے نکاح پڑھا گیا اور چھوہارے باہر اور گھر میں تقسیم ہوئے۔ جو لوگ نہ آسکے تھے اُن کے گھر بھی بھیجدیئے۔ عصر سے پہلے سب کام پورا ہوگیا۔ بعد مغرب کے دُولھا والوں کو ہمیشہ کے وقت پر نفیس کھانا کھلایا گیا۔ اور عشاء کے بعد عورتوں کو ویسا ہی وعظ سُنایا گیا۔ ان پر بھی خوب اثر ہوا اور وقت پر چین سے سو رہے۔ اگلے روز تھوڑا ہی دن چڑھا تھا کہ دولہن کو ایک بہلی میں بٹھلا کر رخصت کر دیا گیا۔ ہمراہی میں ایک رشتہ دار بی بی اور خدمت کے لئے ایک نائن تھی۔ یہ بہلی دولہن کے جہیز[1] میں ملی تھی۔ اور پالکی یا میانہ وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں کی گئی اور جہیز بھی اٹھا نہیں کیا گیا۔ دُولہن والوں نے اپنے کمینوں کو اپنے پاس سے اِنعام دیا۔ اور دولہا والوں نے سلامی کا روپیہ بھی نہیں لیا۔ بجائے بکھیر کے جو کہ دولہن کے سر پر ہوتی ہے بعض مسجدوں میں اور غریب غربار کے گھروں میں روپے اور پیسے بھیجدیئے گئے۔ ظہر کے وقت دُولھا کے گھر آ پہنچے۔ دولہن کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ جو بیبیاں دولہن کو دیکھنے آئیں اُن سے مُنھ دکھائی نہیں لی گئی۔ اگلے دن ولیمہ کے لئے کچھ تو بازار سے عمدہ مٹھائی منگا کر اور کچھ کھانا دو طرح کا گھر میں پکوا کر مناسب مناسب جگہوں میں اپنے دوستوں اور ملنے والوں اور غریب غربا اور نیک بخت اور طالب علموں کے لئے بھیجدیا گیا، گھر پر کسی کو نہیں بُلایا گیا۔ دُولہن والوں کی طرف سے چوتھی کی رسم کے لئے کوئی نہیں آیا۔ تیسرے دن دولھا اور دُولہن اس کے میکے چلے گئے اور ایک ہفتہ رہ کر پھر دولھا کے گھر آگئے۔ اُس وقت کچھ اسباب جہیز بھی ساتھ لے آئے۔ اور کچھ پھر بھی دوسرے وقت پر لانے کے لئے وہاں ہی چھوڑ آئے۔ اُس وقت دُولہن اتفاق سے میانہ میں سوار تھی۔ دولھا کے کمینوں کو جو کچھ رسم کے موافق مِلتا اُس سے زیادہ انعام ان کو تقسیم کر دیا گیا۔ غرض ایسی چین اَمن سے شادی ہوگئی کہ کسی کو نہ کوئی تکلیف ہوئی اور نہ کوئی طوفان ہوا۔ میں بھی اوّل سے آخر تک اس شادی میں شریک رہا۔ اِس قدر حلاوت اور رونق تھی کہ بیان میں نہیں آتی۔ خدا کے فضل سے سب دیکھنے والے خوش ہوئے اور بہت لوگ تیار ہوگئے کہ ہم بھی یوں ہی کرینگے۔ چنانچہ اسکے بعد دولہن کے خاندان میں ایک شادی اور ہوئی وہ اس سے بھی سادی تھی۔ اگر زیادہ سادگی نہ ہو سکے تو اسی طرح کر لیا کرو۔ جیسا اس قصّے میں تم نے پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں۔ آمین یارب العالمین +

بیوہ کے نکاح کا بیان

آن ہی بیہودہ رسموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیوہ عورت کے نکاح کو بُرا اور عار سمجھتے ہیں۔ خاصکر

[1] جہیز وہ سامان کہلاتا ہے جو بوقت شادی باپ اپنی بیٹی کو دیتا ہے۔ [2] جس عورت کا شوہر مرجاتا ہے اُسے رانڈ یا بیوہ کہتے ہیں ۱۲ +

شریف لوگ اس میں زیادہ مبتلا ہیں۔ شرعاً اور عقلاً جیسا پہلا نکاح ویسا دوسرا۔ دونوں میں فرق سمجھنا محض بے وجہ اور بے وقوفی ہے۔ صرف ہندوؤں کے میل جول اور کچھ جائداد کی محبت سے یہ خیال جم گیا ہے۔ ایمان اور عقل کی بات یہ ہے کہ جس طرح پہلے نکاح کو بے روک ٹوک کر دیتے ہیں اسی طرح دوسرا نکاح بھی کر دیا کریں۔ اگر دوسرے نکاح سے دل تنگ ہوتا ہے تو پہلے نکاح سے کیوں نہیں ہوتا۔ عورتوں کی ایسی بُری عادت ہے کہ خود کرنا اور رغبت دلانا تو درکنار۔ اگر کوئی خدا کی بندی خدا اور رسول کا حکم سر آنکھوں پر رکھکر کر بھی لے تو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں، بات بات میں طعنہ دیتی ہیں، ہنستی ہیں، ذلیل کرتی ہیں۔ غرضکہ کسی بات میں بے چوٹ کئے نہیں رہتیں۔ یہ بڑا گناہ ہے بلکہ اس کو عیب سمجھنے میں کفر کا خوف ہے۔ کیونکہ شریعت کے حکم کو عیب سمجھنا، اس کے کرنے والے کو حقیر و ذلیل جاننا کفر ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ ہمارے پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی بیبیاں تھیں حضرت عائشہ رضؓ کے علاوہ کوئی بھی کنواری نہ تھی۔ ایک ایک دو دو نکاح پہلے ہو چکے تھے تو کیا نعوذ باللہ نعوذ باللہ ان کو بھی بُرا کھو گی کیا۔ توبہ توبہ تمہاری شرافت اُن سے بھی بڑھ گئی کہ جو کام اُنھوں نے کیا۔ خدا اور رسول نے جس کا حکم کیا اس کے کرنے سے تمہاری عزت گھٹ جائے گی، آبرو میں بٹہ لگ جائے گا، ناک کٹ جائے گی۔ تو یوں کہو کہ مسلمان ہونا ہی تمہارے نزدیک بے عزتی کی بات ہے۔ خوب یاد رکھو کہ جب تک اس خیال کو اپنے دل سے دُور نہ کرو گی اور پہلے اور دوسرے نکاح کو یکساں نہ سمجھو گی تب تک ہر گز تمہارا ایمان درست اور ٹھیک نہ ہوگا۔ اس لئے اس خیال کے مٹانے میں بڑی کوشش کرنی چاہئے اور سوائے اس کے اور کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی کہ ننگ و ناموس کو دل سے نکال کر رسم و رواج کو طاق پر رکھ کر اللہ و رسول کو راضی اور خوش کرنے کے لئے فوراً بیوہ عورتوں کا نکاح کر دیا کرو۔ انکار کرے تو اس کو رغبت دلاؤ۔ کوشش کرو۔ دباؤ ڈالو۔ غرض جس طرح بن پڑے نکاح کر دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ یہ انکار سب کا ظاہری انکار ہے جو فقط رواج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ رواج نہ ہو تو کوئی انکار نہ کرے۔ جب تک ایسا نہ کرو گی اور عام طور پر اس کا رواج نہ پھیلے گا ہر گز دل کا چور نہ نکلے گا۔ حدیث میں ہے جو کوئی میرے چھوٹے ہوئے طریقے کو پھر پھیلائے اور جاری کرے اسکو سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اس لئے بیوہ عورتوں کے نکاح میں جو کوئی کوشش کرے گا اور اس کا رواج پھیلائے گا اور جو بیوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے اور رواج پڑنے کے لئے اپنا نکاح کر لے گی وہ سَو شہیدوں کا ثواب پائے گی۔ کیا تم کو اُن پر ترس نہیں آتا۔ اُن کا حال دیکھ دیکھ کر تمہارا دل نہیں کُڑھتا کہ ان کی عمر برباد اور وہ مٹی میں ملی جاتی ہیں۔

[1] جب عورت بیوہ ہو جاتی ہے اور پھر دوسرا عقد کرنا چاہتی ہے تو اس کے رشتہ دار یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر اس نے دوسرا عقد کر لیا تو اس کا خاوند جائداد کا وارث ہو جائیگا اور اگر یہ بغیر شادی کئے ہوئے مرگئی تو ساری دولت ہمارے قبضہ میں آئے گی۔ [2] قال ابو عمر لم ینکح صلی اللہ علیہ وسلم بکراً غیرہا ای غیر ح عائشۃ) ۱۲ کتاب الاستیعاب صـ ۷۶۵ ج ۲ [3] عن ابی ہریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید ۱۲ مشکوٰۃ صـ ۳۰ [4] کارگر یعنی مفید۔ کامیاب ۱۲ [5] عزت و شرافت کا خیال ۱۲ +

تیسرا باب

اُن رسموں کے بیان میں جن کو لوگ ثواب اور دین کی بات سمجھ کر کرتے ہیں

فاتحہ کا بیان

پہلے یہ سمجھو کہ فاتحہ یعنی مُردے کو ثواب پہنچانے کا طریقہ کیا ہے؟ سو اس کی حقیقت شرع[1] میں فقط اتنی ہے کہ کسی نے کوئی نیک کام کیا۔ اس پر جو کچھ ثواب اُس کو ملا اس نے اپنی طرف سے وہ ثواب کسی دوسرے کو دیدیا کہ یا اللہ میرا یہ ثواب فلاں کو دیدیجیے اور پہنچا دیجیے مثلاً کسی نے خدا کی راہ میں کچھ کھانا یا مٹھائی یا روپیہ پیسہ کپڑا وغیرہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جو کچھ اس کا ثواب مجھے ملا ہے وہ فلاں کو پہنچا دیجیے۔ یا ایک آدھ پارہ قرآن مجید یا ایک آدھ سورت پڑھی اور اس کا ثواب بخشدیا۔ چاہے وہ نیک کام آج ہی کیا ہو۔ یا اس سے پہلے عمر بھر میں کبھی کیا تھا دونوں کا ثواب پہنچ جاتا ہے اتنا تو شرع سے ثابت ہے۔ اب دیکھو جاہلوں نے اس میں کیا کیا بکھیڑے شامل کئے ہیں۔ اوّل تھوڑی سی جگہ لیپتے ہیں، اس میں کھانا رکھتے ہیں۔ بعض بعض کھانے کے ساتھ پانی اور پان بھی رکھتے ہیں۔ پھر ایک شخص کھانے کے سامنے کھڑا ہو کر کچھ سورتیں پڑھتا ہے اور نام بنام سب مُردوں کو بخشتا ہے۔ اس مَن گھڑت طریقے میں یہ خرابیاں ہیں۔ (۱) بڑی خرابی اس میں یہ ہے کہ سارے جاہلوں کا یہ عقیدہ[2] ہے کہ بغیر اس طرح پہنچائے ثواب ہی نہیں پہنچتا۔ چنانچہ ایک ایک کی خوشامد کرتے پھرتے ہیں جب تک کوئی اس طرح فاتحہ نہ کر دے تب تک وہ کھانا کسی کو نہیں دیا جاتا۔ کیونکہ اب تک ثواب تو پہنچا ہی نہیں پھر کسی کو کیونکر دیا جائے۔ بعض وقت غیر محرم کو گھر میں بُلا کر فاتحہ دلاتی ہیں جو شرعاً ناجائز ہے۔ خود میں نے دیکھا ہے کہ جب بہت سے مُردوں کو دلانا مقصود ہوتا ہے جن کے نام بتلا دینے سے یاد نہیں رہ سکتے۔ وہاں فاتحہ دینے والے کو حکم ہوتا ہے کہ جب تُو سب پڑھ چکی تو ہُوں کر دینا۔ بس ہُوں کرنے کے وقت ایک ایک نام بتلا کر اُس سے کہلایا جاتا ہے اور یہ سمجھتی ہیں کہ اس وقت جس کا نام لیوے گا اسی کو ثواب ملے گا، جس کا نہ لے گا اس کو نہ ملے گا۔ حالانکہ ثواب بخشنے کا اختیار خود کھانے کے مالک کو ہے نہ اُس پڑھنے والے کو اس کے نام لینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خود یہ جس کو چاہے بخشے جس کو چاہے نہ بخشے یہ سب عقیدے کی خرابی ہے بعض کم علم یُوں کہتے ہیں کہ ثواب تو بغیر اس کے بھی پہنچ جاتا ہے لیکن اُس وقت سورتیں اس لئے پڑھ لیتے ہیں کہ دوہرا ثواب پہنچ جائے۔ ایک کھانے کا دوسرا قرآن مجید کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہی مطلب ہے تو خاص اس وقت پڑھنے کی کیا وجہ۔ جو قرآن مجید تم نے صبح کو تلاوت[3] کیا ہے بس اسی

[1] اختاروا دای الشافعیۃ فی الدعاء اللھم اوصل مثل ثواب ما قرأتہ الی فلان واما عندنا فالواصل الیہ نفس الثواب وفی البحر من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابہ لغیرہ من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابہا الیہم عند اہل السنۃ والجماعۃ کذا فی البدائع ۱۲ شامی ص۹۴۳ ج۱

[2] ثم الظاہر انہ لا فرق بین ان ینوی بہ عند الفعل للغیر او یفعلہ لنفسہ ثم بعد ذلک یجعل ثوابہ لغیرہ ۱۲ شامی ص۹۴۳ ج۱

[3] تلاوت کرنا یعنی پڑھنا ۱۲

[4] عقیدہ رکھنا یعنی دل سے یقینی سمجھنا ۱۲

گو اس کے ساتھ بخشدیا ہوتا اگر کوئی شخص اُس وقت نہ پڑھے پہلے کا پڑھا ہوا ایک آدھ پارہ یا پورا قرآن مجید بخشدے یا یوں کہے اچھا مٹھائی تقسیم کر دو میں پھر پڑھ کے بخشدوں گا تو کبھی کوئی نہ مانے گا، یا کوئی اُس کھانے اور مٹھائی کے پاس نہ آوے وہیں دُور بیٹھا بیٹھا پڑھ دے۔ تب بھی کوئی نہیں مانتا۔ پھر اس صورت میں دوسرے سے فاتحہ کرانے کے کوئی معنی ہی نہیں کیونکہ قرآن مجید پڑھنے کا ثواب اُسی پڑھنے والے کو ہوگا تو تمہاری طرف سے تو بہرحال فقط مٹھائی کا ثواب پہنچا۔ یہ اچھی زبردستی ہے کہ جب ہم ایک ثواب بخشیں تو کچھ نہ کچھ وہ بھی بخشے۔ (۲) لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ صرف اس طرح پڑھ کر بخشدینے سے ثواب پہنچ جاتا ہے کھانا خیرات کرنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اور کسی بزرگ کا فاتحہ دِلا کر خود کھا جاتے ہیں۔ گیارھویں وغیرہ کی مٹھائی اگر تقسیم بھی کی جاتی ہے تو کس کو فلانے نواب صاحب، تحصیلدار صاحب، پیشکار صاحب تھانیدار صاحب وغیرہ یار دوستوں کو بھیجی جاتی ہے۔ ہم نے کہیں نہیں سُنا نہ دیکھا کہ سب شیرینی فقرا اور مسکینوں کو خیرات کر دی گئی ہو۔ پس معلوم ہوا کہ یہی عقیدہ ہے کہ اس طرح پڑھ کر بخشدینے سے اُس کا ثواب پہنچے گا۔ سو یہ اعتقاد خود غلط اور گناہ ہے اس لئے کہ خود وہ چیز تو پہنچتی ہی نہیں البتہ اس کا ثواب پہنچتا ہے تو جن کو بخشا ان کو بھی نہیں پہنچا۔ البتہ دو ایک سورت جو پڑھی ہیں صرف اسی کا ثواب پہنچا سو اگر اِن ہی کا ثواب بخشنا تھا تو اس مٹھائی یا کھانے کا بکھیڑا ناحق کیا، خواہ مخواہ روپے دو روپے کا مُفت احسان رکھا۔ اگر کہو کہ نہیں صاحب فقیروں کو بھی اس میں سے دیتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ فقیروں کو دیا بہت سے بہت دس پانچ کو دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ مقصود تو پورے روپے کی مٹھائی کا ثواب بخشنا ہے۔ اگر فقط اتنی ہی جلیبیوں کا ثواب بخشنا تھا تو روپے کا نام کیوں کیا۔ اور جن کو دیا جاتا ہے اُن کو خیرات کے نام سے نہیں دیا جاتا بلکہ تبرک اور ہدیہ سمجھ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کو اگر کچھ خیرات دو تو ہرگز نہ لیں بلکہ بُرا مانیں۔ لہٰذا آجکل کے رواج کے اعتبار سے یہ فعل بالکل لغو اور بے معنی ہے۔ (۳) اچھا ہم نے مانا کہ فاتحہ کے بعد وہ کھانا محتاج ہی کو دیدیا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ محتاج کو دینے اور کھلانے سے پہلے ثواب بخشنے کا کیا مطلب۔ تم کو تو ثواب اُسی وقت ملیگا جب فقیر کو دیدو یا کھلا دو۔ ابھی تم ہی کو ثواب نہیں ملا تو اس بیچارے مُردے کو کیا بخشا۔ غرض اس فعل کی کوئی بات ٹھکانے کی نہیں۔ (۴) بعض کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خود وہ چیز پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ کھانے کے ساتھ پانی اور پان اور بعضے حقہ بھی اسی واسطے رکھتے ہیں کہ کھانا کھا کر پانی کہاں پاویں گے پھر مُنہ بدمزہ ہوگا اس لئے پان کی ضرورت پڑے گی۔ خُدا کی پناہ جہالت کی بھی حد ہوگئی۔ یہ بھی خیال رکھتی ہیں کہ جو چیز اس کو زندگی میں پسند تھی اُس پر فاتحہ ہو۔ چھوٹے بچے کی دودھ پر فاتحہ ہو۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ شبِ برات[1] کی فاتحہ پر ایک بُڑھیا نے کئی پھلجھڑیاں رکھدی تھیں اور کہا تھا کہ ان کو آتشبازی کا بڑا شوق تھا۔ خود کہو یہ عقیدے کی خرابی

[1] شبِ برات شعبان کے مہینے کی پندرھویں رات کو کہتے ہیں یعنی جو رات چودھویں تاریخ کا دن گذر جانے کے بعد آتی ہے ۱۲

ہے یا نہیں۔ (۵) یہ بھی خیال ہے کہ اُس وقت اس کی روح آتی ہے چنانچہ لوبان وغیرہ خوشبو سُلگانے کا یہی منشار ہے۔ گو سب کا یہ خیال نہ ہو۔ (۶) پھر جمعرات کی قید اپنی طرف سے لگالی۔ جب شریعت سے سب دن برابر ہیں تو خاص جمعرات ہی کو فاتحہ کا دن سمجھنا شرعی حکم کو بدلنا ہے یا نہیں۔ پھر اس قید سے ایک یہ بھی خرابی پیدا ہوگئی ہے کہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ مُردوں کی روحیں جمعرات کو اپنے اپنے گھر آتی ہیں۔ اگر کچھ ثواب مل گیا تو خیر نہیں تو خالی ہاتھ لوٹ جاتی ہیں یہ محض غلط خیال ہے اور بلا دلیل ایسا عقیدہ رکھنا گناہ ہے۔ اسی طرح کوئی تاریخ مقرر کرنا اور یہ سمجھنا کہ اس میں زیادہ ثواب ملے گا محض گناہ کا عقیدہ ہے۔ (۷) اکثر عوام کی عادت ہے کہ بہت کھانے میں سے تھوڑا سا کھانا کسی طباق یا خوان میں رکھ کر اس کو سامنے رکھ کر فاتحہ کرتے ہیں اس میں اُن خرابیوں کے علاوہ ایک یہ بات پوچھنا ہے کہ فقط اتنے ہی کھانے کا ثواب بخشنا ہے یا سارے کھانے کا۔ فقط اتنے ہی کھانے کا ثواب بخشنا تو یقیناً منظور نہیں۔ پس ضرور یہی کہو گی کہ سب کا ثواب پہنچانا منظور ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ پھر فقط اتنے پر کیوں فاتحہ دلایا۔ اس سے تو تمہارے قاعدے کے موافق صرف اس طباق کا ثواب پہنچنا چاہیے۔ باقی تمام کھانا ضائع گیا اور فضول رہا۔ اگر یوں کہو اُس کا سامنے رکھنا کچھ ضروری نہیں صرف نیت کافی ہے تو پھر اس طباق کے رکھنے کی کیا ضرورت ہوئی اس میں بھی نیت کافی تھی۔ یہ تو توبہ توبہ حق تعالیٰ کو نمونہ دکھلانا ہے کہ دیکھیے اس قسم کا کھانا دیگ میں ہے اس کا ثواب بخشدیجیے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ۔ (۸) پھر اگر ثواب پہنچانے کے لیے اُس کا سامنے رکھ کر پڑھنا ضروری ہے تو اگر روپیہ پیسہ یا کپڑا غلہ وغیرہ ثواب بخشنے کے لیے دیا جائے اس پر فاتحہ کیوں نہیں پڑھتی ہو۔ اور اگر یہ ضروری نہیں تو کھانے اور مٹھائی میں کیوں ایسا کرتی اور ضروری سمجھتی ہو۔ (۹) پھر ہم پوچھتے ہیں کہ زمین لیپنے کی کیا ضرورت پڑی وہ نجس تھی یا پاک۔ اگر ناپاک تھی تو لیپنے سے پاک نہیں ہوئی بلکہ اور زیادہ نجس ہوگئی کہ پہلے تو خشک ہونے کی وجہ سے پیالے وغیرہ میں لگنے کا شبہ نہ تھا۔ اب وہ برتن بھی نجس ہوجائیں گے اور اگر پاک تھی تو لیپنا محض فضول حرکت ہے۔ یہ بھی گویا ہندوؤں کا چوکا ہوا تو نعوذ باللہ مُردوں کو چوکے میں بٹھا کر کھانا کھلاتی ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اسی طرح جس فاتحہ میں زیادہ اہتمام ہوتا ہے اُس میں چولھا وغیرہ بھی لیپا جاتا ہے اس کا بھی یہی حال ہے۔ (۱۰) بزرگوں کی فاتحہ میں ساری چیزیں اچھوتی ہوں، کوٹے گھڑے کورے برتن نکالے جائیں، اُن میں پانی کنوئیں سے بھر کر آئے، گھر کا پانی نہ لگنے پائے اور اس کو کوئی نہ چھوئے، نہ ہاتھ ڈالے، نہ اس میں سے کوئی پیے، نہ جھٹالے[۱] سینی خوب دھو کر شکر آئے۔ غرض گھر کی سب چیزیں نجس ہیں۔ یہ عجیب خلافِ عقل بات ہے۔ اگر وہ سچ مچ نجس ہیں تو اُن کو استعمال میں کیوں لاتی ہو۔ ورنہ اس سارے پکھنڈ[۲] کی کیا ضرورت شرعی حکم فقط اتنا ہے کہ جس چیز کا خود کھانا جائز اُسے فقیر کو دینا بھی جائز اور جب فقیر کو دیدیا تو اب ثواب بخشدینا جائز۔ پھر یہ ساری باتیں لغو اور خلافِ عقل ہوئیں یا نہیں۔ اگر کہو کہ صاحب وہ بڑی درگاہ ہے بزرگ لوگ

طبیعت

[۱] جھٹالے یعنی کھا کر جھوٹا کر دے ۱۲

[۲] پکھنڈ یہ ہندی کا لفظ ہے اس کی اصل پاکھنڈ ہے یعنی فریب دینا یہاں مراد ہے بکھیڑا کرنا ۱۲

ہیں اُن کے پاس چیز احتیاط سے بھیجنا چاہیے۔ تو جواب یہ ہے کہ اول تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس ظاہری احتیاط
اور طہارت کی کچھ قدر نہیں اُس کے نزدیک حلال اور طیب ہونے کی قدر ہے۔ اگر حرام مال ہوگا تو ہزار
احتیاط کرو سب اکارت[52] ہے۔ اور اگر حلال طیب[53] ہے تو یہ سب فضول ہے وہ یوں ہی معمولی طور پر دیدینے
سے بھی قبول ہے۔ دوسرے یہ کہ جب خود ان کی درگاہ میں بھیجنے کا عقیدہ ہوا تو یہ حرام اور شرک ہوگا کیونکہ
اس کھانے کو اللہ کی راہ میں دینا مقصود ہے نہ خود اُن کے پاس بھیجنا۔ اور اُن کی راہ میں دینا۔ اگر ایسا
عقیدہ ہو تو وہ کھانا بھی حرام ہو جائے گا۔ بس جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے کر ثواب بخشنا منظور ہو تو جیسے
اور چیزیں خدا کی راہ میں دیتی ہو اور اس میں خرافات نہیں کرتی ہو مثلاً فقیر کو پیسہ دیا اس کو دھوتی نہیں،
اناج غلہ دیا گھر کے پکے ہوئے کھانے میں سے روٹی وغیرہ دیتی ہو اسی طرح یہ بھی معمولی طور سے پکا کر دیدو۔
کیونکہ یہ بھی بڑی درگاہ یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں جاتا ہے وہ بھی وہیں جاتا ہے پھر دونوں میں فرق کیسا۔ پھر
خیال کرو تو اس میں ایک حساب سے بزرگوں کو اللہ تعالیٰ پر بڑھا دینا ہے اور یہ دل کا چور الگ رہا کہ وہ
بزرگوں کی درگاہ میں جاتا ہے اور یہ اللہ کی درگاہ میں۔ جو کھلا ہوا شرک ہے۔ (۱۱) اس سے بدتر یہ دستور
ہے کہ ہر ایک کا فاتحہ الگ الگ کر کے دلایا جاتا ہے۔ یہ اللہ میاں کا، یہ محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا، یا حضرت
بی بی کا۔ اس کا تو صاف یہی مطلب ہے کہ فقط اتنا اللہ میاں کو دیتی ہیں اور اتنا ان ان لوگوں کو۔ تو بھلا اس کے
شرک ہونے میں کس کو شک ہو سکتا ہے استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ اس کا شرک اور بُرا ہونا کلام مجید[54] میں
صاف صاف مذکور ہے۔ اس سے توبہ کرنا چاہیے۔ بس ساری چیز خدا کی راہ میں دیدو پھر جتنوں کو ثواب بخشنا ہو
بخشدو۔ پھر ایک لطف اور ہے کہ معمولی مُردوں کا فاتحہ تو سب کا ایک ہی میں کرا دیتی ہیں، بزرگوں اور بڑے
لوگوں کا الگ الگ کراتی ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تو بیچارے غریب مسکین کمزور ہیں۔ اس لئے ایک میں
ہو جائے تب بھی کچھ حرج نہیں اور یہ بڑے لوگ ہیں ساجھے میں ہوگا تو لڑ مریں گے، چھینا جھپٹی کرنے لگیں گے
لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ (۱۲) حضرت بی بی کی فاتحہ میں ایک یہ بھی قید ہے کہ کھانا بند کر دیا جائے کھلا نہ رہے
کیونکہ وہ پردہ دار تھیں تو اُن کے کھانے کا بھی غیر محرم سے سامنا نہ ہو۔ اس کا لغو ہونا خود ظاہر ہے۔
(۱۳) حضرت بی بی کی فاتحہ اور صحنک[55] کے کھانے میں یہ بھی قید ہے کہ مرد نہیں کھا سکتے بھلا وہ کھائیں گے
تو سامنا نہ ہو جائے گا۔ اور ہر عورت بھی نہ کھائے۔ کوئی پاک صاف نیک بخت عورت کھائے۔ اور نہ وہ کھائے
جس نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا ہو۔ یہ بھی بہت بُرا اور گناہ ہے۔ قرآن مجید[56] میں اس کی بھی بُرائی موجود ہے۔

۶ الانعام خالصة لذکورنا ومحرم علی ازواجنا وان یکن میتة فهم فیه شرکاء سیجزیهم وصفهم انه حکیم علیم ۵ ۱۲
سورة الانعام رکوع ۱۶ پارہ ۸ +

۵۱ عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرة من کسب الطیب فان اللہ یتقبلہا بیمینه ثم یربیہا لصاحبہا کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون مثل الجبل متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ صـ ۱۶۷

۵۲ اکارت ہے یعنی بے سود ہے ۱۲

۵۳ طیب یعنی پاک ۱۲

۵۴ وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیبا فقالوا ہذا للہ بزعمہم وہذا لشرکائنا فما کان لشرکائہم فلا یصل الی اللہ وما کان للہ فہو یصل الی شرکائہم ساء ما یحکمون ۱۲ سورة الانعام پارہ ۸ رکوع ۱۵

۵۵ صحنک میں صاد پر زبر ہے اور حا کے نیچے زیر ہے معنی ہیں رکابی اور طشتری صحنک لفظ صحن کا مصغر ہے ۱۲

۵۶ وقالوا ہذہ انعام وحرث حجر لا یطعمہا الا من نشاء بزعمہم وانعام حرمت ظہورہا وانعام لا یذکرون اسم اللہ علیہا افتراء علیہ سیجزیہم بما کانوا یفترون وقالوا ما فی بطون ہذہ ۶

(۱۴) بزرگوں اور اولیاء اللہ کے فاتحہ میں ایک اَور خرابی ہے وہ یہ کہ لوگ اُن کو حاجت روا اور مشکل کشا[1] سمجھ کر اس نیت سے فاتحہ و نیاز دلاتے ہیں کہ اُن سے ہمارے کام نکلیں گے، حاجتیں پوری ہوں گی، اولاد ہوگی، مال اور رزق بڑھیگا اولاد کی عمر بڑھے گی۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اس طرح کا عقیدہ صاف شرک ہے۔ خدا بچائے۔ غرض ان سب رسموں اور عادتوں کو بالکل چھوڑ دینا چاہئے۔ اگر کسی کو ثواب بخشنا منظور ہو تو بس جس طرح شریعت کی تعلیم ہے اس طرح سیدھے سادے طور پر بخشدینا چاہئے جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور ان سب لغویات کو چھوڑ دینا چاہئے۔ بس بلا پابندی رواج جو کچھ توفیق اور میسر ہو پہلے محتاج کو دیدو پھر اس کا ثواب بخشدو۔ ہمارے اس بیان سے گیارہویں سہ منی توشہ وغیرہ سب کا حکم نکل آیا اور سمجھ میں آگیا ہوگا۔ بعضے لوگ قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں یہ تو بالکل حرام ہے اور اس چڑھاوے کا کھانا بھی درست نہیں۔ نہ خود کھاؤ نہ کسی کو دو کیونکہ جس کا کھانا درست نہیں۔ دینا بھی درست نہیں۔ (۱۵) بعضے آدمی مزاروں پر چادریں اور غلاف بھیجتے ہیں اور اس کی مَنّت مانتے ہیں۔ چادر چڑھانا منع ہے اور جس عقیدے سے لوگ ایسا کرتے ہیں وہ شرک ہے۔ اور دوسرے خیرات صدقے میں بھی جاہلوں نے بہت سے بے شرع رواج نکال رکھے ہیں۔ چنانچہ ایک رواج اکثر جاہلوں میں یہ ہے کہ کسی بیماری کا اُتارا سمجھ کر چیلوں وغیرہ کو گوشت دیتے ہیں۔ چونکہ اکثر یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ بیماری اسی گوشت میں لپٹ کر چلی گئی۔ اور اسی لئے وہ گوشت آدمی کے کھانے کے قابل نہیں سمجھتے۔ اور ایسے اعتقاد کی شرع میں کوئی سند نہیں۔ اس لئے یہ بھی بالکل شرع کے خلاف ہے۔ ایک رواج یہ ہے کہ جانور بازار سے مول منگوا کر چھوڑتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ ہم نے اللہ کے واسطے ایک جان کو آزاد کیا ہے اللہ میاں ہمارے بیمار کی جان کو مصیبت سے آزاد کر دیں گے۔ سو یہ اعتقاد کرنا کہ جان کا بدلہ جان ہوتا ہے شرع میں اس کی بھی کوئی سند نہیں۔ ایسی بے سند بات کا اعتقاد کرنا خود گناہ ہے۔ ایک رواج اس سے بڑھ کر غضب کا ہے کہ کوئی چیز کھانے پینے کی چوراہے پر رکھوا دیتے ہیں۔ یہ بالکل کافروں کی رسم ہے۔ برتاؤ میں کافروں کا طریقہ ویسے بھی منع ہے اور جو اس کے ساتھ عقیدہ بھی خراب ہو تو اس میں شرک اور کفر کا بھی ڈر ہے۔ اس کام کے کرنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ اس پر کسی جن یا بھوت یا پیر شہید کا دباؤ یا ستاؤ ہوگیا ہے۔ اُن کے نام بھینٹ دینے سے وہ خوش ہوجائیں گے اور یہ بیماری یا مصیبت جاتی رہے گی۔ سو یہ بالکل مخلوق کی پُوجا ہے جس کا شرک ہونا صاف ظاہر ہے اور اس میں جو رزق کی بے ادبی اور راستہ چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس کا گناہ الگ رہا۔ ایک رواج یہ گھڑ رکھا ہے کہ بعضے موقعوں میں صدقہ کے لئے بعضی چیزوں کو خاص کر رکھا ہے جیسے ماش[2] اور تیل اور وہ بھی خاص بھنگی کو دیا جاتا ہے۔ اوّل تو ایسے خاص کرنے کی شرع میں کوئی سند نہیں اور بے سند خاص کرنا گناہ ہے۔ پھر مسلمان محتاج کو چھوڑ کر بھنگی کو دینا یہ بھی شرع کے مقابلہ ہے کیونکہ شرع میں مسلمان

[1] مشکل کشا یعنی مشکلوں کو آسان کرنیوالا ۱۲

[2] ماش اُڑد کو کہتے ہیں ۱۲

کا حق زیادہ اور مقدم ہے۔ پھر اس میں یہ اعتقاد بھی ہوتا ہے کہ اس صدقہ میں بیماری لپٹی ہوئی ہے اس واسطے گندے ناپاک لوگوں کو دینا چاہیئے کہ وہ سب اَلا بَلا کھا جائیں گے۔ سو یہ اعتقاد بھی بے سند ہے اور ایسی بے سند بات کا اعتقاد کرنا خود گناہ ہے اس واسطے خیرات کے اُن طریقوں کو چھوڑ کر سیدھا طریقہ یہ اختیار کرنا چاہیئے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے میسّر کیا خواہ کوئی چیز ہو چُپکے سے کسی محتاج کو یہ سمجھ کر دیدیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوں گے اور اس کی برکت سے بلا اور مصیبت کو دفع کر دیں گے اس سے زیادہ سب فضول پکھنڈ بلکہ گناہ ہیں۔ ایک رواج یہ نکال رکھا ہے کہ گلگلے وغیرہ پکا کر عورتیں مسجد میں لیجا کر خاص محراب یا منبر پر رکھتی ہیں۔ اور بعضی جگہ باجا بھی ساتھ ہوتا ہے۔ باجے کا ہونا تو ظاہر ہے جیسا کچھ بُرا ہے باقی اور قیدیں بھی واہیات ہیں۔ بلکہ خود عورتوں کا مسجد میں جانا ہی منع ہے۔ جب نماز کے واسطے عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کیا ہے تو یہ کام تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ بعضی اُن میں جوان ہوتی ہیں، بعضی زیور پہنے ہوتی ہیں، بعضی چراغ ہاتھ میں لئے ہوتی ہیں کہ ہمارا مُنھ بھی دیکھ لو۔ اسی طرح بعضی عورتیں منّت ماننے کو یا دعا کرنے کو یا سلام کرنے کو مسجد میں جاتی ہیں۔ یہ سب باتیں خلافِ شرع ہیں۔ سب سے توبہ کرنی چاہیئے۔ جو کچھ دینا دلانا ہو یا دعا کرنا ہو اپنے گھر میں بیٹھ کر کر لو۔

اُن رسموں کا بیان جو کسی کے مرنے میں برتی جاتی ہیں

اوّل غسل اور کفن کے سامان میں بڑی دیر کرتی ہیں کسی طرح دل ہی نہیں چاہتا کہ مُردہ گھر سے نکلے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے کہ جنازے میں ہرگز دیر مت کرو۔

دوسرے جنازے کے ساتھ کچھ اناج یا پیسے وغیرہ بھیجتی ہیں کہ قبر پر خیرات کر دیا جائے۔ اس میں زیادہ نیّت ناموری کی ہوتی ہے جس میں کچھ بھی ثواب نہیں ملتا۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ غریب محتاج رہ جاتے ہیں اور جن کا پیشہ یہی ہے وہ لیجاتے ہیں۔ ثواب کے لئے جو کچھ دینا ہو سب سے چھپا کر ایسے لوگوں کو دو جو بہت محتاج یا اپاہج یا آبرو دار غریب یا دیندار نیک بخت ہوں۔

تیسرے اکثر عادت ہے کہ مرنے کے بعد مُردے کے کپڑے جوڑے یا قرآن شریف نکال کر اللہ واسطے دیدیتی ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ جب کوئی مرجاتا ہے شرع سے جتنے آدمیوں کو اس کی میراث کا حصہ پہنچتا ہے وہ سب آدمی اس مُردے کی ہر چھوٹی بڑی چیز کے مالک ہو جاتے ہیں اور وہ سب چیزیں اُن سب کے ساجھے کی ہو جاتی ہیں۔ پھر ایک یا دو شخص کو کب درست ہوگا کہ ساجھے کی چیز کسی کو دیدیں۔ اور اگر سب ساجھی اجازت بھی دیدیں لیکن کوئی اُن میں نابالغ ہو تب بھی ایسی چیز کا دینا درست نہیں

ـل عن الحسين بن وحوح ان طلحة بن البراء مرض فاتاه النبي صلی اللہ عليه وسلم يعوده فقال انی لااری طلحة الا قد حدث فيه الموت فآذنونی به و عجلوا فانه لاينبغي لجيفة مسلم ان تحبس بين ظهري اهله رواه ابوداؤد المنتقی ـــ ۱۱۳ عن ابي هريرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم اسرعوا بالجنازة فان تك صالحة فخير تقدمونها اليه وان تك سوی ذلك فشر تضعونه عن رقابكم متفق عليه ۱۲ مشكوة ص ۱۴۴

۵ ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل البيت لانه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة وفي البزازية يكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر في المواسم وهذه الافعال كلها للسمعة و الرياء فيحترز عنها لانهم لا يريدون بها وجه اللہ تعالی ولاسيما اذا كان في الورثة صغار او غائب ۱۲ شامی مختصراً ص ۹۴۰ ج ۱

اور اس اجازت کا اعتبار نہیں۔ اسی طرح اگر سب ساجھی بالغ ہوں لیکن شرما شرمی اجازت دیدیں تب بھی ایسی چیز کا
دینا درست نہیں۔ اس لئے جہاں ایسا موقع ہو تو اول وہ سب چیزیں کسی عالم سے ہر ایک کا حصہ پوچھ کر شرع کے
موافق آپس میں بانٹ لیں۔ پھر ہر شخص کو اپنے حصہ کا اختیار ہے جو چاہے کرے اور جس کو چاہے دے۔ البتہ اگر سب
وارث بالغ ہوں اور سب خوشی سے اجازت دیدیں تو بدون بانٹے بھی دینا، خرچ کرنا درست ہوگا۔ چوتھے بعض مقرر
تاریخوں پر یا اُن سے ذرا آگے پیچھے کچھ کھانا وغیرہ پکا کر برادری میں بانٹا جاتا ہے اور کچھ غریبوں کو کھلا دیا جاتا ہے
اس کو تیجا، دسواں، چالیسواں کہتے ہیں۔ اس میں اول تو نیت ٹھیک نہیں ہوتی۔ نام کے واسطے یہ سب سامان کیا جاتا ہے
جب یہ نیت ہوئی تو ثواب تو کیا ہوتا اور اُلٹا گناہ اور وبال ہے۔ بعضی جگہ قرض لیکر یہ رسمیں پوری کی جاتی ہیں۔
اور سب جانتی ہیں کہ ایسے غیر ضروری کام کے لئے قرض دار بننا خود بُری بات ہے اور اتنی پابندی کرنا کہ شرع
کے حکموں سے بھی زیادہ ہو جائے یہ بھی گناہ ہے۔ اور اکثر یہ رسمیں مُردے کے مال سے ادا ہوتی ہیں جس میں یتیموں
کا بھی ساجھا ہوتا ہے۔ یتیموں کا مال ثواب کے کاموں میں بھی خرچ کرنا درست نہیں تو گناہ کے کاموں میں
تو اور زیادہ بُرا ہوگا۔ البتہ اپنے مال میں سے جو کچھ توفیق ہو غریبوں کو پوشیدہ کر کے دیدو۔ ایسی خیرات
خدائے تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتی ہے۔ بعض لوگ خاص کر کے مسجدوں میں میٹھے چاول بھی بھیجتے ہیں بعضی
تیل ضرور بھیجتے ہیں، بعضے بچوں کے مرنے کے بعد دودھ بھیجتے ہیں کہ وہ بچہ دودھ پیا کرتا تھا۔ ان قیدوں
کی کوئی سند شرع میں نہیں ہے۔ اپنی طرف سے نئے طریقے تراشنا بڑا گناہ ہے۔ ایسے گناہ کو شرع میں
بدعت کہتے ہیں۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدعت گمراہی کی چیز ہے اور وہ دوزخ میں لیجانے والی
ہے۔ بعضی یہ بھی سمجھتی ہیں کہ ان تاریخوں میں اور جمعرات کے دن اور شب برات وغیرہ کے دنوں میں مُردوں کی روحیں گھروں
میں آتی ہیں۔ اس بات کی بھی شرع میں کچھ اصل نہیں۔ اُن کو آنے کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ جو کچھ ثواب مُردے کو
پہنچایا جاتا ہے اُس کو خود اُس کے ٹھکانے پہنچ جاتا ہے۔ پھر اُس کو کون ضرورت ہے کہ مارا مارا پھرے۔ پھر یہ بھی
ہے کہ اگر مُردہ نیک اور بہشتی ہے تو ایسی بہار کی جگہ چھوڑ کر کیوں آنے لگا۔ اور اگر بد اور دوزخی ہے تو
اس کو فرشتے کیوں چھوڑ دیں گے کہ عذاب سے چھوٹ کر سیر کرتا پھرے۔ غرض یہ بات بالکل بے جوڑ معلوم
ہوتی ہے۔ اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا۔ جس کتاب کو عالم سند
نہ رکھیں وہ بھروسے کی نہیں ہے۔ پانچویں میت کے گھر میں عورتیں کئی بار اکٹھی ہوتی ہیں اور سمجھتی ہیں
کہ ہم اس کے درد شریک ہیں۔ لیکن وہاں پہنچکر بعضی تو پان چھالیا کھانے کے شغل میں لگ جاتی ہیں
اگر پان چھالیا میں ذرا دیر یا کمی ہو جائے تو ساری عمر گاتی پھریں کہ فلانے گھر پان کا ٹکڑا نصیب نہیں
ہوا تھا۔ بعضی وہاں کھانا بھی کھاتی ہیں۔ چاہے اپنا گھر کتنا ہی نزدیک ہو لیکن خواہ مخواہ میت کے گھر

۵ل عن عرباض ابن ساریۃ فی حدیث مرفوع طویل ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ احمد وابوداؤد ۱۲ مشکوٰۃ صن ۳۰

جا کر پڑ رہتی ہیں اور بعضی تو مہینے مہینے بھر رہتی ہیں۔ بھلا بتاؤ یہ عورتیں درد شریک ہونے آئی ہیں یا خود اوروں پر اپنا درد ڈالنے آئی ہیں۔ ایسی بیہودہ عورتوں کی وجہ سے گھر والوں کو اس قدر تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ایک تو اس پر مصیبت تھی ہی دوسری یہ اس سے بڑھ کر مصیبت آ پڑی۔ وہی مثل ہو گئی سر پٹنا گھر لٹنا۔ بعضی اُن میں مُردے کا نام تک بھی نہیں لیتیں۔ بلکہ دو دو چار چار جمع ہو کر بیٹھتی ہیں اور دنیا جہان کے قصّے وہاں بیان کئے جاتے ہیں بلکہ ہنستی ہیں خوش ہوتی ہیں کپڑے ایسے بھڑکدار پہن کر آتی ہیں جیسے کسی شادی میں شریک ہونے چلی ہیں۔ بھلا ان بیہودیوں کے آنے سے کونسا فائدہ دین یا دنیا کا ہوا۔ بعضی جو سچ مچ خیر خواہ کہلاتی ہیں کچھ درد میں بھی شریک ہوتی ہیں۔ مگر جو اصل طریقہ درد میں شریک ہونے کا ہے کہ آ کر مُردے والوں کو تسلّی دے صبر دلائے اُن کے دل کو تھامے۔ اس طریقہ سے کوئی شریک نہیں ہوتی۔ بلکہ اور اُوپر سے گلے لگ لگ کر رونا شروع کر دیتی ہیں۔ بعضی تو یُوں ہی جھوٹ مُوٹ مُنھ بناتی ہیں۔ آنکھوں میں آنسو تک نہیں ہوتا۔ اور بعضی اپنے گڑے مُردوں کو یاد کر کے خواہ مخواہ کا احسان گھر والوں پر رکھتی ہیں۔ اور جو صدق دل سے بھی روتی ہیں وہ بھی کہاں کی اچھی ہیں۔ کیونکہ اوّل تو اکثر بیان کر کے روتی ہیں جس کے واسطے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سخت ممانعت فرمائی ہے بلکہ لعنت کی ہے۔ اور دوسرے اُن کے رونے سے گھر والوں کا دل اور بھر آتا ہے اور زخم پر نمک پھڑکا جاتا ہے زیادہ بیتاب ہو کر بگڑ بگڑ کر روتی ہیں اور تھوڑا بہت جو صبر آ چلا تھا وہ بھی جاتا رہتا ہے۔ تو اِن عورتوں کے بجائے صبر دلانے کے اور اُلٹی بے صبری بڑھا دی۔ پھر اُن کے آنے کا فائدہ کیا ہوا۔ سچ بات یہ ہے کہ غم والوں کا غم بٹانے کو کوئی نہیں آتا بلکہ اپنے اوپر سے الزام اُتارنے کو جمع ہوتی ہیں۔ بھلا جب عورتوں کے جمع ہونے میں اتنی خرابیاں ہوں ایسا جمع ہونا کب درست ہو گا۔ اِن میں بعضی دُور کی آئی ہوئی مہمان ہوتی ہیں بہلیوں میں چڑھ چڑھ کر آتی ہیں۔ اور کئی کئی روز تک رہتی ہیں اور گھاس دانہ بیلوں کا اور اپنی آؤ بھگت کا سارا بوجھ گھر والوں پر ڈالتی ہیں۔ چاہے مُردے والوں پر کیسی ہی مصیبت ہو چاہے اُن کے گھر کھانے کو بھی نہ ہو لیکن اُن کے لئے سارے تکلّف کرنا ضرور۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ مہمان کو چاہئے کہ گھر والوں کو تنگ نہ کرے۔ اِس سے زیادہ اور تنگ کرنا کیا ہو گا۔ پھر بعضوں کی ساتھ بچّوں کی دھاڑ ہوتی ہے اور وہ چار چار وقت آٹھ آٹھ وقت کھانے کو کہتے ہیں۔ کوئی گھی شکر کی فرمائش کر رہا ہے کوئی دودھ کے واسطے مچل رہا ہے۔ اور اس سب کا بندوبست گھر والوں کو کرنا پڑتا ہے اور مدتوں تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ خاص کر عورت اگر بیوہ ہو جائے تو ایک چڑھائی تو تازہ موت کے زمانے میں ہوئی تھی دوسری ویسی ہی چڑھائی عدت گذرنے پر ہوتی ہے جس کا نام چھ ماہی رکھا ہے اور یوں کہا جاتا ہے کہ عدت سے نکالنے کے لئے آئی ہیں۔ اِن سے کوئی پوچھے کہ عدت کوئی کوٹھڑی ہے جس میں سے بیوہ کو ہاتھ پاؤں پکڑ کر نکالیں گی۔ جب چار مہینے دس دن گذر گئے عدّت سے نکل گئی۔ اور اگر

۱؎ وعن ابو شریح العدوی) سمعت اذنای وابصرت عینای ووعاہ قلبی حین تکلم بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ جائزتہ قالوا وما جائزتہ یارسول اللہ قال یومہ ولیلتہ والضیافۃ ثلاثۃ ایام فما کان وراء ذلک فہو صدقۃ علیہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیراً او لیصمت وفی روایۃ لایحل لرجل مسلم ان یقیم عند اخیہ حتی یؤثمہ قالوا یا رسول اللہ

۲ وکیف یؤثمہ قال یقیم عندہ ولا شئ لہ یقریہ بہ ۱۲ جمع الفوائد ص۳۳۷ ج ۲ +

اس کو حمل تھا جب بچہ پیدا ہو گیا عدت ختم ہو گئی۔ اس کے لئے اس واہیات کی کون ضرورت ہے کہ سارا جہان اکٹھا ہو پھر اس سارے طوفان کا خرچ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مُردے کے مال سے کیا جاتا ہے جس میں سب وارثوں کا ساجھا ہوتا ہے بعضے تو اُن میں پردیس میں ہوتے ہیں اُن سے اجازت حاصل نہیں کی جاتی۔ اور بعضے نابالغ ہوتے ہیں ان کی اجازت کا شرع میں اعتبار نہیں۔ یاد رکھو کہ جس نے خرچ کیا ہے سارا اُسی کے ذمّہ پڑے گا اور سب وارثوں کا حق پُورا پُورا دینا پڑے گا۔ اور اگر کوئی بہانہ لائے کہ میرا حصہ ان خرچوں کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر سب کا حصہ بھی کافی نہ ہوتو کیا کرو گی۔ کیا پڑوسیوں کی چوری درست ہو جائے گی۔ غرض اس طوفان میں خرچ کرنے والے گنہگار ہوتے ہیں۔ اور یہ خرچ ہوا آنے والیوں کی بدولت۔ اس لئے وہ بھی گنہگار ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ چاہیئے کہ جو مرد و عورت پاس کے ہیں وہ کھڑے کھڑے آئیں اور صبر و تسلّی دے کر چلے جائیں۔ پھر دوبارہ آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح تاریخ مقرر کرنا بھی واہیات ہے جس کا جب موقع ہوا آگیا۔ اور جو دُور کے ہیں اگر یہ سمجھیں کہ بدون ہمارے گئے ہوئے مصیبت زدوں کی تسلّی نہ ہوگی تو آنے کا کچھ ڈر نہیں۔ لیکن گاڑی وغیرہ کا خرچ اپنے پاس سے کرنا چاہیئے اور اگر محض الزام اُتارنے کو آئی ہیں تو ہرگز نہ آئیں۔ خط سے تعزیت[ل] ادا کریں۔ چھٹے۔ دستور ہے کہ میّت والوں کے لئے اوّل تو اُن کے نزدیک کے رشتہ دار کے گھر سے کھانا آتا ہے۔ یہ بات بہت اچھی ہے لیکن اس میں بھی لوگوں نے کچھ خرابیاں کرلی ہیں۔ اُن سے بچنا واجب ہے۔ اوّل تو اس میں اَدلے بَدلے کا خیال ہونے لگا ہے کہ فلانے نے ہمارے یہاں بھیجا تھا، ہم اُن کے گھر بھیجیں۔ پھر اس کا اس قدر خیال ہے کہ اگر اپنے پاس گنجائش نہ ہو اور کوئی دوسرا شخص خوشی سے چاہے کہ میں بھیجدوں مگر یہ شخص بیڈھب ضد کرے گا کہ نہیں ہمارے ہی یہاں سے جائے گا اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم نہ بھیجیں گے تو ہم پر طعن ہوگا کہ کھا تو لیا تھا لیکن بدلہ نہ دیا گیا۔ اور ایسی پابندی اوّل تو خود منع ہے پھر اس کے لئے کبھی قرض لینا پڑتا ہے۔ اس لئے اس پابندی کو چھوڑ دیں جس رشتہ دار کو توفیق ہوئی بھیجدیا۔ اسی طرح یہ پابندی بھی بڑی بُری ہے کہ نزدیک کے رشتہ دار رہتے ہوئے دُور کا رشتہ دار کیوں بھیجے۔ اس کے لئے مرتے مارتے ہیں۔ اس کی وجہ بھی وہی بدنامی مٹانا ہے۔ تو اس پابندی کو بھی چھوڑ دیں۔ ایک خرابی اس میں یہ کرلی ہے کہ ضرورت سے بہت زیادہ کھانا بھیجا جاتا ہے اور میّت کے گھر دُور دُور کے علاقہ دار کھانے کے واسطے جم کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ کھانا صرف اُن لوگوں کو کھانا چاہیئے جو غم اور مصیبت کے غلبہ میں اپنا چولھا نہیں جھونک سکتے۔ اور جن کے گھر سب نے کھانا پکایا ہے وہ اُس کھانے سے کیوں کھاتی

[۵۳] ولیلتہم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد جاءہم ما یشغلہم لانہ بر و معروف ویلح علیہم فی الاکل لان الحزن یمنعہم من ذلک فیضعفون ۱۲ شامی ج ۱ صـ ۹۲

[ل] تعزیت۔ میت کے اعزہ کی تسلّی و تشفی کے لئے کچھ کہنا یا کچھ لکھنا تعزیت کہلاتا ہے۔ خط کے ذریعہ جو تعزیت ادا کی جائے اس میں بھی حصولِ ثواب کی نیت ہونی چاہیئے۔

[۵۲] قال الامام المحدث الشیخ عبد الغنی الدہلوی فما زالت سنۃ حتے کان حدیثا فترک اے ترک عملہ او ترک من حیث السنۃ بل صار بدعۃ مذمومۃ قال السیوطی الحدیث الامر الحادث المنکر الذی لیس بمعروف فی السنۃ والمفاد من ہذا الحدیث واللہ اعلم ان ہذا الامر کان فی الابتداء علی الطریقۃ المسنونۃ ثم صار حدثا فی الاسلام حیث صار مفاخرۃ مباہاۃ کما ہو المعہود فی زماننا لان الناس یجتمعون عند اہل المیت فیبعث اقاربہم اطعمۃ لا تخلو عن التکلف فیدخل بہذا السبب البدعۃ الشنیعۃ فیہم (تبلیغ الحق صـ ۶۰) قال فی الفتح و یستحب لجیران اہل المیت والاقرباء الاباعد تہیئۃ طعام لہم یشبعہم یومہم

ہیں اپنے گھر جا کر کھائیں یا اپنے گھر سے منگالیں۔ ایک خرابی یہ کرتی ہیں کہ بعضی اس کھانے میں بھی تکلف کا سامان کرتی ہیں یہ بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ جو وقت پر آسانی سے ہو گیا مختصر سا تیار کر کے میت والوں کے واسطے بھیجدیا۔ ساتویں۔ بعضی عورتیں ایک یا دو حافظوں کو کچھ دے کر قرآن مجید پڑھواتی ہیں کہ مُردے کو ثواب بخشا جائے۔ بعضی جگہ تیسرے دن چنوں پر کلمہ اور سیپاروں میں قرآن مجید پڑھوایا جاتا ہے۔ چونکہ ایسے لوگ روپیہ پیسہ پا چنے اور کھانے کے لالچ سے قرآن مجید پڑھتے ہیں ان کو خود ہی کچھ ثواب نہیں ملتا۔ جب ان ہی کو کچھ نہیں ملا تو مُردے کو کیا بخشیں گے۔ وہ سب پڑھا پڑھایا اور دیا دِلایا بیکار اور اکارت جاتا ہے۔ بعضے آدمی لالچ سے نہیں پڑھتے لیکن لحاظ اور بدلہ اُتارنے کو پڑھتے ہیں۔ یہ بھی دنیا کی نیت ہوئی اس کا ثواب بھی نہیں ملتا۔ ہاں جو شخص محض خدا کے واسطے بدون لالچ اور لحاظ کے پڑھ دے نہ جگہ ٹھیراوے نہ تاریخ ٹھیراوے۔ اس کا ثواب بیشک پہنچتا ہے۔

رمضان شریف کی بعضی رسموں کا بیان

ایک یہ کہ بعضی عورتیں رمضان شریف میں حافظ کو گھر کے اندر بُلا کر تراویح میں قرآن مجید سُنا کرتی ہیں اگر یہ حافظ اپنا کوئی محرم مرد ہو اور گھر ہی کی عورتیں سُن لیا کریں اور یہ حافظ فرض نماز مسجد میں پڑھ کر فقط تراویح کے واسطے گھر میں آجایا کرے تو کچھ ڈر نہیں۔ لیکن آجکل اس میں بھی بہت سی بے احتیاطیاں کر رکھی ہیں۔ اوّل۔ بعض جگہ نامحرم حافظ گھر میں بُلایا جاتا ہے اور اگرچہ نام چارے کو کپڑوں کا پردہ ہوتا ہے لیکن عورتیں چونکہ بے احتیاط زیادہ ہوتی ہیں اس واسطے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یا تو حافظ جی سے باتیں شروع کر دیتی ہیں یا آپس میں خوب پکار پکار کر بولتی ہیں اور حافظ جی سُنتے ہیں بھلا بدون ناچاری کے اپنی آواز نامحرم کو سُنانا کب درست ہے۔ دوسرے جو شخص قرآن مجید سُناتا ہے جہانتک ہو سکتا ہے خوب آواز بنا کر پڑھتا ہے۔ بعضے شخص کی لَے ایسی اچھی ہوتی ہے کہ ضرور سُننے والے کا دل اس کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں نامحرم مردوں کی لَے عورتوں کے کان میں پہنچنا کتنی بُری بات ہے۔ تیسرے۔ محلہ بھر کی عورتیں روز کے روز اکھٹی ہوتی ہیں۔ اوّل[۱] تو عورت کو بدون ناچاری کے گھر سے باہر پاؤں نکالنا منع ہے اور یہ کوئی ناچاری نہیں۔ کیونکہ ان کو شرع میں کوئی تاکید نہیں آئی کہ تراویح جماعت سے پڑھا کرو۔ پھر نکلنا بھی روز روز کا اور زیادہ بُرا ہے۔ پھر لوٹنے کا وقت ایسا بے موقع ہوتا ہے کہ رات زیادہ ہو جاتی ہے، گلیاں کوچے بالکل خالی

مہ فاذا خرجت استشرفہا الشیطان رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰۃ صہ ۲۶۹ +

لہ ثم ان من الرسوم اللازمۃ احضار جماعۃ القراء لقراءۃ القرآن وھو لا شک امر حسن فان ثواب القراءۃ یصل الی المیت انشاء اللہ تعالیٰ ولکن بشرط ان یکون القراءۃ خالصۃ لوجہ اللہ تعالیٰ کیف تکون خالصۃ والفقیہ لا یقرأ الا للدراہم التی یتناولہا۔ فہل اعطاء الاجرۃ لقراءۃ جائز فی مذہب ولا شک ان الثواب انما یصل الی المیت اذا وجد وتحقق وحیث لم یوجد ثواب اصلا فما الذی یصل الی المیت فان قلت کیف لم یوجد ثواب قلت لان الفقیہ الذی قرأ انما قرأ للدراہم فہو قد حصل اجرہ فی الدنیا فلم یبق لہ ثواب فی الاخری فالشی الذی لم یحصل لہ ولا یملکہ کیف یہبہ الی المیت وہذہ المسئلۃ منصوص علیہا فی کتب الفقہ فالیراجعہا الکثمت واللہ الموفق ۱۲ تبلیغ الحق صہ

لہ عن ابن مسعود رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأۃ عورۃ

سُنسان ہوجاتے ہیں۔ ایسی حالت میں خدا نہ کرے اگر مال یا آبرو کا نقصان ہوجائے تو تعجب نہیں خواہ مخواہ اپنے کو خلجان[۱] میں ڈالنا عقل کے بھی خلاف ہے اور شرع کے بھی خلاف ہے۔ خاص کر بعضی عورتیں تو کڑے چھڑے وغیرہ پہنکر گلیوں میں چلتی ہیں تو اور بھی زیادہ خرابی کا اندیشہ ہے۔ ایک دستور رمضان شریف میں یہ ہے۔ کہ چودھویں روزے کو خاص سامان کھانے وغیرہ کا کیا جاتا ہے اور اس کو ثواب کی بات سمجھتی ہیں۔ شرع میں جس بات کو ثواب نہ کہا ہو اس کو ثواب سمجھنا خود گناہ ہے۔ اس واسطے اس کو بھی چھوڑنا چاہئے۔ ایک دستور یہ ہے کہ بچہ جب پہلا روزہ رکھتا ہے تو چاہے کوئی کیسا ہی غریب ہو لیکن قرض کر کے بھیک مانگ کر روزہ کشائی[۲] کا بکھیڑا ضرور ہوگا۔ جو بات شرع میں ضرور نہ ہو اس کو ضرور سمجھنا بھی گناہ ہے۔ اس واسطے ایسی پابندی چھوڑ دینا چاہئے۔

عید کی رسموں کا بیان

ایک تو سویاں پکانے کو بہت ضروری سمجھتی ہیں۔ شرع سے یہ ضروری بات نہیں۔ اگر دل چاہے پکالو مگر اس میں ثواب مت سمجھو۔ دوسرے رشتہ داروں کے بچوں کو دینا لینا یا رشتہ داروں کے گھر کھانا بھیجنا پھر اس میں اَدلا بَدلا رکھنا اور نحوست میں قرض لے کر کرنا یہ پابندی فضول بھی ہے اور تکلیف بھی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ سب قیدیں چھوڑ دیں۔

بقرعید کی رسموں کا بیان

دینا لینا یہاں بھی عید کا سا ہے جیسا اس کا حکم ابھی پڑھا ہے وہی اس کا حکم بھی ہے۔ دوسرے اس میں بہت سے آدمیوں پر قربانی واجب ہوتی ہے اور قربانی نہیں کرتے یہ بھی گناہ ہے۔ تیسرے قربانی میں اپنی طرف سے یہ بات گھڑ رکھی ہے کہ سری سقّے کا حق ہے اور پائے نائی کا حق ہے۔ یہ بھی واہیات اور خلافِ شرع پابندی ہے۔ ہاں اپنی خوشی سے جس کو چاہے دیدو۔

ذیقعدہ اور صفر کی رسموں کا بیان

جاہل عورتیں ذیقعدہ کو خالی کا چاند کہتی ہیں اور اس میں شادی کرنے کو منحوس سمجھتی ہیں۔ یہ اعتقاد بھی گناہ ہے۔ توبہ کرنا چاہئے۔ اور صفر کو تیرہ تیزی کہتی ہیں۔ اور اس مہینے کو نامبارک جانتی ہیں۔ اور بعضی جگہ تیرھویں تاریخ کو کچھ گھونگنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتی ہیں کہ اس کی نحوست سے حفاظت رہے۔ یہ سارے اعتقاد شرع کے خلاف اور گناہ ہیں توبہ کرو[۳]

[۱] خلجان بمعنی پریشانی تذبذب ۱۲

[۲] روزہ کشائی کے لفظی معنی ہیں روزہ کھلوانا اصطلاحاً بچہ جب اوّلاً روزہ رکھتا ہے تو اس روزہ کے کھولنے کے وقت تقریب کی جاتی ہے اسے روزہ کشائی کہتے ہیں ۱۲

[۳] عن عباس رض لاعدوی ولاصفر ای لاان الامور الردیۃ تقع فی صفر دون ذلک ان العرب کانت تحرم صفر و تستحل المحرم د السراج المنیر سرخ

[۳] الجامع الصغیر ص۲۳ ج ۳

ربیع الاول یا اور کسی وقت میں مولد شریف کا بیان

بعضی جگہ عورتوں میں بھی مولد شریف ہوتا ہے اور جس طرح آجکل ہوتا ہے اس میں یہ خرابیاں ہیں۔ (۱) اگر عورت پڑھنے والی ہے تو اکثر اس کی آواز باہر دروازے میں جاتی ہے۔ نامحرموں کو آواز سُنانا بُرا ہے۔ خاصکر شعر اشعار پڑھنے کی آواز میں زیادہ خرابی کا اندیشہ ہے۔ (۲) اگر مرد پڑھنے والا ہے تو یہ ظاہر ہے کہ وہ مرد سب عورتوں کا محرم نہ ہوگا۔ بہت سی عورتوں کا نامحرم ہوگا۔ اگر اس نے شعر اشعار خوش آوازی سے پڑھے جیسا آجکل دستور ہے تو عورتوں نے مرد کا گانا سُنا یہ بھی منع ہے۔ (۳) روایتیں اور کتابیں مولد کے بیان کی اکثر غلط روایتوں سے بھری ہوئی ہیں اُن کا پڑھنا اور سُننا سب گناہ ہے۔ (۴) بعضے تو یوں سمجھتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اُس محفل میں تشریف لاتے ہیں اور اسی واسطے بیچ میں پیدائش کے بیان کے وقت کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اس بات پر شرع میں کوئی دلیل نہیں اور جو بات شرع میں ثابت نہ ہو اس کا یقین کرنا گناہ ہے۔ اور بعضے یہ اعتقاد نہیں رکھتے۔ لیکن کھڑے ہونے کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو کھڑا نہ ہو اُس کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اور خود اُن سے کہو کہ جب شرع میں کھڑا ہونا ضروری نہیں تو آج جو مولد ہوگا اس میں کھڑے مت ہونا تو کبھی اُن کا دل گوارا نہ کرے اور یُوں سمجھیں کہ جب کھڑے نہ ہوئے تو مولد ہی نہیں ہوا۔ جو چیز شرع میں ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا یہ بھی گناہ ہے۔ (۵) مٹھائی یا کھانا تقسیم کرنے کی ایسی پابندی ہے کہ کبھی ناغہ نہیں ہوتی۔ اور ناغہ کرنے میں بدنامی اور حضرتؐ کی ناخوشی سمجھتے ہیں۔ جو چیز شرع میں ضروری نہیں اس کی ایسی پابندی کرنا یہ بھی بُرا ہے۔ (۶) اس کے سامان میں یا پڑھتے پڑھتے دیر لگ گئی۔ یا مٹھائی بانٹنے میں اکثر نماز کا وقت تنگ ہوجاتا ہے۔ یہ بھی گناہ ہے۔ (۷) اگر کسی کا عقیدہ بھی خراب نہ ہو اور گناہ کی باتوں کو اس سے نکالدے جب بھی ظاہری پابندی سے جاہلوں کو ضرور سند ہوگی تو جس[۶] بات سے جاہلوں کے بگڑنے کا ڈر ہوا اور وہ چیز شرع میں ضرور کرنے کی نہ ہو تو ایسی بات کو چھوڑ دینا چاہیئے اس لئے رواج کے موافق اس عمل کو نہ کرے بلکہ جب حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پڑھنے کا شوق ہو کوئی معتبر کتاب لے کر خود پڑھ لے یا بے اکٹھا کئے ہوئے گھر کے دو چار آدمی یا جو مِلنے مِلانے آگئے ہوں ان کو بھی سُنا دے اور اگر حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو کسی چیز کا ثواب بخشنا منظور ہو۔ دوسرے وقت مساکین کو دے کر یا کِھلا کر بخشدے۔ نیک کام کو کوئی منع نہیں کرتا۔ مگر بے ڈھنگا پن بُرا ہے۔

۶ کیونکہ ایسے لوگوں کا عمل عوام میں بطور سند کے ہوجاتا ہے ۱۲ +

۱ ونظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضع امہ لہ من القیام وہو ایضا بدعۃ لم یرو فیہ شیٔ ۱۲ فتاوی ابن حجر مکی ص۵۸

۲ کل مباح یودی الی زعم الجہال سنیۃ امر او وجوبہ فہو مکروہ ۱۲ تنقیح الفتاوی الحامدیۃ ص۳۶۷ ج ۲

۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر کرنا میلاد شریف یا مولود شریف کہلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی بیان کرنا خواہ کسی قسم کے ہوں ثواب اور برکت کا باعث ہیں لیکن آج کل جس طرح موضوع حدیثوں اور خرافات کو شامل کرکے بیان کیا جاتا ہے وہ ناجائز ہے ۱۲

۶ جو حضرات خود مقتدا اور پیشوا ہوں یا کسی بزرگ سے نسبت رکھتے ہوں یا ذی علم ہوں ان کو ایسے امور سے بہت زیادہ پرہیز کرنا چاہیئے ۱۲

رجب کی رسموں کا بیان

اس کو عام لوگ مریم روزہ کا چاند کہتے ہیں اور اس کی ستائیس[۱] تاریخ میں روزہ رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں کہ ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ شرع میں اس کی کوئی قوی اصل نہیں۔ اگر نفل روزہ رکھنے کو دل چاہے اختیار ہے خدائے تعالیٰ جتنا چاہیں ثواب دیدیں۔ اپنی طرف سے ہزار یا لاکھ مقرر نہ سمجھے۔ بعضی جگہ اس مہینے میں تبارک کی روٹیاں پکتی ہیں۔ یہ بھی گھڑی ہوئی بات ہے۔ شرع میں اس کا کوئی حکم نہیں۔ نہ اس پر کوئی[۲] ثواب کا وعدہ ہے۔ اس واسطے ایسے کام کو دین کی بات سمجھنا گناہ ہے۔

شب برات کا حلوا اور محرم کا کھچڑا اور شربت

شب برات کی اتنی اصل ہے کہ پندرھویں رات اور پندرھواں دن اس مہینے کا بہت بزرگی اور برکت کا ہے۔ ہمارے پیغمبر[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کو جاگنے کی اور اس دن کو روزہ رکھنے کی رغبت دلائی ہے۔ اور اس رات میں ہمارے حضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قبرستان میں تشریف لیجا کر مُردوں کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ تو اگر اس تاریخ میں مُردوں کو کچھ بخشدیا کرے چاہے قرآن شریف پڑھ کر چاہے کھانا کھلا کر، چاہے نقد دے کر، چاہے ویسے ہی دعا بخشش کی کر دے۔ تو یہ طریقہ سُنّت کے موافق ہے۔ اس سے زیادہ جتنے بکھیڑے لوگ کر رہے ہیں اس میں حلوے کی قید لگا رکھی ہے اور اس طریقے سے فاتحہ دلاتے ہیں اور خوب پابندی سے یہ کام کرتے ہیں یہ سب واہیات ہیں۔ سب باتوں کی بُرائی اُوپر ابھی پڑھ چکی ہو۔ اور یہ بھی سُن چُکی ہو کہ جو چیز شرع میں ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا یا حد سے زیادہ پابند ہو جانا بُری بات ہے۔ اسی طرح محرم کی رسموں کو سمجھ لو۔ شرع میں صرف اتنی اصل ہے کہ رسول اللہ[۵] صلی اللہ علیہ وسلم نے یُوں فرمایا ہے کہ جو

---

[۱] ثم اعلم انا لم نجد فی کتب الاحادیث لا اثباتا ولا نفیا ما اشتہر بینہم من تخصیص الخامس عشرین من رجب بالتعظیم والصوم والصلوٰۃ وتسمیۃ بیوم الاستفتاح وتسمیۃ بمریم روزہ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ ما ثبت بالسنۃ ص۷۳

[۲] عن علی رض مرفوعا ان شہر رجب شہر عظیم من صام منہ یوما کتب اللہ لہ صوم الف لا یصح ۱۲ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص۱۱۵ ج ۲

[۳] عن علی رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلہا فصوموا نہارہا فان اللہ ینزل فیہا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر لہ الا من مسترزق فارزقہ الا من مبتلی فاعافیہ فیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر رواہ ابن ماجۃ والبیہقی ۱۲ ما ثبت بالسنۃ ص۸۰

[۴] عن عائشۃ رض قالت فقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ فخرجت اطلبہ فاذا ہو بالبقیع رافع راسہ الی السماء فقال یا عائشۃ اکنت تخافین ان یحیف اللہ علیک و رسولہ قلت وما بی من ذلک ولکنی ظننت انک اتیت بعض نسائک فقال اللہ عز وجل ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من شعر غنم کلب رواہ ابن ابی شیبۃ والترمذی وابن ماجۃ والبیہقی (ما ثبت بالسنۃ ص۸۱) وما ثبت من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اتی المقبرۃ لیلۃ النصف من شعبان یستغفر للمومنین والمومنات والشہداء عن عائشۃ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع عنہ ثوبیہ ثم لم یستتم ان قام فلبسہما فاخذتنی غیرۃ شدیدۃ ظننت انہ یاتی بعض صواحباتی فخرجت اتبعہ فادرکتہ بالبقیع الغرقد یستغفر للمومنین والمومنات والشہداء ۱۲ ما ثبت بالسنۃ ص۸۵

[۵] اخرج حافظ الاسلام الزین العراقی فی امالیہ من طریق البیہقی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ومن وسع علی عیالہ واہلہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنۃ ۱۲ ما ثبت بالسنۃ ص۸

شخص اس روز اپنے گھر والوں پر خوب کھانے پینے کی فراغت رکھے سال بھر تک اس کی روزی میں برکت ہوتی ہے۔ اور جب اتنا کھانا گھر میں پکے تو اس میں سے اللہ کے واسطے بھی محتاجوں غریبوں کو دیدے تو کیا ڈر ہے۔ اس سے زیادہ جو کچھ کرتے ہیں اس میں اسی طرح کی بُرائیاں ہیں جیسا اُوپر سُن چکی ہو۔ اس سے بڑھکر شربت تقسیم کرنے کی رسم ہے اپنے گمان میں کربلا کے پیاسے شہیدوں کو ثواب بخشتی ہیں تو یاد رکھو کہ شہیدوں کو شربت نہیں پہنچتا بلکہ ثواب پہنچ سکتا ہے۔ اور ثواب میں ٹھنڈا شربت اور گرم گرم کھانا سب برابر ہے۔ پھر شربت کی پابندی میں سوا غلط عقیدے کے کہ اُن کی پیاس اس سے بجھے گی اور کیا بات ہے ایسا غلط عقیدہ خود گناہ ہے۔ اور بعضے جاہل شبِ[1] برات میں آتشبازی اور محرم میں تعزیہ کا سامان کرتے ہیں۔ آتشبازی کی بُرائی پہلے باب میں لکھدی ہے اور تعزیہ کی بُرائی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ اس کے ساتھ ایسے ایسے برتاؤ کرتے ہیں کہ شرع میں بالکل شرک اور گناہ ہے۔ اس پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں اس کے سامنے سر جُھکاتے ہیں۔ اس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں۔ وہاں مرثیے پڑھتے ہیں روتے چلّاتے ہیں۔ اس کے ساتھ باجے بجاتے ہیں۔ اس کے دفن کرنے کی جگہ کو زیارت کی جگہ سمجھتے ہیں۔ مرد وعورت آپس میں بے پردہ ہو جاتے ہیں۔ نمازیں برباد کرتے ہیں۔ ان باتوں کی بُرائی کون نہیں جانتا۔ بعضے آدمی اور بکھیڑے نہیں کرتے مگر شہادت نامہ پڑھا کرتے ہیں۔ تو یاد رکھو کہ اگر اس میں غلط روایتیں ہیں تب تو ظاہر ہے کہ منع ہے اور اگر صحیح روایتیں بھی ہوں جب بھی چونکہ سب کی نیّت یہی ہوتی ہے کہ سُن کر روئیں گے اور شرع میں مصیبت[2] کے اندر ارادہ کر کے رونا درست نہیں۔ اس واسطے اس طرح کا شہادت نامہ پڑھنا بھی درست نہیں۔ اسی طرح محرم کے دنوں میں ارادہ کر کے رنگ پُڑیا چھوڑ دینا اور سوگ اور ماتم کی وضع بنانا، اپنے بچوں کو خاص طور کے کپڑے پہنانا یہ سب بدعت اور گناہ کی باتیں ہیں۔

تبرّکات کی زیارت کے وقت اکٹھا ہونا

کہیں کہیں جُبّہ شریف یا موئے شریف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور بزرگ کا مشہور ہے

م سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اذ ظلم یامر اللہ ولا رسولہ باتخاذ ایام مصائب الانبیاء وموتہم ماتما فکیف بما دونہم والقاص الذی یذکر الناس قصۃ القتل یوم عاشوراء ویخرق ثوبہ ویکشف راسہ ویامرہم بالقیام والتسبیح قاسفا علی المصیبت یجب علی ولاۃ الدین ان یمنعوہم والمستمعون لا یعذرون فی الاستماع قال الامام الغزالیؒ وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل حسین وحکایت ماجری بین الصحابہ من التشاجر والتخاصم اذ بسبب قتل عثمانؓ وقتل حسینؓ جرت فتن کبیرۃ واکاذیب کثیرۃ وظہرت اہواء وبدع وقع فیہا طوائف من المتقدمین والمتاخرین وصارت الاکاذیب والاہواء والبدع لا تزال تزداد حتی حدثت امور لطول شرحہا ۱۲ مجالس الابرار ملخصاً ص ۲۳۹ +

[1] ومن البدع الشنیعۃ ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الہند من ایقاع السرج ووضعہا علی البیوت والجدران وتفاخرہم بذلک واجتماعہم للہو واللعب بالنار واحراق الکبریت فانہ مما لا اصل لہ فی الکتب الصحیحۃ المعتبرۃ بل ولا فی الغیر المعتبرۃ ولم یروفیہا حدیث لا ضعیف ولا موضوع ولا یعتاد ذلک فی غیر بلاد الہند من الدیار العربیۃ من الحرمین الشریفین زادہما اللہ تعالیٰ تعظیماً وتشریفاً ولا فی غیرہما ولا فی البلاد العجمیۃ ما عدا بلاد الہند بل عسی ان یکون ذلک وہو الظن الغالب اتخذ من رسوم الہنود فی ایقاد السرج للدوالی فان عامۃ الرسوم البدعیۃ الشنیعۃ بقیت من ایام الکفر فی الہند وشاعت فی المسلمین بسبب المجاورۃ والاختلاط ۱۲ ما ثبت بالسنۃ ص ۲۸۷

[2] واما اتخاذہ ماتما لاجل قتل حسینؓ بن علیؓ کما یفعلہ الروافض فہو من عمل الذین ضل م

اس کی زیارت کے لئے یا تو اُسی جگہ جمع ہوتے ہیں یا اُن لوگوں کو گھروں میں بُلاکر زیارت کرتے ہیں اور زیارت کرنے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ اوّل تو ہر جگہ اُن تبرکات کی سند نہیں۔ اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں وہاں بیان کردی ہیں جہاں شادی میں عورتوں کے جمع ہونے کا ذکر لکھا ہے۔ پھر شور وغل اور بے پردگی اور کہیں کہیں زیارت والوں کا گانا جس کو سب عورتیں سُنتی ہیں۔ یہ سب ہر شخص جانتا ہے کہ بُری باتیں ہیں۔ ہاں اگر اکیلے میں زیارت کرلے اور زیارت کے وقت کوئی خلافِ شرع بات نہ کرے تو درست ہے[۱۵] اور رسموں کا پورا حال "اصلاح الرسوم" ایک کتاب ہے اس میں لکھدیا ہے۔ ہم اس جگہ صرف تم کو ایک گر بتلائے دیتے ہیں۔ اس کا خیال رکھو گی تو سب رسموں کا حال معلوم ہو جائے گا اور کبھی دھوکا نہ ہوگا۔ وہ گر یہ ہے کہ جس بات کو شرع نے ناجائز کہا ہو اس کو جائز سمجھنا گناہ ہے اور جس کو جائز بتلایا ہو مگر ضرور نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھ کر پابندی کرنا یا نام کمانے کو کرنا یہ بھی گناہ ہے اسی طرح جس کام کو شرع نے ثواب نہیں بتلایا اس کو ثواب سمجھنا گناہ ہے اور جس کو ثواب بتلایا ہو مگر ضرور نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھنا گناہ ہے اور جو ضرور نہ سمجھے مگر خلقت کے طعن کے خوف سے اس کے چھوڑنے کو بُرا سمجھے یہ بھی گناہ ہے۔ اسی طرح کسی چیز کو منحوس جاننا گناہ ہے اسی طرح بدون شرع کی سند کے کوئی بات تراشنا اور اس کا یقین کر لینا گناہ ہے۔ اسی طرح خدا کے سوا کسی سے دعا مانگنا یا اُن کو نفع نقصان کا مالک سمجھنا یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بچائیں۔

ضمیمہ اولیٰ بہشتی زیور مسماۃ بہ بہشتی جوہر چھٹا حصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین میں نئی باتیں پیدا کرنے کی بُرائی اور جاہلیت کی رسموں کے معصیت ہونے کا بیان

حدیث[۱] میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے جس کا اس دین سے تعلق نہیں تو وہ بات مردود ہے (یعنی اس بات کا کچھ اعتبار نہیں) اور نئی بات سے یہ مراد ہے کہ وہ بات شریعت کی کسی دلیل سے ثابت نہ ہو اور ایسی باتوں کا دین میں داخل کرنا شریعت کی اصطلاح میں بدعت کہلاتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ جو شخص ایسا کام کرتا ہے وہ گویا حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اس لئے کہ شریعت حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے اس میں کمی و بیشی کا کسی کو حق حاصل نہیں۔ پس جس نے اس شریعت میں کسی ایسی بات کو شامل کیا جو اس دین سے خارج ہے تو اس نے اس شریعت کو ناکافی سمجھا۔ پس

[۱] عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ ص ۲۷

[۱۵] بشرطیکہ اُن تبرکات کے صحیح ہونے کی کوئی معتبر سند ہو۔ اگر کوئی سند نہ ہو تو انکی تعظیم کرنا یا انھیں برکت کے قابل سمجھنا درست نہیں ۱۲

اوّل تو یہی بہت بڑا جرم ہے کہ حق تعالیٰ کی تجویز کی ہوئی شریعت کو ناکافی سمجھا۔ پھر اور باتیں جو داخل کیں تو ایک نئی شریعت خود گھڑی یہ دوسرا جرم ہوا۔ سو حاصل یہ ہوا کہ بدعتی حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کی برابری کا مدعی ہے لہٰذا سخت گمراہ ہے اگرچہ بظاہر اپنا مطیع اور فرمانبردار ہونا ظاہر کرتا ہے۔ پھر چونکہ بدعت عبادت کا رنگ لیے ہوئے ہے یعنی بدعت کا مرتکب اس کو عبادت سمجھتا ہے اور ذریعۂ قربِ خداوندی خیال کرتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ توبہ تو گنہگار کیا کرتا ہے اور بدعتی اپنے کو گنہگار نہیں سمجھتا بلکہ وہ اپنے کو تابعدار سمجھتا ہے پھر وہ توبہ کیوں کرے۔ پس یہ گناہ نہایت پیچدار ہے حق تعالیٰ پناہ دے اور سیدھی راہ دکھاوے۔ اور گناہوں میں اتنا تو ہے کہ اُن کا مرتکب اپنے کو ذلیل اور نافرمان جانتا ہے اور جب اس کو توفیق ہوتی ہے تو فوراً توبہ بھی کر لیتا ہے پس مُسلمانوں کو ایسے سخت گناہ سے بہت بڑا پرہیز چاہیئے۔ اور اس گناہ کی ظاہری چمک دمک جو عبادات کا رنگ لئے ہے اس کی طرف ہرگز توجہ نہ کریں۔ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ جو صاحبِ کشف تھے کہ اُن کا ایک قبرستان پر گذر ہوا۔ اور انھوں نے دو مُردوں کو عذاب میں مبتلا پایا پس اُن کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ جب اپنی جگہ جاکر وہاں سے پھر اُسی راستے سے لَوٹے تو دیکھا کہ وہ دعا ایک مُردے کے حق میں کافی ہوگئی اور اس کا عذاب موقوف ہوگیا اور دوسرے شخص کا عذاب موقوف نہ ہوا حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ اس کی کیا وجہ ہوئی کہ ایک مسلمان کے حق میں میری دعا مؤثر ہوئی اور دوسرے کے حق میں غیر مؤثر۔ الہام ہوا کہ یہ شخص بدعتی ہے۔ حق تعالیٰ سے نہایت عاجزی سے دعا کرنی چاہیئے کہ ہم سب کو اپنی اطاعت اور اپنا اتباعِ سُنّت کی توفیق دے۔ حدیثؔ میں ہے کہ بہت زیادہ غُصّہ حق تعالیٰ کا تین شخصوں پر ہوتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سب کا ذکر کیا۔ جن میں اس شخص کا بھی ذکر کیا جو اسلام میں جاہلیت کا طریقہ اختیار کرے (یعنی جو رسمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے پہلے عرب میں برتی جاتی تھیں) اُن کا برتنے والا اور اسی طرح تمام واہیات رسمیں اور غیر قوموں کے طریقے اختیار کرنے والے پر حق تعالیٰ کا سخت غصہ نازل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے ادنیٰ غضب کی بھی تاب نہیں ہوسکتی تو اعلیٰ درجہ کا غصہ اور عذاب کون برداشت کرسکتا ہے۔ حدیثؔ۔ میں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کے کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ سو ایک قوم نے اس کام کو نہیں کیا اور اس کے کرنے سے پرہیز کیا اور یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گو اس کے کرنے کی اجازت دیدی ہے مگر بہتر اس کام کا نہ کرنا ہی ہے۔ اور خود آپؐ نے اس فعل کو بیانِ جواز کے واسطے کیا ہے۔ تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ فعل جائز ہے جس کی آپؐ نے قولاً و فعلاً ہر طرح سے اجازت مرحمت فرمادی مگر چونکہ یہ سمجھنا محض اپنی رائے سے تھا اور کوئی شرعی دلیل اس پر قائم نہ تھی اس لئے مذموم شمار کیا گیا) پس آپؐ نے خطبہ پڑھا اور اللہ پاک کی حمد کی۔ پھر فرمایا کیا حال ہے (یعنی بُرا حال ہے) اُن قوموں کا جو ایسا کام کرنے سے بچتے ہیں جس کو

ـلـه عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابغض الناس الی اللہ تعالیٰ ثلثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاہلیۃ ومطلب دم امرئ مسلم بغیر حق لیہریق دمہ رواہ البخاری ۱۲ مشکوٰۃ صـ ۲۷

ـلـه عن عائشۃؓ قالت صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا فرخص فیہ فتنزہ عنہ قوم فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخطب فحمد اللہ ثم قال ما بال اقوام یتنزہون عن الشیٔ اصنعہ فواللہ انی اَ

ــم لاعلمہم باللہ واشدہم لہٗ خشیۃ متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ صـ ۲۷ وبخاری صـ ۹۰۱ ــه بخاری شریف ۱۲ +

میں خود کرتا ہوں (پس اگر وہ خدائے تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ایسا کرتے تو (میں ان لوگوں سے بہت زیادہ) اللہ تعالیٰ (اور اس کے عذاب) کو جانتا ہوں اور اُن لوگوں سے بہت زیادہ خدائے تعالیٰ سے ڈرتا ہوں (سو جب یہ حالت ہے تو یہ لوگ کیوں میرے خلاف کرتے ہیں یعنی عذاب کا مجھے ان سے زیادہ خوف ہے اور اُن سے زیادہ اس سے بچنے کا اہتمام بھی کرتا ہوں) پس مجھ سے کسی امر میں زیادتی کرنا ان کو ہرگز نہ چاہئے۔ صاحبو! ذرا غور کرو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات دین کی نہ تھی اس کو دین کا سمجھنے اور اپنی مخالفت کرنے پر کس قدر عتاب وانکار فرمایا۔ حالانکہ صحابہؓ آپ کے عاشق تھے اور آپ کی سُنّت پر بہت بڑے عمل کرنے والے تھے مگر چونکہ انھوں نے اس حکم کے سمجھنے میں غور سے کام نہیں لیا اس وجہ سے اُن پر یہ عتاب کیا گیا اور ہم لوگ تو کس شمار میں ہیں۔ نہ ہم کو اس درجہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت میسّر ہے اور نہ اس درجہ کی اطاعت حاصل ہے پھر ہم تو ایسے افعال کرنے میں اور زیادہ غصہ وعتاب کے مستحق ہوں گے۔ اس لئے کہ ہماری نیت اس قدر اچھی نہیں ہوتی ہے جیسی کہ صحابہؓ کی نیّت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرماویں اور خصوصاً جبکہ ایسے کام کرنے میں کوئی دنیاوی غرض بھی ہو تب تو بدعت کا گناہ نہایت ہی سخت ہوگا۔ اور اس زمانہ میں بہت سی ایسی ہی رسمیں پھیل گئی ہیں جن کو لالچ اور طمع کی وجہ سے لوگ عبادت کے رنگ میں ادا کرتے ہیں۔ ان سب سے بہت ہی پرہیز کرنا چاہئے اور ان کے جاری ہونے میں جو کچھ لوگوں کے منافع ہیں حق تعالیٰ رضا حاصل کرنے کے لئے ان سب کو چھوڑنا چاہئے جس کی حق تعالیٰ پر نظر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ خود اس کی حاجت روائی کر دیتے ہیں، خوب سمجھ لو۔ حدیثؓ میں ہے کہ جو شخص ہدایت کی جانب بلاوے (یعنی نیک کام کی راہ بتلاوے) تو ان سب لوگوں کے عمل کے برابر ثواب ملے گا جو اس کے کہنے سے وہ نیک کام کریں گے اور ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ کی جاوے گی (یعنی اُن کے عمل کا تو جتنا ثواب ہے وہ ان کو ملے ہی گا ہدایت کرنے والے کو اس ہدایت کرنے کا ثواب اس قدر ملے گا جتنا کہ اُن سب عمل کرنے والوں کے عمل کا ثواب ہے اُن لوگوں کے ثواب میں سے کمی کر کے ہدایت کرنے والے کو ثواب نہ دیا جاوے گا بلکہ چونکہ یہ نیک کام کرنے کا باعث ہوگیا ہے اس وجہ سے اس کو جُدا گانہ ثواب ملے گا) اور جو گمراہی کا راستہ بتلاوے تو اس پر ان سب لوگوں کے اعمال کا وبال پڑے گا جو اس کے کہنے سے اور بتلانے سے بُرا کام کریں گے اور خود ان لوگوں کے گناہوں میں کمی نہ کی جاوے گی۔ یعنی جنھوں نے اس کے کہنے سے اور بتلانے سے گناہ کیا ہے۔ ان کو تو اس بُرے کام کرنے کی پوری پوری سزا ملے گی، کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور گمراہ کرنے والے کو ان سب گناہ کرنے والوں کی برابر عذاب ہوگا، اس لئے کہ اس نے ہی تو گناہ کرایا۔ اس طرح کہ یہ گناہ کا سبب ہوگیا۔ اور گناہ کا سبب ہونا بھی گناہ ہے۔ جس طرح کہ نیکی کا سبب ہونا

ا؎ عن بلالؓ بن الحارث المزنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احیی سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورہم شیئا ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاہا اللہ ورسولہ کان علیہ من الاثم مثل آثام من عمل بہا لا ینقص ذلک من اوزارہم شیئا رواہ الترمذی و ابن ماجۃ عن کثیر بن عبد اللہ م

و ابن عمرو عن ابیہ عن جدہ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰) عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من دعا الی ہدی کان لہ من الاجر مثل اجور من اتبعہ لا ینقص ذلک من اجورہم شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من اتبعہ لا ینقص ذلک من آثامہم شیئا ۱۲ سنن الدارمی صفحہ ۷ ومشکوٰۃ صفحہ ۲۹ بخاری شریف و مسلم شریف ۱۲

نیکی ہے غور کرو کہ اپنے گناہ کا وبال اور عذاب اس قدر ہوگا کہ برداشت نہ ہو سکے گی۔ پھر دوسرے لوگوں کے گناہ کا وبال اور خدائے تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ دوسرے لوگ کس قدر ہوں گے کیونکر برداشت کرے گا۔ ایسی باتیں ہرگز نہ جاری کرنی چاہئیں اور ایسی رسموں کو کبھی نہ رواج دینا چاہیے جن سے اپنے کرنے کا بھی گناہ ہو اور اپنی دیکھا دیکھی جو اور لوگ عمل کریں اُن کا بھی وبال بھگتنا پڑے۔ ہاں نیک کام خود بھی کرو اور دوسروں کو بھی رغبت دلاؤ۔ اپنے کرنے کا تو ثواب ہو ہی گا۔ دوسرے لوگوں کی رغبت دلانے کا بھی بہت بڑا ثواب ملے گا کیونکہ خدائے تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ قیامت تک کس قدر لوگ تمہاری دیکھا دیکھی وہ نیک کام کریں گے جس کو تم نے کیا ہے۔

حضرت[1] عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور ہم کو ایسی نصیحت فرمائی جس نے اثر بھی کیا (یعنی بہت عمدہ طریق سے وعظ فرمایا جو مؤثر ہوا اور جس سے بہت رقت ہوئی اور کثرت سے آنسو جاری ہوئے اور دلوں پر خوف طاری ہوا) پھر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسا کہ کوئی رخصت کرنے والا (رخصت ہونے والوں کو) نصیحت کرتا ہے۔ ایسی حالت میں جہاں تک ہو سکتا ہے خوب اچھی طرح نصیحت کرتا ہے کہ خدا جانے اب ملنا میسر ہو یا نہ ہو۔ ان صاحب کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ عالم آخرت میں عنقریب تشریف لے جانے والے ہیں اور اسی وجہ سے اس قدر اہتمام سے نصیحت فرماتے ہیں تو اور بھی جو مفید باتیں ہوں معلوم ہو جاویں تو اچھا ہے۔ کیونکہ پھر تو اس مقصود کے حاصل ہونے کی اُمید نہیں۔ سو اس وجہ سے ان صاحب نے کہا کہ ہم کو (اور بھی کچھ) وصیت فرمائیے (جو آپ کے بعد دارین میں کام آوے کیونکہ پھر ایسا بتلانے والا کہاں میسر ہوگا) آپ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا جو ساری نیکیوں اور فلاح دارین کی جڑ ہے) اور حکم سننے اور اطاعت کرنے خلفاء کا (یعنی جو تم پر مسلمان حاکم اور بادشاہ ہوں۔ ان کی اطاعت کرنا جب تک کہ شریعت کے موافق حکم کریں) اگرچہ وہ حاکم حبشی غلام ہی ہو۔ اور ان امور کے اہتمام کی وصیت اس لئے کرتا ہوں کہ جو شخص میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا تو بہت سے اختلاف دیکھے گا (یعنی لوگوں کی حالت بدل جاوے گی نئی نئی باتیں پیدا ہو جاویں گی اور فتنے برپا ہوں گے تو ایسے وقت میں تقویٰ اور اتحاد کی نہایت ضرورت ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کا خوف ہوگا تو ناحق پر عمل کرنے سے بچے گا اور اتحاد کی وجہ سے باہم مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑے گی اور جب بادشاہ کی مخالفت کی جاتی ہے تو باہم مسلمانوں میں اتحاد نہیں رہتا۔ پس صورت اتحاد کی یہی ہے کہ حاکم کی اطاعت کی جاوے (اب تقویٰ کا طریق فرماتے ہیں) پس تم لازم رکھنا اپنے اُوپر میرے طریقہ

[1] (عن العرباضؓ ابن ساریة) قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجهه موعظا موعظة بلیغة ذرفت فیها العیون و وجلت منها القلوب فقال رجل یا رسول اللہ کان هذه موعظة مودع فاوصنا فقال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع و الطاعة وان عبدًا حبشیا فانه من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة

و الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجه ۱۲ مشکوٰۃ ص ۲۹ +

کی تابعداری اور خلفائے راشدین کے طریقہ کی تابعداری کو اور خوب مضبوط پکڑے رہنا اس طریقہ کو اور بچتے رہنا دین میں نئی باتوں کے (جاری کرنے سے) اس لئے کہ ہر نئی بات دین میں پیدا کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ظاہر ہے کہ گمراہی شیطان کا راستہ اور دوزخ میں لیجانے والی اور دنیا کی بھی تباہ کرنے والی چیز ہے۔ اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت اور اختلافات سے بچانے کا اہتمام فرمایا ہے اور بچنے کا طریقہ بھی بتلا دیا ہے اور وہ آپؐ کی اور آپؐ کے خلفائے راشدین کی سُنّت پر عمل کرنا ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ ہر کام میں خواہ دنیا کا ہو یا دین کا ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اختیار کریں اور رسموں کی پابندی ہرگز نہ کریں اور برادری اور کنبے والوں کی ناراضی کی ہرگز پرواہ نہ کریں۔ اللہ پاک کا حق سب سے زیادہ مقدم ہے اور ہر طرح کا نفع اور ضرر سب اُسی کے قبضہ میں ہے لہٰذا جس سے وہ راضی ہوگا اس کو کسی کی حاجت نہیں اور جس سے وہ ناراض ہے اس کی کوئی دستگیری نہیں کر سکتا۔ لوگوں کے دِل بھی اُسی کے قبضہ میں ہیں جس کو جس سے چاہے ناراض کر دے اور جس کو جس سے چاہے راضی کر دے اور بڑی ذلّت اور بے شرمی کی بات ہے کہ اپنی مثل ناچیز مخلوق کی تابعداری گوارا کرے اور مالک حقیقی کے حکم کی پروا نہ کرے۔ افسوس لوگوں میں عقل بھی نہیں رہی۔ امام احمدؒ نے عمدہ سند سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی قوم کسی بدعت کو جاری کرتی ہے تو ویسی ہی ایک سنّت (پر عمل کی توفیق) جاتی رہتی ہے (اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ بدعت کی علاوہ اس کے گناہ ہونے کے یہ بھی نحوست ہے کہ اس کے سبب سے سنّت پر عمل کرنے کی توفیق نہیں رہتی)، تو معمولی سُنّت پر عمل کرنا بہتر ہے عظیم الشان بدعت نکالنے سے (اس لئے کہ معمولی درجہ کی سُنّت پر عمل کرنے سے بہت بڑا ثواب ملتا ہے اور بہت بڑی بدعت بھی اگر جاری کرے تو بجز عذاب دردناک کے اور کچھ حاصل نہیں۔ پس سُنّت کا اختیار کرنا بہرحال بہتر ہے اگرچہ وہ سُنّت معمولی ہی درجہ کی ہو۔ مثلاً سُنّت کے موافق استنجا کرنا وغیرہ اور بدعت کسی حال میں نافع اور بہتر نہیں اگرچہ اس کے اہتمام میں کیسی ہی مشقت اُٹھائی جاوے اور جب عظیم الشان بدعت نکالنے میں کوئی بھلائی نہیں تو معمولی درجہ کے اہتمام بدعت میں تو کیا بھلائی ہوتی۔ حاصل یہ ہے کہ چھوٹی بڑی بدعتیں سب دین و دنیا کی بربادی کا باعث ہیں اور سُنّت پر عمل کرنا ہر حال میں ثواب کا باعث ہے۔ حدیث[۳] میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص تعظیم کرے اہل بدعت کی وہ اسلام کے گرانے پر مدد کرتا ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدعتی چونکہ

م اس لئے اس بدعت کے مقابلہ میں سنت کی اہمیت کم ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ سنّت کو بالکل ترک کر کے بدعت پر مداومت کر لیتا ہے ۱۲

سٰ عن ابراہیم بن میسرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام رواه البیہقی فی شعب الایمان مرسلا ۱۲ مشکوٰة ص۳۱ +

لہ عن حسان رضؓ قال ما ابتدع قوم بدعة فی دینہم الا نزع اللہ من سنتہم مثلہا ثم لا یعیدہا الیہم الی یوم القیامة رواه الدارمی ۱۲ مشکوٰة ص۳۱

سٰ مرقاة وغیرہم سے یہ نکتہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص بدعت کو اختیار کرتا ہے تو اُسے بطور فرض کے عبادت سمجھتا ہے اور ظاہر ہے کی سُنّت کو وہ فرض کے درجہ میں عبادت نہیں سمجھ سکتا ۲

طریقۂ سنت کے خلاف عملدرآمد کرتا ہے جو دینِ اسلام کے ضعف کا سبب ہے پس جو شخص ایسے شخص کی تعظیم کرے تو وہ بھی اس کا مددگار ہے اور گناہ کی مدد کرنا گناہ ہے سو وہ بھی گنہگار ہوا۔ اور بدعتی کی تعظیم کرنا گناہ پر مدد کرنے میں اس لئے شمار کیا گیا کہ اگر ایسے شخص کی توہین کی جاتی اور اس سے قطع تعلق کیا جاتا تو امید تھی کہ وہ اپنی حرکت سے باز آجاتا اور اسلام کو اس سے ضرر نہ ہوتا اور جب اس کی تعظیم کی گئی تو اس کو اس کی حالت پر برقرار رکھا گیا جو ضعفِ اسلام کا باعث ہے اور گناہ ہے لہذا گناہ پر مدد کرنا ثابت ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ بدعتی دشمن ہے خدائے تعالیٰ کا۔ اور خدائے تعالیٰ کے دشمن کی تعظیم شریعت میں منع ہے تو جو شخص خداوند تعالیٰ کے دشمن کی تعظیم کرے گا گویا اس نے اسلام کی وقعت نہیں سمجھی جب تو نے اُسکے حکم کی مخالفت کی۔ اور یہ وجہ اگرچہ سب گناہوں میں جاری ہے مگر بدعت میں خصوصیت کے ساتھ جاری ہے اس لئے کہ اس کا بہت بڑا گناہ ہونا اور اس سے ضررِ عظیم برپا ہونا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص میری سنت پر عمل کرے اس زمانے میں جبکہ میری اُمت میں فساد پھیلے (یعنی بدعتیں جاری ہوویں اور جہالت پھیل جاوے) تو اس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے لہذا مسلمانوں کو ایسے عمدہ عمل سے ہرگز نہ رُکنا چاہئے تاکہ اس قدر ثوابِ عظیم سے محروم نہ رہے اور چونکہ اس زمانہ میں سخت مخالفت سنت کی ہو رہی ہے پس اس ثواب کو ضرور حاصل کرنا چاہئے اس طرح کہ خود بھی سُنت پر عمل کرے اور اور دوسروں کو بھی رغبت دِلاوے۔ مگر لڑائی جھگڑے سے بہت بچنا چاہئے جہاں کوئی فتنہ محتمل ہو وہاں فقط خود عمل کرلے اور دوسروں سے کچھ نہ کہے۔ اور جہاں کوئی فتنہ نہ ہو دوسروں کو بھی خوب رغبت دلاوے۔

ملہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید رواہ البیہقی فی کتاب الزہد من حدیث ابن عباس ۱۲ مشکوٰۃ صـ۳۰

ضمیمہ ثانیہ حصہ ششم نور محمدی بہشتی زیور مسمّاۃ بہ

بہترین جہیز

دیباچہ از حضرت اقدس اشرف العلماء مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

احقر اشرف علی عفی عنہ مظہر مدعا ہے کہ جس زمانہ میں رسالہ اصلاح النساء کی ترتیب ہو رہی تھی ایک مضمون عورتوں کے لئے نہایت مفید جو حضرت مولانا عبد الحق صاحب متوطن پور قاضی وکیل ریاست رتلام و ممبر مدرسہ عالیہ دیوبند دام فیوضہم کا لکھا ہوا تھا نظر سے گذرا جس کے لکھے جانے کی وجہ مولانا کے صاحبزادے نے تمہید میں ظاہر کی ہے اس کو دیکھ کر بیساختہ تمنا اس کی اشاعت کی ہوئی چنانچہ اس کی تقریظ میں بھی احقر نے اس تمنا کو ظاہر کیا ہے۔ مولانا موصوف نے اسکی ایک

نقل مع اجازت اشاعت مجھ کو عطا فرمائی۔ اس اثنا میں رسالہ اصلاح النساء طبع ہو کر شائع ہونے کو تھا۔ مناسب معلوم ہوا کہ اس مضمون کو رسالہ مذکورہ کا ضمیمہ بنا دیا جائے۔ مولانا نے لقب اس کا "بہترین جہیز" رکھا ہے۔ اس میں باستثنار چند خاص مواقع کے کہ خاص حالات کے اعتبار سے ان میں خاص خطاب ہے باقی سب مضامین مفید عام ہیں۔ اوّل تمہید پھر وہ مضمون۔ اور مضمون کے آخر میں میری تقریظ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور جہل کا دافع بنائے۔ تحریر تاریخ ۳ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ۔

تمہید از جانب نذر الحق صاحب ابن مصنّف رسالہ ہذا (مولوی عبد الحق صاحب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد جناب الٰہی جل جلالہٗ ونعت حضرت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم بندہ احقر نذر الحق عفا اللہ عن سیئاتہ گذارش کرتا ہے کہ میرے والد ماجد جناب مولانا مولوی سیّدی عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میری ہمشیرہ عزیزہ سلمہا اللہ تعالیٰ کے عقد نکاح کے وقت جو کہ طریق سنت پر کیا گیا تھا چند ہدایتیں بوقت رخصت عزیزہ مسطورہ کو لکھ کر دیں کہ جن پر عمل کرنے سے زندگی دنیا میں آرام اور آخرت میں نجات اور راحت دوام ہو۔ میں نے یہ خیال کر کے کہ یہ لڑکیوں اور عورتوں کے واسطے دین اور دنیا کے لئے بہت مفید ہے عرض کی کہ اس کی چند نقلیں اپنی اور رشتہ داروں کی لڑکیوں اور مستورات میں تقسیم کر دی جاویں تو بہت بہتر ہے۔ اس کے بعد یہ تحریر حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ وعم فیضہ کی نظر اشرف سے گذری۔ ان کی رائے عالی میں بھی اس کی اشاعت مناسب معلوم ہوئی۔ اس لئے جناب ممدوح نے اس کی اشاعت کی اجازت دی۔ میرے علم میں یہ پہلی مثال ہندوستان میں ہے جو کسی لڑکی کے جہیز کے ساتھ اس قسم کی نافع تحریر دی گئی ہو۔

ف: مخدوم

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس سے مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو دینی اور دنیاوی فائدہ پہنچاوے۔

کتبہ احقر نذر الحق
عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بہترین جہیز

حامداً ومصلیاً پیاری دختر لخت جگر اسعدک اللہ تعالیٰ فی الدارین متقاولا باسمک المیمون۔ ابھی تک تم اپنی مادر مشفقہ اور اپنے مہربان والد کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتی رہی ہو۔ تمھارے والدین تمھارے آرام وراحت کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے رہے ہیں تمھاری تعلیم وتربیت ودرستیٔ اخلاق اور ہر قسم کی بہبودی کے ذمہ دار تھے۔ آج سے تم ایک نئی دنیا میں قدم رکھتی ہو۔ جہاں تمھارے تمام اخلاق وعادات اور حرکات وسکنات کی ذمہ داری خود تم پر عائد ہوگی۔ اس لئے میں چند ہدایتیں تم کو کرتا ہوں کہ اگر تم اُن پر کاربند ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ دین ودنیا کی کامیابی تم کو نصیب ہوگی۔ وہ ہدایتیں یہ ہیں:۔

سب سے مقدم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔ اسکا ہمیشہ دل سے خیال رکھو۔ خداوند تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اگر کوئی کام کہے کہنے والا خواہ کوئی ہو اُس کا کہنا ہرگز مت مانو۔ دیکھو ماں باپ کی اطاعت کی قرآن شریف میں حد درجہ کی تاکید آئی ہے اور جنّت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے خلاف اگر ماں باپ بھی کہیں تو اُن کا بھی کہنا نہ مانو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے

وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۵

ترجمہ۔ اور اگر ماں باپ تجھے میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرنے پر مجبور کریں جس کا تجھے علم نہیں ہے تو اُنکی اطاعت اس بات میں مت کر۔ اور دنیا میں اُن کے ساتھ سلوک سے پیش آتا رہ۔

ہم نے جو چہل حدیث تمھارے واسطے تالیف کی ہے اور اسے تم نے مع ترجمہ یاد بھی کر لیا ہے۔ اس میں یہ حدیث ہے لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ چاہئے۔ پس جب تمھیں تو دل سے اطاعتِ الٰہی کا خیال رہے گا تو جو احکام خداوندی ہیں تم خود بخود ان کی پابند رہو گی شرائع اور احکام الٰہی بہت ہیں جن کی کسی قدر تفصیل تم نے دینی رسالوں خصوصاً بہشتی زیور میں پڑھی ہے ان سب کو یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ان میں جو نہایت اہم ہیں اُن کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

لہ متقاولا باسمک یعنی میں یہ دعا کرتا ہوں تمھارے نام سے نیک فال حاصل کرکے لیکن عربی محاورہ کے اعتبار سے اگر نام میمون کی بجائے سعیدہ یا سعید ہوتا تو اسعدک اللہ تعالیٰ کی دعا کے ساتھ متقاولا باسمک کہنا زیادہ زیب دیتا ۱۲

بعد اعتقاد توحید الٰہی و رسالت رسالت پناہی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چیز نہایت اہم اور قرآن شریف میں جا بجا اس کی تاکید آئی ہے وہ نماز ہے۔ نماز اسلام کا ایسا رکن اور فرض اہم ہے کہ عاقل بالغ سے یہ کسی وقت ساقط نہیں ہوتا۔ پس نماز پنجگانہ نہایت پابندی کے ساتھ ہمیشہ وقت پر سفر و حضر میں برابر ادا کرتی رہو۔ اکثر مستورات پابند نماز کی ہونے پر بھی سفر کی حالت میں زیادہ اہتمام نماز کا نہیں رکھتیں۔ اس کا تم خیال رکھو کہ سفر میں بھی تمہاری نماز قضا نہ ہو سفر یا ریل کا ہوتا ہے یا گاڑی بہلی کا ہوتا ہے۔ اگر گاڑی بہلی کا سفر ہے تو وہ اپنے اختیار کی سواری ہے۔ جنگل میں ٹھیرا دو اور ایک طرف ہو کر برقع یا بڑی چادر سے نماز پڑھ لو۔ اگر وضو نہیں ہے تو وضو بھی گاڑی بہلی کی آڑ میں ہو سکتا ہے۔ اور اگر ریل کی سواری ہے اور تم ایسی گاڑی میں سوار ہو جو مستورات کے لئے مخصوص ہے تو اس میں تم کو جبکہ تم نے پورا عزم نماز پڑھنے کا کر لیا ہے گو کیسی ہی کشمکش ہو نماز پڑھنے کی جگہ مل جاوے گی۔ ریل اتنی دیر اکثر اسٹیشنوں[1] پر ٹھیرتی ہے کہ دو یا تین رکعت نماز پڑھ لی جاوے۔ کیونکہ سفر شرعی میں یا دو رکعت نماز فرض ہے یا تین رکعت۔ پس اس قدر مہلت ضرور ملجاتی ہے۔ اگر سنن و نوافل مذکورۂ بالا سفر میں نہ ہو سکیں تو کچھ مضائقہ نہیں مگر فرض و واجب[2] سفر کی حالت میں بھی نہ چھوڑو۔ اور اگر تم ایسی گاڑی میں سوار نہیں ہو جو عورتوں کے لئے مخصوص ہو تو ایسی حالت میں ضرور ہے کہ تمہارا شوہر یا محرم تمہارے پاس[3] بیٹھا ہو گا وہ ضرور تمہارا کفیل کار ہو گا۔ غرض عزم بالجزم کے سامنے کوئی روک نہیں جو نہایت مضبوطی کے ساتھ نماز کا پابند ہو گا خواہ عورت ہو یا مرد۔ سفر میں بھی نماز ادا کرے گا۔ ریل کی سواری گو اختیاری سواری نہیں ہے مگر ترک نماز کے واسطے ہرگز عذر نہیں ہے۔ ہم بہت خوش ہیں کہ تم نماز بہت اطمینان کے ساتھ جس میں پورے طور سے تعدیل ارکان ہوتی ہے ادا کرتی ہو اللہ تعالیٰ تم کو مزید توفیق حسنات عنایت فرما دے فرائض کے سوائے سنن مؤکدہ[4] کا التزام بھی رکھو اور ہو سکے تو اور سنن و نوافل جو حدیث سے

[1] اگر اسٹیشن پر موقع نہ ہو تو چلتی ہوئی ریل میں بھی نماز پڑھنا درست ہے ۱۲

[2] فرض و واجب کی طرح فجر کی سنتیں بھی نہ چھوڑنی چاہئیں ۱۲

[3] جو سفر شرعی ہو یعنی جس میں نماز کا قصر ضروری ہوتا ہے اس میں عورت کے ہمراہ شوہر یا اس عورت کے محرم کا ہونا ضروری ہے بغیر محرم کے ایسا سفر جائز نہیں۔ عورت کا محرم وہ شخص ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح کسی حالت میں بھی جائز نہ ہو جیسے باپ، حقیقی بھائی، بیٹا، چچا اور ماموں وغیرہ ۱۲

[4] رمضان شریف میں اعتکاف کرنا اور تراویح پڑھنا بھی سنن مؤکدہ میں سے ہے پورے شہر کے باشندوں میں سے اگر کسی نے اعتکاف نہ کیا تو سب پر سنت کے ترک کرنے کا گناہ ہو گا اور اگر ایک شخص نے بھی اعتکاف کر لیا تو سب اس گناہ سے بچ جائیں گے ۱۲

* اعتکاف کی مدت میں اختلاف ہے بعض ائمہ تین دن سے کم کے بھی قائل ہیں لیکن کم سے کم تین دن کا اعتکاف کرنا چاہئے۔ سب سے اچھا یہ ہے کہ رمضان کے آخری دس روز کا اعتکاف کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب رمضان شریف کی انیسویں تاریخ کا دن ختم ہونے کے قریب ہو تو اعتکاف کرنے کی نیت سے اس جگہ چلا جائے جو مقرر کی ہو اور جب عید کا چاند نظر آجائے تو اس جگہ سے نکل آئے۔ مرد کو چاہئے کہ کسی ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جس میں پنجوقتہ جماعت ہوتی ہو اور اگر جامع مسجد ہو تو بہتر ہے۔ اور عورت کو چاہئے کہ اپنے گھر ہی میں اس جگہ اعتکاف کرے جو نماز کیلئے اس نے مخصوص کر رکھی ہے۔ حالتِ اعتکاف میں یہ چیزیں ممنوع ہیں۔ (۱) بلا ضرورت حاجت انسانی یعنی پاخانہ پیشاب یا غسل کے لئے اعتکاف کی جگہ سے باہر آنا۔ (۲) اپنے خاوند یا اپنی بیوی سے لپٹنا۔ (۳) ہمبستری کرنا۔ عورت کو اگر اعتکاف کے دوران میں حیض آجائے تو اعتکاف ترک کر دے۔ مردوں کو جماعت سے تراویح کی نماز پڑھنی چاہئے۔ اور عورتوں کو تنہا عشاء کے فرض اور سنتوں کے بعد بیس[2] رکعت تراویح پڑھ[3] خواہ دو دو رکعت کی نیت کرے خواہ چار چار کی۔ اگر قرآن شریف یاد ہو تو پورے مہینہ میں کم سے کم ایک ختم پڑھے۔ ورنہ الم ترکیف سے پڑھے[4]

[4] یا جو سورتیں بھی یاد ہوں انھیں پڑھے۔ بیس[2] رکعتیں پوری کرنے کے بعد وتر پڑھے۔ عورتیں عموماً تراویح میں بہت کاہلی کرتی ہیں یہ بہت بری بات ہے ۱۲ +

ثابت ہیں پڑھا کرو۔ تہجد کی نماز کا بہت بڑا ثواب ہے اور ہمارے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ تہجد کی نماز پڑھی ہے اگر کبھی رات میں پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا تو دن میں اس کو پڑھا ہے۔ آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی تہجد کی نماز پڑھتی تھیں۔ تہجد کا وقت مقبولیتِ دعا اور نزولِ رحمت کا وقت ہے۔ کسی ایک نماز کے بعد تلاوتِ قرآن شریف بھی کرتی رہو۔ صبح کی نماز کے بعد وقتِ تلاوت مقرر رکھو تو اچھا ہے۔ تم نے قرآن شریف اور قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا ہے تلاوت کے وقت ترجمہ کا بھی دھیان رکھو۔ اور جہاں سمجھ میں نہ آوے آگے پوچھ لو۔ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ تم قرآن شریف پڑھنے میں حروف کو اُن کے مخارج سے ادا کرتی ہو اور عین اور حائے حطی اپنے مخارج سے ادا ہوتے ہیں ورنہ عموماً عورتوں سے قرآن شریف پڑھنے میں مخارج سے حروف ادا نہیں ہوتے۔ حائے حطی کی جگہ ہائے ہوز اور عین کی جگہ الف یعنی ہمزہ نکلتا ہے۔ روزہ کی نسبت تمھیں تاکید کرنے کی ضرورت نہیں ہے تم خود علاوہ رمضان شریف کے اور نفلی روزے بھی رکھتی ہو جیسا کہ اکثر لڑکیوں کی عادت ہے اور خاص اس بات میں عورتوں کی ہمت مردوں سے زیادہ ہے لیکن کہنے کی ضرورت یہ ہے کہ روزے کو پاک وصاف رکھو۔ غیبت سے پرہیز ہر حالت میں ضرور ہے۔ کیونکہ غیبت سخت کبیرہ گناہ ہے اس کے لئے قرآن شریف[۱] اور حدیث شریف[۲] میں سخت وعید ہے لیکن خاص کر روزہ میں تو بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کسی کی غیبت نہ ہو۔ غیبت سے روزہ کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ[۳] کو ایسے روزے کی پرواہ نہیں ہے جس میں آدمی جھوٹ اور غیبت وغیرہ میں مبتلا ہو۔ زکوٰۃ[۴] فرض ہے جیسے کہ تم نے دینی رسالوں میں پڑھا ہے اور اس کی شرائط کی تفصیل اور سونے اور چاندی کی مقدار نصاب کا حال اور مصارفِ زکوٰۃ جن کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے تمھیں معلوم ہے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ بات اس میں کہنے کی یہ ہے کہ اکثر عورتوں کو زکوٰۃ کی طرف سے بے پرواہی ہوتی ہے۔ اوّل تو مال ایک عزیز چیز ہے یُوں بھی انسان کا دل اُسے الگ کرنے کو نہیں چاہتا۔ دوسرے سستی اور لاپروائی سے زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی

---

۳ و اللعن وامثالہا مما یجب علی الانسان اجتنابہا ویحرم علیہ ارتکابہا والعمل بہ ای الزور یعنی الفواحش من الاعمال لانہا فی الاثم کالزور فلیس للہ حاجۃ ای التفات ومبالاۃ وہو مجاز عن عدم القبول ۱۲ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۔ [۴] زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے اور صدقۂ فطر کا ادا کرنا واجب ہے چنانچہ جس طرح زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح صدقۂ فطر کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ صدقۂ فطر عید کی صبح کو ادا کیا جاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ عید کی نماز پڑھنے سے پہلے ہی ادا کر دے۔ صدقۂ فطر میں اگر گیہوں دینا ہے تو اس کی مقدار نصف صاع اور اگر جو وغیرہ[۵] ادنیٰ قسم کا اناج ہے تو ایک صاع ہونی چاہیے۔ صاع کا وزن اٹھاسی روپیہ والے سیر کے حساب سے تین سیر سوا تین چھٹانک ہے۔ اور اسّی روپے والے سیر کے حساب سے ساڑھے تین سیر اور دو روپیہ بھر ہے۔ لہٰذا اگر اٹھاسی روپے والے سیر کے حساب سے ایک صاع صدقۂ فطر دینا ہے تو احتیاطاً سوا تین سیر دے اور اسّی روپے والے سیر سے دینا ہے تو احتیاطاً تین سیر نو چھٹانک دے۔ اگر نصف صاع دینا ہے تو انھیں اوزان کا نصف دیدے یعنی اٹھاسی روپے والے سیر کے حساب سے ایک سیر دس چھٹانک اور اسّی روپے والے سیر کے حساب سے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک۔ اگر اناج نہ دے بلکہ اس کی قیمت صحیح طور سے لگا کر دیدے تو وہ بھی درست ہے ۱۲

[۱] ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرہتموہ واتقوا اللہ ۱۲ سورۂ حجرات رکوع ۲ (پارہ ۲۶)

[۲] عن ابی سعید وجابر رض قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغیبۃ اشد من الزنا قالوا یا رسول اللہ وکیف الغیبۃ اشد من الزنا قال ان الرجل یزنی فیتوب فیتوب اللہ علیہ وفی روایۃ فیتوب فیغفر اللہ لہ وان صاحب الغیبۃ لا یغفر لہ حتی یغفرہا لہ صاحبہ۔ وفی روایۃ انس قال صاحب الزنا یتوب وصاحب الغیبۃ لیس لہ توبۃ رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۱۲ مشکوٰۃ ص ۴۱۵

[۳] عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۶) قول الزور ای من لم یترک القول الباطل من قول الزور وشہادۃ الزور والکفر والافتراء والغیبۃ والبہتان والقذف والسب والشتم

[۵] گیہوں کے علاوہ جو اشیاء منصوص ہیں ان کا ایک صاع دینا چاہیئے اور غیر منصوص اشیاء اگر دیتی ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ غیر منصوص شے کے بدلے میں دیکھے کہ منصوص شے کتنی ملتی ہے جتنی ملتی ہو اس کی قیمت لگا کر صدقۂ فطر ادا کر دے ۱۲

ہے۔ اس کے ادا[۱] کرنے کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ تمھیں جو زیور ہم نے دیا ہے وہ قدر نصاب کو پہنچ گیا ہے اس کی زکوٰۃ ہمیشہ ادا کرنی چاہئے۔ اگر شوہر بی بی کی جانب سے زکوٰۃ[۲] دیدے تو جائز ہے[۳]۔ اگر کوئی عورت جس پر زکوٰۃ فرض ہے اپنے مال میں سے زکوٰۃ دے۔ اور اس کا شوہر منع کرے تو اس میں شوہر کا کہنا نہ ماننا چاہئے جیسا کہ اوپر حدیث مذکور ہوئی ہے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ یہ مسئلہ صرف آگاہی کے واسطے لکھدیا ہے ورنہ انشاء اللہ تعالیٰ تمھیں ہرگز ایسا موقع پیش نہ آوے گا بلکہ اور زیادہ فرائض اور مسائل شرعیہ کی پابندی کی تاکید ہوتی رہے گی۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آسانی کے واسطے ایک نقشہ استخراج زکوٰۃ کا ایک ہزار روپے سے لیکر دس روپیہ تک لکھدیں۔ اگرچہ دس[۱] بیس[۲] روپے کے مال پر بوجہ قدر نصاب نہ پہنچنے کے زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن نصاب پورا ہونے کے بعد کسرات کا حساب نکالنے میں اس نقشہ سے سہولت[۵] ہوگی۔ سونے چاندی میں نصاب کے بعد جب پانچواں حصہ بڑھے تب بڑھوتری پر زکوٰۃ آویگی ورنہ نہیں[۶]

تعداد روپیہ			مقدار زکوٰۃ واجب		تعداد روپیہ			مقدار زکوٰۃ واجب	
ایک ہزار	۱۰۰۰	(۱۰۰۰)	پچیس روپیہ	۲۵	تین سو	۳۰۰	(۳۰۰)	سات روپیہ آٹھ آنہ	۸/۷
نو سو	۹۰۰	(۹۰۰)	بائیس روپے آٹھ آنہ	۸/۲۲	دو سو	۲۰۰	(۲۰۰)	پانچ روپیہ	۵
آٹھ سو	۸۰۰	(۸۰۰)	بیس روپیہ	۲۰	ایک سو	۱۰۰	(۱۰۰)	دو روپیہ آٹھ آنہ	۸/۲
سات سو	۷۰۰	(۷۰۰)	سترہ روپیہ آٹھ آنہ	۸/۱۷	پچاس	۵۰	(۵۰)	ایک روپیہ چار آنہ	۴/۱
چھ سو	۶۰۰	(۶۰۰)	پندرہ روپیہ	۱۵	پچیس	۲۵	(۲۵)	دس آنہ	۱۰
پانچ سو	۵۰۰	(۵۰۰)	بارہ روپیہ آٹھ آنہ	۸/۱۲	بیس	۲۰	(۲۰)	آٹھ آنہ	۸
چار سو	۴۰۰	(۴۰۰)	دس روپیہ	۱۰	دس	۱۰	(۱۰)	چار آنہ	۴

۴ تولا تو پچاس روپیہ بھر ٹھہرے۔ اب ان پچاس روپیوں کا چالیسواں حصہ یعنی سوا روپیہ زکوٰۃ میں دیدو تو زکوٰۃ صحیح طریقہ پر ادا ہو جائیگی ۱۲

۲ چاندی سونے کے صرف زیورات ہی میں زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ اگر گوٹہ ٹھپہ سچے کام کا ہے اور اتنا ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ گیا ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اسی طرح کپڑے اور جوتے میں اگر سچی زری کا کام ہے اور اس کی مقدار نصاب کو پہنچ گئی ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی ۱۲

۳ لیکن شرط یہ ہے کہ بی بی کو پہلے اطلاع دیدے کیونکہ اس کے زیورات کی زکوٰۃ اصل میں اسی کے ذمہ ہے ۱۲

۴ اگر اپنے رشتہ داروں سے کوئی زکوٰۃ لینے کا مستحق ہو تو اس کو دینے میں دوہرا ثواب ہے ایک خیرات کا دوسرا صلہ رحمی کا ۱۲

۵ مثلاً یوں سمجھو کہ ایک شخص کے پاس دو سو درہم ہیں تو اس پر چالیسواں حصہ یعنی پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہوتی ابھی اُن دو سو درہموں پر پورا سال نہیں گذرا تھا کہ اس کے پاس کچھ درہم اور آ گئے جو تعداد میں چالیس سے کم ہیں تو سال ختم ہونے پر اُسے صرف دو سو درہموں کی زکوٰۃ دینی ہوگی یعنی پانچ درہم۔ اور اگر دوران سال میں پورے چالیس درہم آ گئے تو اس زیادتی کی زکوٰۃ بھی دینی ہوگی۔ کیونکہ چالیس درہم دو سو درہموں کا پانچواں حصہ ہیں لہذا اب وہ سال کے ختم پر بجائے پانچ درہم زکوٰۃ دینے کے چھ درہم زکوٰۃ ادا کرے گا ۱۲

۶ نصاب الذہب عشرون مثقالاً والفضۃ مائتا درہم وفی کل خمسین بحسابہ ففی کل اربعین درہما درہم وما بین الخمس الی الخمس عفو ۱۲ شامی صـ ۴۳ ج ۲

۱ زکوٰۃ کے بارے میں عموماً لوگوں سے یہ غلطی ہو جاتی ہے کہ چاندی کی زکوٰۃ دیتے وقت چاندی کو تول کر اس کی قیمت روپیہ سے لگاتے ہیں جتنے روپے قیمت ہوتی ہے اسی میں سے زکوٰۃ نکالتے ہیں مثلاً چاندی سستی ہے اور پچاس تولہ چاندی کی قیمت چالیس روپے ہوئی تو زکوٰۃ دینے والے اسی چالیس روپیہ کا چالیسواں حصہ یعنی ایک روپیہ زکوٰۃ نکال دیتے ہیں۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ اس طرح زکوٰۃ ادا کرنے سے پورے پچاس تولہ چاندی کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ پوری پچاس تولہ چاندی کی زکوٰۃ جب ادا ہوگی جبکہ خود اسی چاندی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے اگر چاندی کو خرچ نہیں کرنا چاہتے تو سہل صورت یہ ہے کہ چاندی کو بجائے باٹ سے تولنے کے روپیوں سے تول لو۔ جتنے روپیوں بھر چاندی ہوا نہیں روپیوں کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیدو۔ مثلاً چاندی کے زیورات کو ۴

درمیانی رقوم اور کسرات کا حساب اس سے باسانی سمجھ میں آسکتا ہے مثلاً ڈیڑھ سو روپے کی زکوٰۃ کا حال معلوم کرنا ہے تو نقشہ میں سو روپے کی زکوٰۃ کو دیکھو اور پھر پچاس کی۔ دونوں کو ملا لو۔ یہ ڈیڑھ سو روپے کی زکوٰۃ ہوگی۔ یا مثلاً پچھتر روپے کی زکوٰۃ کا دریافت کرنا مطلوب ہے تو نقشہ میں پچاس کی زکوٰۃ اور پھر پچیس کی زکوٰۃ دیکھو، دونوں کو ملانے سے پچھتر کی زکوٰۃ ہوئی۔ حج فرض [1] ہے استطاعت ہونے پر۔ اور جس شخص پر حج فرض ہو جائے اور وہ حج ادا نہ کرے تو اس کے لئے سخت وعید حدیث [2] میں آئی ہے۔ ایسے شخص کے نا مسلمان مرنے کی وعید مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے ہمیں معلوم ہے کہ تمھارے پاس جو زیور ہے وہ اس قدر نہیں ہے کہ حج تم پر فرض ہو۔ عورت کے لئے علاوہ زادِ راہ کے محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا بھی شرط ہے جیسا کہ تم نے دینی رسائل میں پڑھا ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ تمھیں ایسی مقدرت دے کہ حج فرض ہو جائے تو بلا تامّل وتساہل حج [3] ادا کرنا چاہئے۔

اب ہم چند باتیں تمھاری معاشرت کے متعلق ذکر کرتے ہیں

شوہر کی فرمانبرداری عورت پر واجب ہے۔ اور حدیث [4] میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میں کسی انسان کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا۔ تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ مگر چونکہ ہماری شریعت میں سجدۂ تعظیم بھی حرام [5] ہے اس لئے آپ نے سجدہ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی۔ اِس حدیث سے خیال کرنا چاہئے کہ کس قدر شوہر کی فرماں برداری کا حکم ہے اور جو عورت شوہر کی نافرماں بردار ہو

---

[1] حج کے فرائض تین ہیں اَحرام، وقوف بعرفہ، طوافِ زیارت۔ ان میں سے احرام تو شرط ہے اور وقوف بعرفہ اور طواف زیارت یہ دونوں رُکن ہیں۔ اِن تینوں چیزوں میں سے اگر ایک بھی چھوٹ جائے گا تو حج ادا نہ ہوگا۔ اسکے علاوہ مسائلِ حج میں بعض واجبات ہیں، بعض سنن اور بعض مستحبات۔ واجبات میں سے اگر کوئی چھوٹ جائے تو حج تو ادا ہو جائیگا لیکن ترک واجب کی وجہ سے اُن جانوروں میں سے کسی ایک کا ذبح کرنا ضروری ہوگا جن کی قربانی جائز ہے مثلاً گائے، بکری یا اونٹ وغیرہ۔ مسائل حج میں ایک خاص بات یاد رکھنے کی ہے وہ یہ کہ وہ رات جو عرفہ کے دن کے بعد آتی ہے وقوف بعرفہ کے حق میں اگلے دن کی رات نہیں شمار ہوتی بلکہ اسی دن کے تابع شمار کی جاتی ہے۔ اسی لئے اس رات میں صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے جس نے عرفات میں قیام کر لیا اس کا حج ہو جاتا ہے یہ بات صرف اسی ایک رات کے لئے مخصوص ہے باقی ایام میں مغرب کے بعد ہی سے اگلے دن کا شمار ہونے لگتا ہے۔ یہ سہولت اس لئے دی گئی ہے کہ اگر طوافِ زیارت چھوٹ جائے تو اس کی تلافی تو ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر وقوف بعرفہ چھوٹ گیا تو سوائے دوبارہ حج کرنے کے اور کوئی صورت ممکن نہیں ۱۲

[2] عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یمنعہ من الحج حاجۃ ظاہرۃ او سلطان جائر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یہودیا وان شاء نصرانیا رواہ الدارمی ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۲

[3] حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی حج کرے اور اس میں کوئی بے حیائی اور گناہ کا کام نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ گویا آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے ۱۲

[4] عن عائشۃ رضہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی نفر من المہاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد لہ فقال اصحابہ یا رسول اللہ تسجد لک البہائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم ولو کنت امرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا ولو امرہا ان تنقل من جبل اصفر الی جبل اسود ومن جبل اسود الی جبل ابیض کان ینبغی لہا ان تفعلہ رواہ احمد ۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۳

[5] والسجدۃ حرام لغیرہ سبحانہ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۳۰) وفی الخلاصۃ من سجد لہم (ای للسلاطین) ان ارادبہ التعظیم ای کتعظیم اللہ سبحانہ کفر وان اراد بہ التحیۃ اختار بعض العلماء ۱۲ انہ لا یکفر اقول وہذا ہو الاظہر ۱۲ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۳۰)

اور شوہر اس سے ناراض ہو وہ عورت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور رہتی ہے تا وقتیکہ[ا] شوہر کو رضا مند نہ کرے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کوئی شوہر فرائض کے ادا کرنے سے ناراض ہو تو اس کی پرواہ نہ کرنی چاہئے جیساکہ مکرر حدیث لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ذکر کی گئی ہے۔ یہاں بھی صرف آگاہی کے واسطے یہ مسئلہ ذکر کر دیا۔ ورنہ انشاء اللہ تعالیٰ تمھیں یہ موقع پیش نہ آوے گا۔ تین وصف جس عورت میں ہوں اس سے کبھی اس کا شوہر ناخوش نہ ہوگا۔ جن کو سعدی علیہ الرحمۃ نے بوستاں کے اس شعر میں جمع کر دیا ہے ؎

زن خوب[۲] و فرماں بر و پارسا		کند مرد درویش را بادشاہ	

ان[۴] میں آخر کی دو صفتیں اختیاری ہیں۔ اگر کسی عورت میں پہلی صفت[۵] نہ بھی موجود ہو تو آخر کے دو وصف موجود ہونے سے زناشوئی[۱] کے تعلقات خوشگوار رہیں گے۔ اور اگر پہلی صفت موجود ہو اور دو آخر کی مفقود ہوں تو ایسی عورت دنیا میں بدنام اور آخرت میں اس کے لئے سخت عذاب ہے۔ جو عورت شوہر کی فرمانبردار نہ ہو یا تُند مزاج ہو بات بات میں جھگڑا پیدا کرے تو اس کے لئے بھی سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ؎

زن[۶] بد در سرائے مردِ نکو		ہمدریں عالم است دوزخِ او	

اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ جس گھر میں زناشوئی کے تعلقات خوشگوار[ع] نہیں ہیں وہ گھر مثل جہنم کے ہو جاتا ہے۔ علاوہ اس کے کہ لوگ اُن پر ہنستے ہیں خود زن و شوہر کی زندگی وبالِ جان ہو جاتی ہے چنانچہ یہ کیفیّت ہم نے کہیں کہیں دیکھی ہے اور جس گھر میں زناشوئی کے تعلقات خوشگوار ہیں وہ گھر اگرچہ غربت اور افلاس کا گھر ہو لیکن وہ دولتخانہ اور بادشاہی محل سے بہتر بلکہ نمونۂ جنّت بن جاتا ہے یہ ممکن ہے کہ کبھی شوہر کی خفگی ایسی وجہ سے ہو جو تمھارے خیال میں واجبی نہیں ہے اور ممکن ہے کہ واقعی ایسا ہو تو اس حالت میں بھی تم نہایت تحمّل اور وقار سے برداشت کرو حتّیٰ کہ تمھاری زبان سے تو کیا کسی اشارہ اور ادا سے بھی یہ بات نہ معلوم ہو کہ غصّہ بیجا تھا۔ تمھارا تحمّل آخر کار خود اس کو آگاہ کر دے گا کہ یہ غصّہ ناواجب تھا۔ اور اس کا انجام بہت[ے] اچھّا اور تم پر وفورِ[ھ] مہربانی کا سبب ہوگا جبکہ اس برتاؤ سے دشمن بھی دوست ہو جاتا ہے تو شوہر تو شوہر ہی ہے۔ اس تحمل میں اس بات کا ضرور خیال رہے کہ آنکھ بھوں نہ چڑھے

ے صفت پاکدامن ہونا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیک بخت عورت مرد کا خزانہ ہے جب اس کی طرف اس کا خاوند دیکھے تو اس کو دیکھکر خوش ہو جائے اور جب کسی بات کا حکم کرے تو فرمانبرداری کرے اور جب وہ کہیں باہر جائے تو اس کے پیچھے خود کو اور اس کے مال کو محفوظ رکھے ۱۲ ۵ بُری عورت نیک مرد کے گھر میں اسی عالم یعنی دنیا ہی میں اس نیک مرد کے لئے دوزخ ہے ۱۲ ۶ (عن عائشۃ) رفعۃ ان الرفق لایکون فی شئی الازانہ وانہ لا ینزع من شئی الاشانہ وفی روایۃ ان اللہ یحب الرفق ویعطی علی الرفق مالایعطی علی العنف ومالایعطی علی ماسواہ المسلم وابی داؤد ۱۲ جمع الفوائد ص ۱۵۱ ج ۱

۱ عن ابی ہریرۃ رضؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعا الرجل امرأتہ الی فراشہا فأبت فبات غضبان لعنتہا الملائکۃ حتی تصبح متفق علیہ وفی روایۃ لہما قال والذی نفسی بیدہ مامن رجل یدعو امرأتہ الی فراشہ فتابی علیہ الاکان الذی فی السماء ساخطا علیہا حتی یرضی عنہا ۱۲ مشکوٰۃ ص ۲۸۰

۲ جو عورت خوبصورت بھی ہو، فرمانبردار بھی ہو اور پارسا (پرہیزگار) بھی وہ فقیر شوہر کو بھی بادشاہ بنا دیتی ہے (یعنی اس شوہر کو اپنی زوجہ کی محبت میں ایسا سرور حاصل ہوگا جیسا بادشاہوں کو حاصل ہوا کرتا ہے) ۱۲

۳ عن ابی ہریرۃ رضؓ قال قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای النساء خیر قال التی تسرہ اذا نظر وتطیعہ اذا امر ولا تخالفہ فی نفسہا ولا مالہا بمایکرہ رواہ النسائی والبیہقی فی شعب الایمان ۱۲ مشکوٰۃ ص ۲۸۳

۴ پہلی صفت خوبصورت ہونا، دوسری صفت فرمانبردار ہونا، تیسری

ا زناشوئی یعنی زوجیت و شوہریت کے تعلقات ۱۲ ع اچھے اور بہتر ۱۲ ھ زیادتی ۱۲

بلکہ ہشاش بشاش رہنا چاہئے اور کلام میں حرکات وسکنات میں ناراضی کا اظہار ہرگز ہرگز نہ ہو۔ شوہر کے ساتھ گفتگو اور خطاب میں شوہر کے مرتبے کا لحاظ رکھو۔ یہ بات بے تکلفی میں بھی ملحوظ رہنی چاہئے۔ خطاب میں ایسا لفظ جس سے سوء ادبی معلوم ہو ہرگز مت استعمال کرو۔ اگر شوہر کچھ کہے تو اوّل غور سے سنو۔ پھر ادب کے ساتھ مناسب جواب دیدو۔ نہ بہت بلند آواز سے اور نہ ایسی پست آواز سے کہ کچھ سنائی نہ دے۔ اگر کسی واقعہ کا علم شوہر کو نہ ہو یا مغالطہ ہو تو اس واقعہ کی نسبت غلط فہمی کو بہت ادب اور احترام کے ساتھ رفع کرو۔ ایسے الفاظ نہ ہوں جن سے شوہر کے اس واقعہ کی نسبت علم کی تحقیر ہو۔ اور اگر بمقتضائے بشریت تم سے غلطی ہو یا فروگذاشت کسی امر میں ہو جاوے تو اس کا اقرار کر کے معافی مانگ لو۔ اس کا بہت اچھا اثر ہوگا۔ تمھیں کوئی چیز دریافت کرنی ہو خواہ وہ مسائل دین سے تعلق رکھتی ہو خواہ معاملات دنیا سے۔ تو اسے بکشادہ پیشانی دریافت کرو اور اچھی طرح سمجھ کر تسکین کر لو[۱]

از خدا شرم دار و شرم مدار	در طلب کردن حقیقت کار

عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ یہ عادت بہت بُری ہے۔ شوہر یا خسر کی جانب سے جو کھانے پینے کو ملے اس کو شکر کے ساتھ قبول کرنا چاہئے۔ اور گو کتنا ہی قلیل ہو اس پر بھی شکر واجب ہے۔ لاکھوں ایسے ہوں گے جن کو نہ تم جیسا کھانے کو اور نہ تم جیسا پہننے کو ملتا ہوگا اور نہ تم جیسا آرام ہوگا کھانے پہننے میں، دولت مندی میں ہرگز کسی کی حرص مت کرو۔ رشک وحسد سے بچو کہ اس میں علاوہ سخت گناہ کے خود انسان عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ دنیا کے اسباب میں ہمیشہ اپنے سے کمتر پر اور دین کے کاموں میں ہمیشہ اپنے سے بالاتر پر نظر رکھو اس سے تم کو دنیا میں راحت اور نیکی کی توفیق ہوگی۔

ہدایت (۷) خسرال کے گھر والوں کے ساتھ آداب معاشرت

خوشدامن کا ادب ہر امر میں مثل اپنی والدہ مشفقہ کے کرو۔ اور ہر حال میں اُن کی رضامندی کو مقدم سمجھو۔ خواہ تم کو تکلیف ہو یا راحت۔ مگر اُن کی خلاف مرضی ایک قدم مت چلو۔ زبان سے کوئی ایسا لفظ مت نکالو جس سے ان کو کلفت ہو۔ اُن سے جب بات کرو اور خطاب کرو تو ایسے الفاظ سے خطاب مت کرو جیسے اپنے برابر والیوں سے خطاب کرتی ہو۔ بلکہ اُن الفاظ سے خطاب کرو جو بزرگوں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے آداب شوہر میں اس کا بیان کر دیا ہے۔ اگر خوشدامن تم کو کسی امر میں تنبیہ کریں تو اُن کے کہنے کو خاموشی کے ساتھ سننا چاہئے۔ اگر

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ مسئلہ خواہ کیسا ہی ہو اس کے دریافت کرنے میں ہرگز شرم نہ کرنی چاہئے اصل شرم تو خدا سے کرنی چاہئے کہ گناہ نہ ہو جائے ۱۲

[۲] (عن جابر) شہدت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم العید فبدأ بالصلوٰۃ قبل الخطبۃ بلا اذان ولا اقامۃ ثم قام متوکئا علی بلال فامر بتقوی اللہ تعالیٰ وحث علی طاعۃ ووعظ الناس وذکرہم ثم مضی حتی اتی النساء فوعظہن وذکرہن فقال تصدقن فان اکثرکن حطب جہنم فقالت امرأۃ من سفلۃ النساء سفعاء الخدین فقالت لم یارسول اللہ قال لانکن تکثرن الشکاۃ وتکفرن العشیر قال فجعلن یتصدقن من حلیہن یلقین فی ثوب بلال من اقرطہن و خواتیمہن للشیخین و ابی داؤد والنسائی ۱۲ جمع الفوائد ص۱۰۵ ج۱

[۳] لغزش قصور ۱۲

بالفرض ناگوار اور تلخ بھی کہیں جس کی اُمید نہیں ہے تب بھی اس کو شربتِ خوشگوار کے گھونٹ کی طرح پی جاؤ اور ہرگز درشتی سے جواب نہ دو اور ان کی خدمت مثل اپنی والدہ کے کرو۔ اگر کسی کام کو دوسرے کو کہیں تو تم اُس کو اپنی طرف سے انجام دو۔ خُسر کی تعظیم واحترام مثل اپنے والدِ مہربان کے کرو۔ اور جس طرح خوشدامن کے ساتھ کلام کرنے میں ادب کا بیان ہم نے کیا ہے یہاں بھی اسی طرح لحاظ رکھو۔ مثلاً اگر کوئی تم سے دریافت کرے کہ وہ کہاں گئے ہیں تو تم اس کے جواب میں کہو کہ فلاں جگہ تشریف لے گئے ہیں۔ اگر کوئی پوچھے کہ فلاں امر کی نسبت اُنھوں نے کیا کہا ہے تو تم جواب میں کہو کہ ایسا فرمایا ہے۔ ان کو آرام پہنچانے اور ان کی خدمت کرنے میں جہاں تک ممکن ہو سعی کرو۔ کسی تقریب میں جانا ہو یا کسی عزیز سے ملنے جانا ہو تو اپنے خسر و شوہر سے اجازت لو۔ اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو خوشدامن سے اجازت چاہو۔ اگر اجازت دیں تو جاؤ۔ ورنہ مت جاؤ۔ اگر کسی تقریب میں جانے کو کہیں تو جاؤ۔ گو تمھارا جی نہ چاہتا ہو۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ خدانخواستہ وہ تمھیں ایسی جگہ جانے کو کہیں جہاں منہیات[۱۵] شرعیہ ہوں جس گھر یا مجلس میں منہیات شرعیہ ہوں وہاں جانا منع ہے۔ اگر کوئی بی بی تم سے مرتبہ اور عمر میں بڑی ہے جیسے شوہر کے بڑے بھائی کی بیوی۔ اس کے ساتھ گفتگو (بات چیت) اور نشست و برخاست (اُٹھنے بیٹھنے) میں اس کے مرتبہ کا لحاظ رکھو۔ اور اس کے ساتھ اسی طرح شیر و شکر ہو کر رہو کہ گویا سگی بہنیں ہیں۔ ایک بڑی اور ایک چھوٹی۔ تم اگر ایسا برتاؤ رکھو گی تو ضرور ہی کہ طرف ثانی (دوسری) سے بھی ایسا ہی برتاؤ ہوگا۔ اور اگر عمر و مرتبہ میں تم سے چھوٹی ہے تو اس کے ساتھ محبت اور پیار کا برتاؤ رکھو۔ اور اس کو نہایت نرمی و ملایمت سے اچھی اچھی باتوں کی تعلیم دیتی رہو۔ اور وہ کوئی کام کرے تو تم خود مدد دے کر وہ کام کرا دو۔ اسی طرح شوہر کی بہن بھانجی وغیرہما کے ساتھ علی قدر المراتب سلوک اور مدارات سے پیش آؤ۔ مگر اس میں حدِ اعتدال کو ضرور ملحوظ رکھو۔ کیونکہ حدِ اعتدال سے زیادہ مدارات میں نباہ مشکل ہے۔ اپنے گھر میں بیبیوں کے ساتھ جب بیٹھو یا کسی دوسرے گھر کسی تقریب میں عورتوں میں شامل ہو تو کسی کی نسبت پس پشت ایسی بات مت کہو کہ اگر وہ سُنے تو بُرا مانے۔ اسی کو غیبت[۱۶] کہتے ہیں۔ غیبت کرنے کا سخت گناہ ہے اس کی نسبت اوّل بھی ہم نے روزے کے بیان میں ذکر کیا ہے اور اب یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بعض آدمی کہا کرتے ہیں ہم کوئی جھوٹ بات نہیں کہتے۔ یہ بات تو فلاں شخص میں موجود ہے۔ یاد رکھو یہ نفس کا ایک مکر ہے۔ غیبت کے لیے یہ ضرور نہیں ہے کہ جو عیب کسی کا بیان کیا جاوے وہ اُس میں نہ ہو بلکہ کسی کے واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت ہے اور اگر وہ عیب اس شخص میں نہیں ہے تو دوچند گناہ ہوتا ہے تہمت کا اور غیبت کا۔ گھر میں جو بچے ہیں خواہ وہ تمھارے خُسر کی اولاد ہوں یا ایسے قریب رشتہ داروں کے جو اس گھر میں رہتے ہیں اُن کے ساتھ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آؤ۔ حدیث[۱۷] شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بڑوں کا ادب کرے اور چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ہمارے حضورِ اقدس رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں

[۱۵] جو باتیں شرع میں منع کر دی گئی ہیں ۱۲

[۱۶] عن ابی ہریرۃ رضہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قالوا افرأیت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ ما تقول فقد بہتہ رواہ مسلم وفی روایۃ اذا قلت لاخیک ما فیہ فقد اغتبتہ واذا قلت ما لیس فیہ فقد بہتہ ۱۲ مشکوٰۃ ص۴۱۲ +

[۱۷] عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰۃ ص۴۲۳ +

کے ساتھ بہت محبت تھی۔ حتیٰ کہ ایک[1] مرتبہ ایک بچے نے آپؐ کی گود میں پیشاب بھی کر دیا تھا۔ بعض عورتیں جن کو بچوں سے محبت ہوتی ہے بچے کو اس بہانے سے بلاتی ہیں آؤ تمہیں ہم ایک چیز دیں۔ حالانکہ کوئی چیز دینے کا قصد نہیں ہوتا۔ صرف بلانا مقصود ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کہنا ایک قسم کا جھوٹ بولنا ہوتا ہے۔ ایسا مت کرو۔ ایک[2] بی بی نے ایک مرتبہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بچے کو کچھ دینے کو کہکر بلایا۔ مگر اس نے خالی بہکایا نہ تھا بلکہ کوئی چیز اس کو دی بھی۔ آپؐ نے فرمایا اگر تو اس کو یہ نہ دیتی تو جھوٹ ہو جاتا۔ گھر میں[3] اگر خادمہ ہے تو اس سے فوق طاقت (طاقت سے باہر ۱۲) کام نہ لو۔ اگر کوئی کام اس پر بھاری ہو تو خود بھی اس کی مدد کر دینی چاہئے۔ اس سے درشتی اور سخت کلامی سے پیش نہ آؤ۔ وہ بیمار ہو یا اُسے کوئی تکلیف ہو تو اس میں اس کی پوری ہمدردی کرو جیسا کہ تم نے اپنی والدہ کا برتاؤ خادمہ عورتوں کے ساتھ دیکھا ہے کہ اگر کبھی خادمہ کے سر میں ذرا درد بھی ہوا ہے تو خود اس کا کام کر لیا ہے۔ اور ایسی حالت میں اُسے تکلیف نہیں دی۔ ہاں یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ خادمہ بالکل آرام طلب اور کام چور ہو جائے۔ ایسا کوئی اچھی کھانے پینے کی چیز [illegible] کی قدر کرنی چاہئے [illegible] یہ بڑی خوبی اپنی والدہ کا دیکھا ہے کہ گو کتنی ہی قلیل چیز ہو مگر اس میں بھی وہ خادمہ کا حصہ ضرور لگاتی ہیں۔ ہمیں اس سے کمال مسرت ہوتی ہے کہ ایثار[4] کی صفت تم میں فطرۃً ہے۔ اس صفت میں اللہ تعالیٰ اور ترقی دے اپنے شوہر اور سب گھر کی بیبیوں کے ساتھ یہ برتاؤ رکھو۔ گھر میں[5] جو عورتیں اور باہر مرد مہمان ہوں اُن کی مہمانداری حسب مرضی شوہر بہت کشادہ دلی اور ایثار سے کرنی چاہئے۔ مہمان کی خاطر اپنے معمولی کھانے کی نسبت تکلف بھی جائز ہے جو حد اسراف تک نہ پہنچے۔ اگر مہمان کوئی متقی خدا کے بندوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی کو موجب خیر و برکت سمجھنا چاہئے۔ اور یوں تو کسی مہمان سے بھی دل تنگ نہ ہونا چاہئے۔ ہمارے حضور[6] انور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کو بھی مہمان کیا ہے۔ مہمان کی مدارات اور اس کے ٹھیرانے میں التجا کرنے کا مضائقہ نہیں ہے۔ مگر نہ اس قدر اصرار کہ مہمان کے لئے موجب اضرار ہو۔ یہ بہت بُری بات ہے کہ مہمان کو خاص کوئی ضرورت در پیش ہے اور وہ

[4] کسی چیز کے حصول میں دوسروں کو اپنے نفس سے مقدم سمجھنا۔ اگر خود کو اس چیز کی زیادہ ضرورت ہو تو اس حالت میں اپنے نفس پر دوسروں کو مقدم سمجھنا ایثار کا بہت اعلیٰ مرتبہ ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ (یعنی اپنے نفس پر دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود ان کو شدت کی حاجت کیوں نہ ہو) یہ آیۃ صحابہ کرام کے بارے میں ہے ۱۲ [5] (عن ابوہریرۃ) اضاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضیفا کافراً فامر لہ بشاۃ فحلبت فشرب حلابہا ثم اُخری فشرب حلابہا حتی شرب حلاب سبع شیاہ ثم انہ اصبح فاسلم فامر لہ صلی اللہ علیہ وسلم بشاۃ فشرب حلابہا ثم اُخری فلم یستتمہا فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان المومنین یشرب فی معاء واحد والکافر یشرب

[1] عن ام قیس بنت محصن انہا اتت بابن لہا صغیر لم یاکل الطعام الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجلسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرہ فبال علی ثوبہ الحدیث متفق علیہ ۱۲ مشکوٰۃ ص۵۲

[2] عن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر قال دعتنی امی یوما و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاعد فی بیتنا فقالت ... علیہ وسلم ما اردت ان تعطیہ قالت اردت ان اعطیہ تمرا فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انک لو لم تعطیہ شیئا کتبت علیک کذبۃ رواہ ابوداؤد والبیہقی فی شعب الایمان ۱۲ مشکوٰۃ ص۴۱۶

[3] عن محمد بن زیاد قال سمعت ابا ہریرۃ یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اتی احدکم خادمہ لطعامہ فلیجلسہ معہ اولینا ولہ لقمۃ او لقمتین او اکلۃ او اکلتین فانہ ولی حرہ ودخانہ ۱۲ مسند دارمی ص۲۶۵

[4] ایثار کے معنی ہیں

فی سبعۃ امعاء للشیخین والموطا والترمذی ۱۲ جمع الفوائد ص۲۵ ج۱/۱۶۰۷ فوق طاقت۔ یعنی طاقت سے زیادہ ۱۲ آقا بمعنی مالک ۱۲ عتاب بمعنی غصہ خفگی ۱۲ کمال مسرت۔ یعنی پوری خوشی ۱۲ کشادہ دلی۔ یعنی دل کھول کر ۱۲ اسراف بے جا خرچ فضول خرچی ۱۲ اضرار نقصان تکلیف ۱۲ +

اس کی وجہ سے رخصت ہونا چاہتا ہے مگر میزبان صاحب ہیں کہ اصرار کر رہے ہیں اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے رہے ہیں۔ یہ خود اچھی بات نہیں ہے جس میں مہمان کا دل تنگ ہو۔ اور اس کا حرج بھی ہو۔ ہمارے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ ایسے اصرار کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے۔ مہمان کے ساتھ جو مدارات کی جاوے اُس کو ہرگز اپنی طرف سے احسان مت سمجھو بلکہ اس نے تم پر احسان کیا کہ اپنا مقسوم رزق تمہارے یہاں کھایا اور تم کو ثواب میں داخل کیا۔

روزئ خود می خورد از خوان تو	شکر بجا آر کہ مہمان تو

اسی طرح اگر کسی کے ساتھ سلوک کرو تو اس پر احسان مت دھرو۔ قرآن شریف[1] سے ثابت ہے کہ احسان دھرنے سے سلوک کرنے کا ثواب باطل ہو جاتا ہے۔ پس یہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہونا چاہیئے۔

انتظامِ خانہ داری۔ بعد حسنِ معاشرت مردمانِ خانہ کے جس کا اوپر ذکر ہوا گھر کی بہبودی اور اسکی رونق کے لئے ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ انتظام خانہ داری اگر عمدہ طور سے ہے تو باوجود قلتِ معاش کے بھی گھر پر رونق معلوم ہوتی ہے۔ اور اس گھر پر ناداری معلوم نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ انتظام درست نہیں ہے تو باوجود دولتمندی کے بھی گھر پر نکبت اور نحوست برستی ہے۔ ہم نے بچشمِ خود بعض دولتمند گھروں کو دیکھا ہے کہ انتظام خانہ داری کا مستورات میں سلیقہ نہ ہونے سے ان کے گھر کی حالت مفلسوں کے گھروں سے بدتر ہے۔ بہت بڑی بات اس میں اخراجات کا اندازہ اور ان کے مواقع کا لحاظ رکھنا ہے۔ اخراجات میں اعتدال اور ان کا حسبِ موقع استعمال کرنا چاہیئے۔ اعتدال سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ آمدنی کے لحاظ سے خرچ زیادہ نہ ہو اور نہ اس قدر کم کہ کنجوسی کی نوبت پہنچے۔ کنجوسی کرنے والوں اور حدِ اعتدال سے زیادہ خرچ کرنے والوں دونوں کی مذمت قرآن شریف میں آئی ہے۔ مال اور پیسے کی ایسی محبت کہ آدمی پیسہ پیسہ جوڑے اور ننانوے کے پھیر میں پڑا رہے۔ علاوہ شرعاً مذموم ہونے کے اس سے خود زندگی وبالِ جان ہو جاتی ہے۔ البتہ میانہ روی ایک ایسی چیز ہے کہ نہ تو اس سے انسان کنجوس کہلاتا ہے اور نہ مُسرف۔ اور نہ ضرورت کے وقت اپنی حاجت سے بند رہتا ہے۔ اخراجات کے موقع کا لحاظ خود صرف کرنے والے انسان کا کام ہے کہ وہ خیال کرے کہ کس موقع میں کس قدر خرچ کرنا چاہئے۔ اس کی نسبت جزئیات کا محفوظ کرنا دشوار ہے روزمرہ کے مصارف کا حساب اگر حسبِ مرضی شوہر لکھ لیا کرو اور روزمرہ یا ہفتہ میں ایک بار اس کو شوہر کے ملاحظہ میں پیش کر دیا کرو تو بہت کچھ موجبِ اطمینان ہے۔ حساب ایک ایسی عمدہ چیز ہے کہ دنیا اور دین دونوں

[1] معنی یہ ہوئے کہ خدا کا شکر بجا لا کہ تیرا مہمان اپنی روزی تیرے دسترخوان سے کھاتا ہے [2] یاایها الذین امنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی (سورۂ بقرہ پارہ تلک الرسل) [3] ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفورا الآیۃ (سورۂ بنی اسرائیل پارہ ۱۵) والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (سورۂ توبہ پارہ ۱۰) اصرار۔ ضد ہٹ + رضامندی۔ خوشی + نکبت بمعنی بربادی تباہی + مذمت۔ بمعنی بُرائی

انتظامِ خانہ داری

کے لئے کار آمد ہے۔ غلہ وغیرہ اجناس جو گھر میں آویں اس کو تول لیا کرو۔ اور اسی طرح روپے پیسے کا شمار کر لیا کرو۔ اور اگر کسی کو قرض دینے یا کسی سے لینے کا اتفاق ہو تو اس کو بھی لکھ لیا کرو۔ اور اس کے واپس آنے پر بھی۔ اسی طرح دھوبی کے یہاں جو کپڑے دیئے جاویں وہ بھی بغیر لکھے نہ دیئے جاویں۔ اور زیادہ تر خوبی کی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ تمھارے پاس پارچہ وغیرہ، نقد زیور ہو سب لکھا رہے کہ یہ بہت کار آمد ہے۔ منجملہ انتظام خانہ داری کے اثاث البیت[1] کی ترتیب ہے کہ جو چیز جہاں رکھنے کی ہے اس کو اُسی جگہ رکھنا مناسب ہے۔ فرش، پلنگ، چوکی وغیرہ وغیرہ سب اپنی اپنی جگہ پر رکھے جاویں۔ اور جس چیز کے نکالنے کی ضرورت ہو تو بعد رفع ضرورت اس کو اسی جگہ رکھنا لازم ہے۔ اسی طرح تمام ظروف روزمرہ کے استعمال کے اور دیگر روزمرہ کے کام کی چیزوں کا خیال رکھو۔ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ لوٹے ایک طرف کو لُڑھکتے پھرتے ہیں، رکابیاں کہیں پڑی ہیں، دیگچیاں دھوئی بے دھوئی ہیں کہ مکھیاں بھنکتی ہیں، گھڑے الگ کھلے پڑے ہیں کہ کوّے اُن میں پانی پیتے اور بیٹ کرتے ہیں۔ کپڑوں کو ہمیشہ تہ کر کے رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ اِدھر اُدھر بکھرتے پھریں۔ اگر اونی کپڑے ہیں یا ریشمی۔ تو ان کی ہمیشہ خبر گیری کرنی چاہئے۔ خاصکر موسم برسات میں بہت خیال رکھو کہ ان کو کِرم یعنی کیڑا لگ جاتا ہے۔ اگرچہ انتظامی قوت انسان میں فطرتی ہے۔ لیکن کوشش اور سعی کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ گھر میں جو بی بی لیاقت والی اور صاحب سلیقہ ہو ہمیشہ اس سے انتظام خانہ داری سیکھتی رہو۔ اور بغور اس کے انتظام کو دیکھتی رہو۔ اور پھر اس کی پیروی کرو۔

اب ہم اِن چند کلمات کو ختم کرتے ہیں اور مکرر یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اگر تم ان ہدایات پر عمل کرو گی تو انشاء اللہ تعالیٰ تم کو دونوں جہان میں کامیابی نصیب ہو گی۔ اور دنیا میں ایسی آرام و راحت سے رہو گی کہ گھر نمونۂ جنت بن جاوے گا۔ اور یہ ہماری طرف سے تمھارے لئے تمھاری شادی نکاح کا بہتر ین جہیز ہے۔ اس کو تم ہفتہ میں دو تین بار دیکھ لیا کرو۔ اگر دو تین بار ممکن نہ ہو تو ایک بار ضرور بالضرور پڑھ لیا کرو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں دین اور دنیا کی برکتیں نصیب فرماوے اور تم کو شامل کر کے یہ دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

ہم تم سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ جب تک تمھارے والدین زندہ ہیں اُن کے لئے سلامتیٔ ایمان اور عاقبت بخیر ہونے کی دعا کیا کرو۔ اور بعد اس جہان سے اُن کے رخصت ہونے کے ان کو دعائے مغفرت سے یاد رکھو۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ خَيْرِ الْخَلَائِقِ

[1] "اثاث البیت" کے معنی ہیں گھر کا سامان ۱۲ +

مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بندۂ ناچیز

عبدالحق عفا اللہ عنہ از قصبہ پور قاضی ضلع مظفر نگر ۱۴ محرم سنہ ۱۳۳۰ ہجری

تقریظ حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

بعد الحمد و الصلوٰۃ احقر اشرف علی تھانوی عرض کرتا ہے کہ آج میں نے یہ تقریر لطیف سعادت نصیب نہایت شوق سے پڑھی۔ حرف حرف پر انشراح بڑھتا جاتا تھا سبحان اللہ سچ ہے کہ دریا کو کوزے میں بھرا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا اور دُعا کے ساتھ اُمید ہے کہ لڑکیوں کو بے حد نافع ہوگی۔ میری تمنا ہے کہ اس کو مستقلاً یا کسی رسالہ کے ساتھ چھاپ کر سب گھروں میں پہنچانے کی کوشش کی جاوے گی۔

وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ

اشرف علی عفی عنہ۔ مقام تھانہ بھون
۳ صفر ۱۳۳۰ھ

دستور العمل تدریس و اجمالی حالت حصۂ ششم

(۱) اس حصہ میں شادی وغمی و دیگر امور کے متعلق رسوم مروجہ کا بیان ہے۔ (۲) اگر تیسرے حصہ کے ختم کے بعد لڑکی میں چوتھے یا پانچویں حصہ کے سمجھنے کی استعداد نہ معلوم ہو تو یہ حصہ پڑھا دیا جائے۔ (۳) اس کا خیال رکھا جائے کہ جب کسی کو ان رسموں کے کرنے میں پریشانی یا ندامت یا نقصان اُٹھاتا ہوا دیکھا جائے تو فوراً لڑکی کو جتلا دیا جائے کہ دیکھو ان رسموں میں یہ خرابی ہے۔ تاکہ اُس کو اوّل ہی سے ان امور سے نفرت ہو جائے (۴) اکثر لڑکیوں کی عادت ہے کہ گڑیاں کھیلنے میں ان رسموں کو فرضی طور پر برتا کرتی ہیں۔ اس کا بھی انسداد ضروری ہے۔ تاکہ عادت نہ ہونے پاوے اور ان کے خیال میں جمنے نہ پاوے (۵) لکھنا اگر خلاف مصلحت نہ سمجھا جاوے تو لڑکی سے کہا جاوے کہ اس حصہ کو بھی اوّل سے آخر تک لکھ جاوے تاکہ خط بھی صاف ہو اور نیز لکھنے سے مضمون بھی ذہن میں جم جاتا ہے۔ (۶) لڑکیوں کو تاکید کرو کہ ان مضامین کا آپس میں چرچا رکھیں اور ایک دوسرے سے کہتی سنتی رہا کریں تاکہ خوب یاد رہے۔ (۷) اور بھی اَن پڑھ عورتیں جو محلہ میں ہوں ان کو بھی یہ باتیں سمجھا سمجھا کر بتایا کریں تاکہ اُن کو بھی ہدایت ہو ٭

محمد اشرف علی عفی عنہ

کافیہ عربی
ہدایۃ النحو عربی
صحیح مسلم عربی
تفسیر جلالین عربی
مشکوٰۃ عربی
بہشتی زیور مدلل
مکمل فہرست نمونے مفت طلب فرمائیں
اصح المطابع و کارخانہ تجارتِ کتب آرام باغ کراچی

هي ڪتاب مولانا مولوي در محمد صاحب

بنذ خاڪسار شفيع محمد يردهي

اجتماع

شفيع محمد

...چر ۽ آچر منعقد ٿي رهيو آهي

دويزن-

ور شرڪت ڪرڻ فرمائيندا- جيئن اوهان صاحبن کي ملڪ

بوري طرح واقفيت حاصل ٿي سگهي

اُ

جه- نماز جمع کان بعد ٿيندو-